مشاہیر علماء ہند کے

علمی مراسلے

مُرتّب

محمد ظفیر الدّین مفتاحی
مفتی دارالعلوم دیوبند

قاضی پبلیشرز وڈسٹری بیوٹرز دہلی ۱۳
QAZI PUBLISHERS & DISTRIBUTORS

مشاہیر علماء ہند کے

علمی مراسلے

مرتّب

مفتی ظفیر الدّین مفتاحی

قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
نئی دہلی ۱۳

مشاہیر علماءِ ہند کے

علمی مراسلے

اس مجموعہ میں ان اساتذہ اور اکابر علماءِ کرام کے خطوط ہیں جو اپنے وقت میں علم و فن کے اندر ممتاز و منفرد شمار ہوتے تھے اور جن کی علمی و عملی زندگی آج بھی روشن مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے اور جو خواص و عوام میں مقبول اور ہر دلعزیز ہیں۔

مرتب

مُحمّد ظفیرالدّین مِفتاحی

مفتی دارالعلوم دیوبند

ISBN 81-85362-56-4

نام کتاب ——— مشاہیر علماء ہند کے علمی مراسلے

مرتب ——— مفتی ظفیر الدین مفتاحی

سن طباعت ——— ۱۹۹۷ء

مطبع ——— بھارت آفسیٹ، دہلی ۶

صفحات ——— ۳۳۲

قیمت ———

قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

بی- ۳۵ (بیسمینٹ) حضرت نظام الدین ویسٹ

نئی دہلی ۱۱۰۰۱۳

فون: ۲۶۱۷۲۳۰ فیکس: ۶۸۳۱۱۰۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

از: مفکر اسلام حضرت ابو الحسن علی الحسینی الندوی، ندوۃ العلماء، لکھنؤ (الہند)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد!

راقم آثم نے ہندوستان کے مشاہیر اہلِ علم، اہلِ فکر، قائدین دین و دعوت، مصنفین و مفکرین کے ان خطوط کے مجموعہ پر نظر ڈالی، جو ان حضرات نے فاضلِ گرامی مولانا ظفیر الدین صاحب مفتاحی کے نام لکھے ہیں، اور یہ مشاہیر اہلِ علم، اہلِ فکر کے خطوط کا وہ گراں قدر مجموعہ ہے جو راقم کی نگاہ سے گذرا اور جس کی اپنی کمیت و کیفیت میں راقم کی نظر سے کم مجموعے گذرے ہیں، ان گراں قدر مکاتیب سے نہ صرف علمی و دینی رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، بلکہ وقت کے مسائل، اہلِ علم و اہلِ دین کے رجحانات و نفسیات، تجربات و تحقیقات علمی مآخذ کی نشان دہی، اور مطالعہ کا نچوڑ بھی سامنے آتا ہے جس کا بدل محض علمی و تصنیفی تحقیقات میں ملنا مشکل ہے۔

سب جانتے ہیں کہ مشاہیر زمانہ اور مصنفین و مفکرین کی گفتگو کے ٹیپ کرنے اور اس ریکارڈ کو محفوظ رکھنے اور اس سے استفادہ کرنے کا طریقہ پہلے ایجاد نہیں ہوا تھا، اور اگر معاصرین اہل علم و اہل نظر کے زمانہ میں ہو بھی گیا تھا تو اس سے کام لینے کا رواج نہیں ہوا تھا، اور اس کی جرأت بھی بہت سے حلقوں اور دینی و علمی مرکزوں میں دشوار اور خلاف ادب تھی، اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اور مشاہیر اہل علم و اہل فکر کی نفسیات، قلبی تاثرات اور ان حقائق کے علم کا (جو برسر عام اور بلند آواز سے نہیں کہے جا سکتے) بجز ذاتی خطوط کے علاوہ جو اپنے کسی معتمد و مخلص اور صاحب علم و فکر کے نام لکھے گئے ہوں، کوئی اور ذریعہ نہیں، اس لئے بھی یہ خطوط ایک گراں قدر و قیمت کے حامل ہوتے ہیں، جن سے ایک مؤرخ، ناقد و مبصر اور زمانہ و ملک کے رجحانات

اہلِ علم و دین کے تاثرات سے واقفیت کا شوق رکھنے والا، بلکہ ایک مؤرخ فکر و ادب بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

ان سب حقائق کی موجودگی و روشنی میں مکاتیب کا یہ گراں قدر مجموعہ جو مولانا ظفیر الدین صاحب مفتاحی کے نام ہیں، علمی و فکری قدر و قیمت کے ساتھ ایک تاریخی اہمیت و افادیت بھی رکھتا ہے، اور اس کی طباعت و اشاعت اُس مجموعہ میں جو مشاہیر کے مکاتیب و خطوط کے عنوان سے کتب خانوں کی زینت ہے۔ گراں قدر اضافہ کرتا ہے، جس کے لئے علمی و تاریخی ذوق رکھنے والوں اور زمانہ و ملک کی نبض اور نفسیات کے سمجھنے کا شوق رکھنے والوں کو مولانا کی اس پیش کش کا ممنون و شکر گذار ہونا چاہیے۔ اطال اللہ بقاء، وأکثر نفعہٗ۔

ابوالحسن علی ندوی

۲۵ رشعبان ۱۴۱۷ھ (۶ رجنوری ۱۹۹۷ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشاہیر علماءِ ہند کے علمی مراسلے

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

عقل وشعور آجانے کے بعد جہاں میں نے درسیات میں اپنی وسعت بھر محنت کی، وہیں الحمد للہ میں نے اپنے اساتذہ کرام اور دوسرے اصحاب فضل وکمال سے بھی علمی رابطہ قائم کیا، اور زندگی کے ہر موڑ پر ان سے رہنمائی ورہبری کی درخواست کی۔ یہ میری خوش بختی تھی کہ انہوں نے میری درخواست منظور کی اور رہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر ان کی توجہ میرے حال پر نہ ہوتی تو شاید میں کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتا۔ اور اب تک جو کام بھی ہوئے ہیں وہ نہ ہو پاتے، اس لئے اپنے ان بزرگوں کا جس قدر بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ رب العالمین ان سب کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ مرحمت کرے۔ ان کی رہنمائی سے درس وتدریس کی بھی خدمت انجام دی، تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا، اور علمی مقالے بھی لکھے، جو الحمد للہ شائع ہوئے اور ان سے خواص وعوام نے فائدہ حاصل کیا، اور ان سب کی طرف سے دعائیں بھی میرے حصہ میں آئیں۔ اپنے اساتذہ اور مربیوں کے ان خطوط کی حتی الوسع حفاظت کی، اور کہنا چاہیئے ان خطوط کا بڑا حصہ محفوظ رہا۔

ادھر بار بار خیال آیا کہ ان خطوط کو شائع کر دیا جائے تاکہ میری طرح دوسرے خواہش مند بھی ان سے استفادہ کر سکیں، اور مستقبل میں ان سے سبھوں کو فائدہ پہونچتا رہے، گویا یہ صدقہ جاریہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ان خطوط کا بڑا حصہ ترتیب دینے میں کامیابی حاصل ہوئی عزیزوں نے ان کی نقل کرنے میں میری مدد کی، اور دوسرے حضرات کا تعاون بھی مجھے حاصل رہا۔ خطوط کا مجموعہ اس طرح ترتیب دیا گیا، کہ ہر بزرگ کے خطوط کا ایک حصہ ہو گیا ہے، سبھوں

کے خطوط الگ الگ جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے، اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ خطوط کی ترتیب تاریخوار ہو، جہاں وضاحت ضروری تھی، وہاں مختصر حاشیہ لکھ کر وضاحت کرنے کی جدوجہد کی گئی ہے۔

آپ حضرات یقین فرمائیں ان خطوط میں خواص وعوام دونوں کے لئے رہنمائیاں ہیں، ان میں معلومات کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔ اور تقریبًا نصف صدی گذشتہ کی تاریخ بھی سمٹ آئی ہے، انشاء اللہ غور سے پڑھنے والوں کو روشنی ملے گی، اور یہ روشنی ان کو منزل مقصود تک پہونچانے میں مددمعاون بنے گی۔

ان مکتوبات میں علم وعمل کا نایاب ذخیرہ بھی ہے، دل ودماغ کا تزکیہ بھی ہے اور ذہن وفکر کو جلا بخشنے کا نسخہ بھی، میری دلی دعا ہے اللہ تعالیٰ اس مجموعۂ مکاتیب سے پڑھنے والوں اور سننے والوں کو فائدہ پہونچائے۔

جن علماء کرام کے خطوط ہیں وہ سب علمی دنیا کے دمکتے آفتاب وماہتاب ہیں، یہ سارے کے سارے برصغیر میں اپنی امتیازی حیثیت میں شہرت ومقبولیت بھی رکھتے ہیں اور انہوں نے اپنی زندگی میں بڑی اہم خدمات بھی انجام دی ہیں، جن سے ایک دنیا برابر مستفید ہورہی ہے، اور عرصہ تک مستفید ہوتی رہے گی۔

ان مکتوبات کی اشاعت کے سلسلہ میں سب سے پہلے میں نے اپنے کرم فرما اور تعمیری ذہن کے مالک ڈاکٹر منظور عالم زید مجدہ سے مشورہ کیا، انہوں نے اس سلسلہ میں میری حوصلہ افزائی فرمائی اور مرتب کرنے کا حکم دیا۔ اس مشورہ سے مجھے تقویت ہوئی، اور میری محنت میں توانائی پیدا ہوئی۔

اس حصہ میں صرف ان اساتذہ اور علماء کرام کے خطوط ہیں، جو اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ اپنے مولیٰ کریم کے پاس حاضر ہوچکے ہیں، جو زندہ ہیں ان کے خطوط اللہ تعالیٰ نے ہمت دی تو دوسرے حصہ میں یکجا ہوکر آپ کے سامنے آئیں گے۔ ہر ایک استاد کے خطوط کے شروع میں مختصر تعریف بھی دی گئی ہے، تفصیل کی ضرورت اس لئے محسوس نہیں ہوئی کہ تقریبًا سبھوں پر بہت سارے مقالے اور کتابیں چھپ کر آچکی ہیں۔

یہ طے ہے کہ یہ سارے مکاتیب خاکسار کے خطوط کے جواب میں لکھے گئے ہیں۔ ایک مدت گذر جانے کے بعد خود میرے ذہن میں پوری بات محفوظ باقی نہیں رہی۔ اس لئے دوسروں کو ان خطوط

کے کسی حصہ میں اپنی طرف کوئی غلط معنی متعین کرنے کا قطعاً حق نہیں ہے، اگر کوئی نیا غلط معنی اپنی طرف سے کرے گا تو وہ یقیناً غلط اور ناقابل اعتماد ہوگا۔

قاعدہ یہ ہے کہ کسی کے خطوط ان کی اجازت کے بعد ہی شائع ہوتے ہیں مگر چونکہ ان میں سے اس وقت کوئی بھی موجود نہیں ہے اس لئے اجازت کس سے لی جاتی۔ ان خطوط میں بحمداللہ کوئی اختلافی چیز بھی نہیں ہے بلکہ صرف علم و عمل کی ترغیب اور ان کی طرف رہنمائی ہے اور بعض کتابوں کی نشاندہی، جس کا مطالعہ ایک اہل علم کے لئے مفید ہے یا عمل صالح کی ترغیب۔

اخیر میں دعا ہے کہ رب کریم میری یہ حقیر خدمت قبول فرمائے۔ اور میرے لئے زاد آخرت بنائے۔
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ — طالب دعا۔

محمد ظفیر الدین غفرلہ
مفتی دارالعلوم دیوبند
۵ ربیع المنور ۱۴۱۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نشانِ منزل

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد! ظاہری حیثیت سے والدین کے بعد جن ہستیوں کی مجھ پر شفقت رہی وہ میرے محترم اساتذۂ کرام ارباب علم اور صاحب فضل و کمال علمار عظام ہیں، ان بزرگوں اور مقدس نفوس نے قدم قدم پر سنبھالا دیا۔ عقل و خرد اور علوم و فنون کے پُرکیف و نشاط انگیز باغوں کی سیر کرائی، تہذیب و تمدن اور شائستگی کی شاداب و خوشگوار وادیوں کو طے کرایا، اور گھٹنے کے بل چلنے والے بے مایہ انسان کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صداقت و حقانیت کے تابناک میناروں تک پہونچنے کی قوت میسر آئی۔ ضلالت اور گمراہی کی گھاٹیوں سے نکل کر نور و ہدایت کی شاہراہ تک آیا۔ اگر کبھی شیطانی وساوس نے قدموں میں جنبش پیدا کرنے کی کوشش کی، تو دل و دماغ کی وہ لازوال عزیمت ابھر آئی، جو ان تقدس مآب بزرگوں کی تحریروں اور تقریروں سے قلب و دماغ میں بس چکی تھی، اور جب کبھی بھی خیالات و تصورات کی دنیا میں انقلاب آیا، ان بزرگوں کے چند جملوں نے دل کے عزائم کو نور سے بھر دیا۔

زندگی کی ابتدا سے لے کر اس وقت تک کے حالات پر جب کبھی غور و فکر کرتا ہوں تو زندگی کے ہر موڑ پر ان مقتدر ہستیوں کے بحر فیوض و برکات کی موجوں کو اپنی طرف اس طرح لپکتے دیکھتا ہوں گویا کہ وہ اپنی آغوشِ محبت و رحمت میں لینے کو بے قرار ہیں، جہاں بھی مقاصدِ حیات سے غفلت پیدا ہوئی، ان کی محبت و شفقت کی سریلی اور دلفریب صداؤں نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور علمی جوش و خروش اور جذبہ و ولولہ سے سینہ کو معمور کر دیا۔

کاغذ کے کالے نقوش کو جو کبھی بے حقیقت کھیل معلوم ہو رہے تھے انہی بزرگوں کی شفقت نے

حقیقت کا رنگ دیا، اور پھر ان میں وہ دولت ملی جو نابینا کو بینا ہونے کے بعد مل سکتی ہے، پھر ایک دور آیا کہ دوسری زبان جس کو بغیر حرکات و سکنات پڑھنا ہمارے لئے صرف ایک دشوار اور مشکل ہی کام نہ تھا بلکہ محال بھی تھا، چند سالوں میں ان کی نظر لطف و کرم کے صدقہ میں ایک سہل چیز بن گئی، اس طرح ہم ان خدائی فرامین سے مستفیض ہوئے، جو دنیا کی سب سے اہم دولت اور دوجہاں کی سب سے گرامی قدر نعمت ہے، پھر ان فرامین کے حقائق نے ایمان و عمل میں استقامت بخشی۔

طالب علمی کا رسمی دور ختم ہوا، اور ایک نئے دور میں قدم رکھنا پڑا، جہاں کی راہ و رسم سے مس تک نہیں تھی تو بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ یہاں پہونچ کر دل و دماغ کی عجیب کیفیت ہوئی، اس موقع پر اساتذہ کرام اور دوسرے بزرگوں کا سہارا اور ان کی رہبری و رہنمائی نہیں ہوتی تو پتہ نہیں کیا حال ہوتا۔

متعلم کو قدرت نے معلم بنا کر مسند درس و تدریس پر بٹھایا تو یہ بھی عملی طور پر ایک نیا میدان تھا۔ کتابیں گو ابتدائی تھیں، مگر جن کو پڑھانے بیٹھا تھا وہ عمر میں مجھ سے کچھ زیادہ چھوٹے نہ تھے، بلکہ بعض تو بڑے تھے، اس لئے اسے اس طرح نباہ لے جانا کہ اپنا وقارِ معلمی بھی باقی رہے، اور طلبہ کے سن رشدی کی توہین بھی نہ ہو، پھر اس سے بڑھ کر اسباق ان سے یاد کرائے جائیں، بڑا کٹھن سوال تھا، اور دشوار ترمرحلہ، مگر ان بزرگوں کا احسان ہے کہ یہ منزل بھی بخیر و خوبی گذر گئی۔ اور ان محترم حضرات کا مشورہ اور ان کی محبت میں ڈوبی ہوئی رہبری برابر شاملِ حال رہی۔

زندگی کے مختلف دَور ہوتے ہیں، ہر منزل پر ان کی شفقتیں کام آئیں۔ کسی دوراہے پر پہونچ کر جب دل میں تذبذب اور شکوک و شبہات کا بے پناہ زور پیدا ہوا۔ اس مشکل وقت میں ان کی تحریریں مشعلِ راہ بنیں، اور انہوں نے ایک مناسب راستہ پر ڈال دیا۔

غربت و مسافرت کی تلخیوں نے ہمت و جرأت پر جب ضرب کاری لگانے کی سعی کی، اجنبیت اور غیروں کی بیگانگی نے جب کبھی ستایا تو خدا گواہ ہے ان کی محبت و شفقت نہیں برداشت کر سکی اور آگے بڑھ کر انہوں نے اس شدت و تلخی کو مسرت و شیرینی میں تبدیل کر دیا۔

ملازمت کی زندگی جو سب سے زیادہ تلخ اور تکلیف دہ ہوتی ہے، جہاں اس کی ماتحتی میں رہنا ہوتا ہے۔ جو غیر ہوتا ہے۔ جس کو ملازم سے کوئی خاص ہمدردی نہیں ہوتی ہے، جو اپنے کو ملازم کی گردن

کا مالک سمجھتا ہے اور ملازم و مدرس کی خودداری دیکھ کر اس کی جبینِ نخوت وغرور پر شکن اور بل پڑنے لگتے ہیں۔ جس کی عموماً خواہش ہوتی ہے کہ ماتحت اس کی بیجا خوشامد کرتا رہے اور اس کی ہر جائز و ناجائز مشوروں کی تائید کرے۔

اس صبر آزما زندگی میں جب ملازم کی خودداری اور آقا کی نخوت میں ٹکر ہوئی اور مصائب کے ہجوم ٹوٹ پڑے تو اس موقع پر بھی انہی نفوس قدسیہ کی دعاؤں اور مشوروں نے سہارا دیا اور دل کے گہرے زخم پر مرہم رکھا۔

علمی ذوق وشوق نے جب دل میں یہ جذبہ پیدا کیا کہ وہ مصنفوں کی صف میں شریک ہو اور اس موقع سے ناتجربہ کاری سدِ راہ بنی تو اس پر چلنے کا حوصلہ انہوں نے ہی دیا۔ اور قدم قدم پر رہبری کا فریضہ ادا کیا۔

یہ اور اس طرح کے بیسوں مواقع آئے جہاں ان کی ہی تحریر و تقریر رہنما بنی اور ہمت بندھائی۔ اس موقع سے تحریری رہنمائیوں کا ایک حصہ جو بصورت خطوط ہمارے پاس موجود ہے نشانِ منزل کے نام سے پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ کوئی شبہ نہیں کہ یہ طرز جدید آپ کو اجنبی معلوم ہوگا، مگر اس کی افادیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس حقیر خدمت کو قبول فرمائیں، اور اہل علم اس مجموعہ سے زیادہ سے زیادہ منتفع ہوسکیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

محمد ظفیر الدین غفرلہ

دار العلوم معینیہ سانحہ ضلع مونگیر (بہار)

۲۲ رمارچ ۱۹۵۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسماءِ گرامی مشاہیر علماءِ ہند

(جن کے خطوط اس مجموعہ میں شامل ہیں)

(۱) حضرت العلامہ مولانا سید سلیمان ندویؒ المتوفی ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء
معتمد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ و دارالمصنفین اعظم گڈھ
وقاضی القضاۃ بھوپال

(۲) حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی المتوفی ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء
صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

(۳) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب المتوفی ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء
مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

(۴) حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی المتوفی ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۴ء
بانی ندوۃ المصنفین دہلی

(۵) حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی المتوفی ۱۴۱۲ھ/
امیر الہند و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ مرقاۃ العلوم مئو

(۶) حضرت مولانا عبداللطیف نعمانی المتوفی ۱۴۰۳ھ شیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم مئو

(۷) حضرت مولانا منت اللہ رحمانی المتوفی ۱۴۱۱ھ امیر شریعت بہار و اڑیسہ و جنرل سکریٹری آل انڈیا
مسلم پرسنل لا بورڈ

(۸) حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی المتوفی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء نائب امیر شریعت بہار و اڑیسہ

(۹) حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی المتوفی ۱۴۰۵ھ صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

(۱۰) حضرت مولانا شاہ حلیم صاحب المتوفی ۱۹۵۵ء شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۱۱) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب المتوفی ۱۳۷۲ھ صدر جمعیۃ علماء ہند و صدر المدرسین مدرسہ امینیہ دہلی

(۱۲) حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی المتوفی ۱۳۸۲ھ ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند

(۱۳) حضرت مولانا محمد اویس صاحب ندوی نگرامی المتوفی ۱۹۷۶ء شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۱۴) مولانا محمد اسحٰق سندیلوی. لکھنؤ

(۱۵) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری المتوفی ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

(۱۶) حضرت مولانا عبد الماجد دریا آبادی المتوفی ۱۹۷۷ء مفسر قرآن و ایڈیٹر صدق جدید لکھنؤ

(۱۷) حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری المتوفی ۱۹۸۲ء شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

(۱۸) حضرت مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی المتوفی سنہ استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

(۱۹) حضرت مولانا نسیم احمد فریدی المتوفی ۱۹۸۸ء استاذ مدرسہ امروہہ

(۲۰) مولوی سید محمد قادری (چھپرہ) المتوفی سنہ استاد مدرسہ وارث العلوم چھپرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید الملت حضرت مولانا سید سلیمان ندوی
(رحمۃ اللہ علیہ)

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

سنہ ۱۹۴۰ء میں خاکسار چھپرہ سے تکمیل تعلیم کے ارادہ سے مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ حاضر ہوا۔ وہاں کے مدرسہ مفتاح العلوم میں باضابطہ داخلہ لیا، اس مدرسہ میں مجھے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی اور حضرت مولانا عبد اللطیف نعمانی کی تدریسی خدمات کی شہرت ومقبولیت لے گئی تھی۔ میں نے یہاں زندگی کے چار سال گذارے۔

تعارف کا ذریعہ

یہیں پہلے پہل رسالہ معارف اعظم گڈھ پڑھنے کا موقع ملا جس کے ایڈیٹر حضرت سید صاحب تھے۔ ہر ماہ آپ کے شذرات شوق سے پڑھا کرتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت سید صاحب سے غائبانہ ایک تعلقِ خاطر ہوگیا، پھر کچھ ہی عرصہ بعد "حیاتِ شبلی" چھپ کر شائع ہوئی، چونکہ مجھے بڑوں کی زندگی پڑھنے کا خاص شوق تھا، میں نے اس کتاب کو بڑے ذوق وشوق کے ساتھ از اول تا آخر پڑھا اور دو مرتبہ پوری حیات شبلی ختم کی۔ سید صاحب سے جو تعلق غائبانہ تھا وہ اس کے بعد بہت بڑھ گیا، اور آپ کی دوسری کتابیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پڑھنے لگا اور شبلی نعمانی کی بھی تمام تصنیفات کا مطالعہ کیا۔ اس طرح حضرت سید صاحب سے ایک قلبی لگاؤ ہوگیا، مگر اب تک میری ملاقات سید صاحب سے نہیں ہوئی تھی۔

شعبان سنہ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۴ء میں میرا دورۂ حدیث ہوا۔ یہ درس نظامیہ کا اخیر سال تھا۔

حضرت الاستاد سے درخواست

سالانہ امتحان دے کر گھر نہیں گیا، مئو میں رُک گیا۔ حضرت الاستاذ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مدظلہ کی خدمت

میں جاتا آتا رہا۔ ایک دن دل کی بات زبان پر آئی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے آپ دارالمصنفین اعظم گڈھ میں رکھوا دیں تاکہ لکھنے کے ذوق کی تکمیل ہو جائے۔ مولانا نے فرمایا سعی کروں گا مگر یہ پہلے ہی بتا دوں کہ غیر ندوی کو وہ لوگ نہیں رکھتے ہیں۔ اعظم گڈھ جانا ہوا اور سید صاحب سے ملاقات ہوئی تو تذکرہ ضرور کروں گا۔

میری خوش بختی

اس جواب سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میری خوش قسمتی سے ایک ہفتہ بعد ہی حضرت الاستاد اعظم گڈھ تشریف لے گئے، کوئی اپنا علمی کام تھا، میری خوش بختی دیکھئے کہ اس سفر میں سید صاحب سے جب آپ کی ملاقات ہوئی تو از خود حضرت سید صاحب نے حضرت الاستاذ سے فرمایا کہ آپ اپنا کوئی اچھا شاگرد دیں، جس کو فقہ کے لئے تیار کروں، مگر وہ ایسا اور ایسا ضرور ہو۔ صرف و نحو اس کی خوب مضبوط ہو، ادب عربی سے بھی مناسبت ہو، اور لکھنے پڑھنے کا عمدہ ذوق بھی رکھتا ہو۔ اس موقع پر حضرت الاستاذ مدظلہ کو میری باتیں یاد آئیں، سید صاحب سے فرمایا ایک طالب العلم ایسا ہے اور وہ اسی سال فارغ ہوا ہے، اور ماشاءاللہ اس کی مجموعی صلاحیت قابلِ اطمینان ہے میں جاکر اسے آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔ آپ خود اندازہ لگالیں گے۔

حضرت الاستاذ مدظلہ جب واپس آئے اور خدمت میں میری حاضری ہوئی تو یہ سارا قصہ کہہ سنایا اور فرمایا تم میرا خط لے کر چلے جاؤ اور سید صاحب سے ملاقات کر آؤ۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ دو ایک دن بعد خط لکھوا کر اعظم گڈھ حاضر ہوا۔

اعظم گڈھ حاضری

وہاں پہنچ کر یہ معلوم ہوا کہ سید صاحب جونپور اپنی بچی کے یہاں گئے ہوئے ہیں، تیسرے دن تشریف لائیں گے۔ میں واپس ہونے لگا تو مولانا محمد اویس صاحب نگرامی نے فرمایا صرف ایک دن درمیان میں ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ایک دن میرے مہمان رہیں اور مل کر ہی جائیں۔ یہ سہارا میرے لئے کافی تھا، رک گیا، مولانا نگرامیؒ نے میری مہمانی کا بار اٹھایا۔ گفتگو میں سید صاحب کا مزاج بتایا کہ کیا ہے اور ان سے گفتگو کا انداز کیا ہونا چاہیئے۔

پہلی ملاقات

تیسرے دن کوئی دس بجے حضرت سید صاحب تشریف لے آئے۔ گھر سے ہو کر جب دفتر میں آکر بیٹھ گئے، تو مولانا نگرامی نے فرمایا۔ اب جاکر ملیں۔

دفتر میں حاضر ہو کر میں نے سلام عرض کیا۔ سامنے کرسی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا بیٹھ جائیں۔ یہ میری سب سے پہلی ملاقات تھی۔ چند منٹ بعد فرمایا کہاں سے آنا ہوا؟ عرض کیا مئو سے حاضر ہوا۔ فرمانے لگے اچھا مولانا اعظمی نے آپ کو بھیجا ہے؟ عرض کیا جی ہاں اور مولانا کا خط نکال کر سامنے رکھ دیا۔

سید صاحب کا حکم

حضرت سید صاحبؒ خطوط کے جوابات لکھنے میں مشغول تھے۔ خط پورا کر کے فرمایا دیکھئے وہ حدیث کی الماری ہے اس میں سے مشکوٰۃ شریف نکال کر شب برات والی حدیث ڈھونڈ کر مجھے دیں۔ ایک صاحب نے پوچھا ہے۔ میں نے کتاب نکالی اور حدیث نکال کر سامنے کر دی۔ پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ اسماء الرجال کی فلاں کتاب نکالیں اور اس نام کے راوی کے حالات دیکھیں۔ الحمدللہ! راوی کا نام بھی مل گیا۔ نکال کر کتاب سامنے کر دی۔ کوئی آدھ گھنٹہ میں فارغ ہو چکے تو اب میری طرف مخاطب ہوئے۔

سید صاحب کے سوالات

فرمایا آپ نے دورۂ حدیث پڑھ لیا؟ میں نے جواب دیا جی ہاں، اسی سال ختم ہوا ہے۔ فرمایا پھر اب کیا چاہیئے۔ ماشاءاللہ آپ عالم دین بن گئے۔ پھر خود ہی فرمانے لگے دیکھ رہے ہیں کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ اپنے تجربہ کی روشنی میں یقین دلاتا ہوں کہ اس علم سے دنیا نہیں ملتی ہے۔ رہی دین کی بات وہ عمل سے متعلق ہے۔ اور عمل کے لئے جتنا آپ پڑھ چکے ہیں بہت کافی ہے عمل کر کے آخرت سنوار لیجئے۔

بندہ کا جواب

پھر آپ چاہتے کیا ہیں کہ اس کے لئے زحمت اٹھا کر یہاں آئے میں نے جواب میں عرض کیا۔ سچی بات یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں نہ دنیا طلب کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ اور نہ آخرت سنوارنے کی جستجو میں۔ میری یہ کھری کھری باتیں سن کر حضرت سید صاحبؒ میری طرف حیرت سے دیکھنے لگے۔ فرمایا پھر آپ کا مقصد کیا ہے؟ عرض کیا حضرت! میں نے بچپن سے اب تک دس پندرہ سال مدرسہ میں گذار دیئے ہیں۔ تھوڑا بہت جو ہو سکا پڑھا بھی مگر صحیح یہ ہے کہ رسوخ فی العلم جسے کہتے ہیں یا علمی شدہ بدھ اور بصیرت وہ حاصل نہیں ہو سکی ہے، دل کی تڑپ یہ ہے کہ کچھ آئے اور کسی درجہ میں علمی مناسبت پیدا ہو جائے۔

میرے اس جواب کے بعد حضرت بالکل خاموش ہو گئے۔ فرمایا آپ کا کہاں قیام ہے؟ عرض کیا مولانا نگرامی صاحبؒ کا مہمان ہوں۔ ہنس کر فرمایا جائیے کھا کر آرام کیجئے۔ اب ظہر بعد

ملاقات ہوگی۔

وہاں سے فارغ ہوکر مولانا محمد اویس نگرامی کے کمرہ میں آگیا، اور جو گفتگو ہوئی تھی سب دہرادی۔ مولانا خوش ہوئے۔

سید صاحب کی شرط ظہر کے بعد پھر اسی طرح کی گفتگو کے بعد فرمایا۔ آپ کو ایک سال ندوہ میں رہنا ہوگا، پھر انشاء اللہ جو کچھ ہوسکے گا کروں گا۔ ۱۵ر شوال کو دارالعلوم ندوہ کھلتا ہے۔ آپ درخواست لکھ کر دے جائیں۔ واپس آکر نگرامی صاحب کو بتایا کہ یہ حکم ہوا ہے۔ درخواست لکھ کر آپ کو دے جاتا ہوں۔ آپ پیش کردیں گے۔ مجھے اجازت دیں۔ اس ٹرین سے مؤ چلوں۔ فرمایا جلدی نہ کریں، ٹھہریں کل آپ جاسکیں گے۔ ٹھہر گیا۔ بعد عصر صحن میں میز کرسیاں لگ گئیں۔ عصر کی نماز بعد سید صاحب تشریف لے آئے۔ اور رفقا بھی جمع ہو گئے۔ مجھے مخاطب کرکے فرمایا اس ویرانے میں آپ کا جی لگے گا؟ پھر دوسری باتیں ہونے لگیں۔

میری طرف سے درخواست صبح میں، میں جہاں سویا ہوا تھا۔ دیکھا سید صاحب گذرے اور سونے والوں کو جگانا شروع کیا۔ بعد نماز چائے پی کر مولانا نگرامی کے مشورے سے درخواست لکھی۔ مولانا ابوالعرفان ؒ نے اس پر نظر ثانی کی۔ یہ دونوں اس زمانہ میں حضرت سید صاحب کے زیر تربیت تھے۔ درخواست صاف کرکے حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست پیش کی۔ ایک جملہ پڑھ کر فرمایا کہ لیڈری کی اس سے بو آتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اسے بدل دوں۔ فرمایا نہیں، جو دل میں ہوتا ہے وہ زبان قلم پر آکر رہتا ہے۔ پھر واپسی کی اجازت حاصل کرکے نگرامی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، اور دونوں حضرات سے مل کر مؤ کے لئے روانہ ہوگیا۔

حضرت الاستاد کی خدمت میں مؤ میں حضرت الاستاذ میری واپسی کے منتظر تھے۔ جب استاذ مکرم کی خدمت میں حاضری ہوئی، تو میں نے جو کچھ گذرا تھا تفصیل سے کہہ سنایا۔ دیکھا حضرت کے چہرہ پر بشاشت آئی۔ مسکرا کر فرمایا وہی ہوا جو میں نے کہا تھا۔ اس کی تو مسرت ہوئی کہ تم سید صاحب کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ مگر تم ایک سال ندوہ میں پڑھنے کے بعد اپنے کو ندوی لکھنا شروع کردوگے، محنت ہم نے کی، آدمی ہم نے بنایا۔

اور ایک سال بعد ہمیں بھول جاؤ گے۔ پھر خود ہی فرمایا ہو کیا؟ ہمارے یہاں ہونہار طلبہ کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے اس لئے تمہارے ساتھ بھی مجبوری ہے۔

بات ختم ہوگئی۔ میں کچھ دنوں مزید رُکا رہا۔ پھر رمضان کے قریب وطن روانہ ہوگیا۔ اب قدرت کا کرشمہ ملاحظہ ہو۔ اخیر رمضان ۶۳ھ میں بیمار ہوگیا۔ میری یہ بیماری محرم تک چلتی رہی۔ یوں خط و کتابت حضرت سید صاحبؒ سے اور حضرت الاستاذ سے جاری رہی۔ بعد بقرعید حضرت سید صاحب کا گرامی نامہ ملا۔

سید صاحب کا گرامی نامہ

"مولانا (حبیب الرحمٰن صاحب) کا نہ کوئی خط آیا، نہ آپ نے اپنے اسانید وغیرہ بھیجے اور وقت بھی زیادہ گذر گیا اور تعلیم کا سہ ماہی امتحان بھی گذر چکا۔ آپ بالفعل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی خدمت میں آ جائیں۔ مجھے اس وقت سفر درپیش ہے۔ آپ مئو میں کتنے روپے میں کام ماہانہ چلالیں گے۔"

سید سلیمان ۲۴ ذی الحجہ ۶۳ھ

۱۴ دسمبر ۱۹۴۴ء

میں غم میں مبتلا ہوگیا کہ میرا یہ سال برباد ہوا۔ پھر ابھی میں صحتیاب بھی پورے طور پر نہیں ہوسکا تھا حضرت سید صاحب کے مکتوب گرامی کی اخیر سطر سے ڈھارس بندھی کہ ابھی آپ نے مجھے اپنی ہی فہرست میں رکھا ہے اور میرے لئے آپ کے دل میں بیحد محبت ہے۔ یہ میری انتہائی خوش قسمتی کی علامت ہے۔

حضرت الاستاذ کا گرامی نامہ

ابھی علاج جاری تھا مگر سوچ رہا تھا کہ حضرت الاستاذ کو کیا لکھوں اور کس طرح لکھوں کہ رب العالمین نے میری مدد فرمائی۔ اس خط کے دو تین دنوں بعد ہی استاد مکرم کا گرامی نامہ ملا۔ وہ بھی آپ پڑھیں اور دیکھیں قدرت کی دستگیری، اپنے ضعیف و ناتواں بندے کے ساتھ کیسے ہوتی ہے۔ گرامی نامہ کا مضمون بعد سلام یہ ہے۔

"دعائے عافیت کے بعد معلوم ہو کہ رمضان سے لے کر اب تک ایسی الجھنوں میں تھا کہ تم کو بلا واسطہ خط لکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ بہرحال اب غور و فکر کے بعد تمہارے

حق میں میں نے یہی بہتر خیال کیا کہ چند دنوں یہیں مدرسہ میں رہو، مدرسہ سے کھانے کے علاوہ کچھ وظیفہ بھی مقرر کر دیا جائے گا۔ فتویٰ نویسی یا تدریس جس کام کو شوق ہو اس کی مشق ہم لوگوں کے زیر نگرانی کرو۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ لہٰذا اگر صحت ہو گئی تو جلد آجاؤ۔

میں نے اس سال کمیٹی میں اپنی یہ تجویز رکھ کر پاس کرالی ہے کہ مدرسہ میں اپنے یہاں کے فارغ التحصیل دو تین لڑکوں کو مختلف شعبوں میں رکھ کر ان سے مختلف چیزوں میں مشق کرائی جائے۔

اگر تمہارے آنے میں دیر ہو تو فوراً مطلع کرو، اور اندازے سے اپنے آنے کی تاریخ بتا دو۔"

حبیب الرحمٰن الاعظمی ۲۶ رذی الحجہ ۱۳۶۳ھ ۱۳ ردسمبر ۱۹۴۴ء

مئو حاضری

اس مکتوب گرامی کے بعد میری فکر جاتی رہی۔ میں نے حضرت الاستاذ مدظلہ کو لکھا کہ انشاء اللہ ۱۵ ر محرم تک حاضری کی توقع ہے۔ چنانچہ میں وقت پر مفتاح العلوم میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ ایک نیا انقلاب سامنے ہے مگر میں نے حضرت سے عرض کیا میرا انتظام مفتاح العلوم میں کر دیا جائے۔ حضرت نے میرے حسب منشا انتظام کر دیا اور حضرت الاستاذ مولانا عبداللطیف نعمانی نے چار پانچ چھوٹی کتابوں کے اسباق میرے ذمہ کر دیئے اور فتویٰ نویسی کا کام بھی۔

مفتاح العلوم میں تدریس و افتاء

حضرت سید صاحب کو صورت حال کی اطلاع کر دی۔ چنانچہ خطوط کے ذریعہ میری رہنمائی و رہبری بھی فرماتے رہے اور حوصلہ افزائی بھی۔ محرم سے لے کر شعبان تک مفتاح العلوم کا مدرس رہا۔ شوال ۱۳۶۴ھ میں پھر حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ کی بات طے پا گئی۔

ندوۃ العلماء میں داخلہ اور نگرام کی مدرسی

چنانچہ میں نے وہاں جا کر درجہ نہم عربی میں جو وہاں کا آخری درجہ تھا داخلہ لے لیا۔ ڈھائی تین ماہ

دارالعلوم ندوہ میں زیر درس رہا۔ پھر دوسرا آزمائشی دور ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ کے اخیر میں پیش آیا۔ ندوہ کے شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد اویس نگرامی کے اصرار پر مجھے مدرسہ معدن العلوم نگرام کی صدر مدرسی قبول کرنا پڑی اور ندوہ سے نگرام منتقل ہوجانا پڑا۔ جس کے لئے حضرت سید صاحب راضی نہیں تھے مگر خاکسار کے اصرار پر اجازت مرحمت فرمادی۔ اور اپنے خطوط سے برابر نوازتے رہے۔ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ سے دوڈھائی سال نگرام میں بحیثیت صدر مدرس کام کرتا رہا

نگرام سے سانحہ

۲ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۴۸ء کو دارالعلوم معینیہ سانحہ ضلع مونگیر آیا۔ جو اس وقت ابتدائی مدرسہ تھا، بعد میں عربی درجات جاری ہوئے اور کوئی آٹھ سال وہاں قیام رہا۔

حضرت سید صاحب نے یہاں کے قیام پر اطمینان کا اظہار فرمایا۔ درمیان میں کچھ دنوں کے لئے مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل ضلع سورت جانا ہوا، تو وہاں بھی حضرت کے خطوط آتے رہے۔

سید صاحب کی بھوپال منتقلی

حضرت سید صاحب سارے خطوط اپنے قلم سے لکھ کر روانہ فرماتے تھے۔ پہلے اعظم گڈھ سے لکھا کرتے تھے۔ جب تک وہاں قیام رہا۔ ابتداء میں وہاں کبھی کبھی جاکر ملتا بھی رہا، پھر وہاں سے دل گیر ہوکر بھوپال تشریف لے گئے اور حالات کی مجبوری سے ۱۶ جولائی ۱۹۴۶ء کو آپ بھوپال کے عہدہ قاضی القضاۃ پر فائز ہوئے اور جامعہ احمدیہ کے امیر بنائے گئے۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک آزاد ہوا تو مسلم ریاست کی پہلی حیثیت باقی نہیں رہی یہاں کے حالات نے دل برداشتہ کردیا تو یکم جون ۱۹۵۰ء کو عہدۂ قضا سے استعفا دے دیا اور حج کے لئے روانہ ہوگئے۔

کراچی روانگی اور وفات

آخر میں کراچی تشریف لے گئے۔ ہر خط پر اس جگہ کا نام درج ہے جہاں سے خط لکھا گیا ہے، سید صاحب کا آخری خط ۱۱ فروری ۱۹۵۳ء کا لکھا ہوا ہے جو سانحہ ضلع مونگیر کے پتہ پر موصول ہوا۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء میں کراچی میں آپ کا وصال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کے خطوط میں ایک طالب علم اور ابتدائی معلم کے لئے رہنمائی کے بہت سارے ذخیرے یکجا ہیں جن سے بڑی آسانی کے ساتھ وہ منزل تک پہونچ سکتا ہے۔ سلوک کے راہ رو کے لئے بھی ان خطوط میں نشان منزل کے ستارے بلکہ ماہتاب قدم قدم پر طلوع ہوتے نظر آتے ہیں اور قلوب کو ان سے روشنی ملتی ہے۔ ایک مصنف اور مؤلف کے لئے ان مکاتیب میں بڑا مواد ہے، جن سے وہ اپنے دامن کو ہر طرح کے رنگین و خوشنما پھولوں سے آراستہ کر سکتا ہے اور اپنے کو علم وعمل کی لائن پر لگا سکتا ہے۔

ملازمت کی زندگی میں نشیب وفراز بہت آتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ملازم گھبرا کر بول اٹھتا ہے اب کہاں جائیں۔ غور کرنے سے ان مکاتیب میں اس سوال کا جواب بھی ہاتھ آ سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ مکتوبات سلیمانی میں وہ سب کچھ ہے جس کی ایک مبتدی کو ضرورت پڑتی ہے۔

مکتوباتِ سلیمانی کے اثرات

اپنا حال یہ رہا کہ جب کبھی زمانہ نے بے رخی دکھائی یا دل پر زخم لگے تو مکتوبات سلیمانی نے ڈھارس بندھائی اور صبر و شکیبائی کی ایک آہنی دیوار کھڑی کر دی، جس کو بڑا سے بڑا طوفان بھی متاثر نہیں کر سکا اور جس کے سہارے زندگی کی ٹرین فراٹے بھرتی چلتی رہی۔ ان مکتوبات میں والدین کی سی محبت اساتذہ کی سی شفقت اور مرشد و مربی کی تربیت اور رشد و ہدایت سب کی سب جمع ہیں۔ پڑھنے والے آنکھیں کھول کر پڑھیں گے تو انھیں اپنے سوالات کے جوابات ملیں گے۔ دیدۂ بصیرت میں روشنی آئے گی اور قلوب رحمتِ خداوندی سے معمور ہوتے نظر آئیں گے۔ حضرت کے حالات کے لئے تذکرۂ سید سلیمان کا مطالعہ فرمایا جائے۔

طالب دعا محمد ظفیر الدین غفرلہٗ

مفتی دار العلوم دیوبند ۲ رجب ۱۴۱۲ھ ۹ جنوری ۱۹۹۲ء

ل سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں اپنے وطن دیسنہ ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر، پھلواری شریف اور مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں حاصل کی۔ پھر دارالعلوم ندوہ جا کر تکمیل کی اور وہیں ۱۹۰۸ء میں مدرس بنا دیئے گئے۔ ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۴ء تک پونا کالج میں لکچرر رہے۔ پھر وہاں سے استعفیٰ دے کر ۱۹۱۴ء میں اعظم گڈھ استاذ محترم علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ کی خدمت میں آگئے اور ہمیشہ کے لئے استاد کے منصوبہ کی تکمیل کے لئے یہیں رہ گئے۔ کچھ سالوں سیاست میں بھی حصہ لیا۔ تفصیل سیرت سلیمان میں پڑھیں۔ ظفیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکاتیب حضرت سید سلیمان صاحب ندوی

دار المصنفین اعظم گڈھ (۱)

مکرم![1] السلام علیکم

آپ کا مقصود اگر دار العلوم ندوہ میں تعلیم کا حصول ہے تو آپ کو درخواست دینی چاہیئے جس پر آپ کے وطن کے دو اکابر کے دستخط ہوں، اور یہ بھی سمجھ لیں کہ وہ ایک دینی درسگاہ ہے جہاں نماز باجماعت کی شرط ہے۔ داڑھی اور بال وغیرہ ایسے ہوں جو اسلامی شکل وصورت سے عبارت ہو، بے باکانہ اور گستاخانہ لیڈری کا شوق جو آج کل کے طالب علموں میں ہے، اس کی ضرورت نہیں۔ صرف علومِ دین کی تحصیل کا شوق اگر ہو تو درخواست دیں، ہم لوگ مولوی فاضل وغیرہ کے امتحان کو بھی ناپسند کرتے ہیں، دستور العمل داخلہ دفتر ندوۃ العلماء لکھنؤ سے منگوا لیجئے، والسلام سید سلیمان

۲۹ر شعبان ۱۳۶۲ھ ۲۱ر اگست ۱۹۴۳ء

(۲)

اعظم گڈھ مکرم! السلام علیکم

آپ سے میں نے کہا تھا کہ اپنی سند اور مولانا[2] کی تصدیقی سفارش بھجوادیں۔ مگر اب تک یہ چیزیں نہیں آئیں، اب بھی آپ دار العلوم ندوہ لکھنؤ کے پتہ سے بھجوادیں، جلدی کریں

والسلام سید سلیمان ندوی ۸ر شوال ۱۳۶۲ھ

---

[1] یہ ملاقات سے پہلے کا مکتوب گرامی ہے جو میرے خط کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ ظفر

[2] حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ مفتاح العلوم مئو، دار العلوم ندوہ میں داخلہ کے لئے تصدیق کی ضرورت تھی۔ میں اپنی بیماری کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکا تھا۔

(۳)

اعظم گڈھ

مکرم! السلام علیکم

میرے پاس ابھی تک وہ تصدیق نہیں پہونچی۔ بہرحال عید اضحیٰ تک جب آپ آئیں گے آپ کا سامان ہو سکے گا۔ مگر یہ خیال میں رہے کہ امتحان کے بعد یہ فیصلہ ہوگا کہ آپ کس درجہ کے لائق ہیں۔

امسال بعض اور لڑکے بھی تکمیل کے ارادہ سے آئے، مگر امتحان میں آٹھویں اور نویں کے قابل ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفاءِ عاجل کامل عطا فرمائے۔ والسلام

ہیچمدان سید سلیمان ندوی

۳ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ

(۴)

اعظم گڈھ

مکرم! السلام علیکم

مولانا کا نہ کوئی خط آیا نہ ملاقات ہوئی۔ نہ آپ نے اپنے اسانید وغیرہ بھیجے اور وقت بھی زیادہ گذر گیا۔ اور تعلیم کا سہ ماہی امتحان بھی گذر چکا[1]۔ آپ بالفعل مولانا حبیب الرحمٰن کی خدمت میں آجائیں۔ آپ مئو میں کتنے روپے میں کام ماہانہ چلا لیں گے۔ اس وقت مجھے سفر درپیش ہے۔ والسلام

سید سلیمان ندوی

۲۴ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ

---

[1] اپنی ملازمت کی وجہ سے یہ سب فراہم نہیں کر سکا۔

(۵)

اعظم گڈھ

مکرم ! السلام علیکم

میں تین ماہ کے بعد مدراس و بمبئی و حیدرآباد کے سفر سے اب واپس آیا ہوں۔ معلوم نہیں محبی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب آج کل کہاں ہیں۔

آپ تدریس[1] کی خدمت سے گھبرائیں نہیں۔ بڑی ضروری چیز ہے۔ اور بڑے فوائد پر مشتمل ہے۔ انشاءاللہ آپ کی طلب جاری رہی تو کامیابی انشاءاللہ ضرور ہوگی مضطرب نہ ہوں۔ مطالعہ اور تدریس جاری رکھیں۔ مدرسہ والوں کو چاہیئے کہ آپ کی خدمت[2] بھی کریں۔ میں انشاءاللہ کچھ رقم حاضر کرتا ہوں۔ مولانا آج کل کہاں ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟ اس کی اطلاع ضرور دیجئے۔

والسلام

سید سلیمان ندوی ۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۴ھ / سنہ ۱۹۴۵ء

(۶)

اعظم گڈھ

عزیز مکرم ! زاد توفیقکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خوشی ہوئی کہ آپ کو میری باتوں سے تشفی ہوئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اخلاص عمل کے ساتھ آپ کو علم نافع عطا فرمائیں۔ اس وقت جو کتابیں[3] آپ پڑھا رہے ہیں ان کو آگے کی ترقی کا زینہ سمجھئے۔ چھوٹا یا بڑا جو فن ہو اس کو فن کی حیثیت سے پڑھائیے۔ کتاب کی حیثیت ثانوی اور فن کی حیثیت اولیٰ ہو۔ اگر یہ مختصر فقرہ آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو کسی فرصت کے دن میں آکر سمجھ لیجئے۔ منی آرڈر سے آپ کو کچھ ملے گا۔

مبسوط اچھی کتاب ہے۔ اور محققانہ ہے، مگر فتویٰ نویسی اور جزئیات کی نگاہ کے لئے شامی اور بدائع صنائع مناسب ہیں۔ مدرس کو چاہیئے کہ کتاب کے لفظوں کو چھوڑ کر

---

[1] اس سال مدرسہ مفتاح العلوم میں تدریس شروع کردی تھی [2] دو ماہ کے بعد مدرسہ نے بیس روپے ماہانہ وظیفہ کردیا تھا۔ حضرت والا کو اطلاع کردی کہ مدرسے سے وظیفہ ہوچکا ہے لہٰذا رقم بھیجنے کی تکلیف نہ فرمائیں۔ [3] علم الصیغہ، ہدایت النحو، القراءۃ، رشیدیہ، شرح جامی

نفس مسئلہ کی تقریر پہلے اپنے ذہن میں کر لے۔ پھر اسی کو کم سے کم عبارت، لیکن واضح سے واضح تعبیر میں ادا کرے۔ پھر طلبہ کو لفظوں سے سمجھا دے، تعبیر میں وضوح معنی کا خیال رکھے۔ کتاب کی قید لفظی میں نہ رہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی خدمت میں سلام کہہ دیجئے۔ اور یہ کہ جلد از جلد کسی دن تکلیف یہاں آنے کی فرمائیں تو بڑی نوازش ہو۔ میری صحت اچھی نہیں۔ میری صحت ظاہری و باطنی کے لئے دعا کیجئے۔

والسلام

سید سلیمان ندوی

۸ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ

(۷)

دارالمصنفین اعظم گڈھ

عزیز مکرم! زاد توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کے شوق کے اظہار سے خوشی ہوئی۔ شکر ہے کہ آپ میں طلب ہے۔ انشاء اللہ یہ طلب کبھی مقرون وصول ہوگی، انسان پر، طلبہ مومن پر طلب ہی فرض ہے، وصول بندہ کے اختیار میں نہیں۔ یہ موہبت الٰہی ہے، مگر موعود ہے۔ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ، شرط انابت ہے۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ مجاہدہ یہاں بھی شرط ہے۔ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ۔ ایمان بھی یہاں شرط ہے، اور عطائے ہدایت کا وعدہ ہے۔ دین اور دنیا دونوں حال میں ہے۔ اور علم و عمل میں بھی اپنی طرف سے کوتاہی نہ ہو۔ اور اس پر بھی نہ ہو تو استغفار اور پھر سعی مزید و عزم شدید، اور یہی کامیابی کی کلید ہے۔

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کے ساتھ میں يُزَكِّيهِمْ بھی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جانشینانِ نبی علیہ السلام کا فریضہ ہے۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ کو اہل مدارس بھول گئے۔

مولانا چند گھنٹوں کے لئے آئے سیری نہیں ہوئی۔ ان سے لپٹے رہئے۔ طلب علم کا زمانہ اب ہی آیا ہے۔ پہلا زمانہ تہیۂ اسباب و استعداد کا تھا۔ قرآن پاک کی تلاوت مع معنی کی عادت ڈالئے۔ والسلام سید سلیمان ندوی ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ

(۸)

اخی فی اللہ ہَدَاکُمُ اللّٰہُ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَادِ وَاَصْلَحَکُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کے محبت نامہ سے خوشی ہوئی، آپ نے اپنے خط میں شروع ہی میں دو جگہ "شومیٔ قسمت" اور "بدنصیبی" کے لفظ لکھے ہیں۔ قسمت اور عطائے نصیب اللہ کے فعل ہیں۔ اور اللہ کے افعال کی طرف برائی کی نسبت نہیں کی جا سکتی۔ افسوس ہوتا ہے کہ عموم بلویٰ کے سبب سے علماء کا دامن بھی لفظی سوءِ اعتقاد سے عدم تنبہ کے سبب پاک نہیں ہوتا۔ احتراز فرمایئے۔ اس کی جگہ محرومی لکھئے[۱]

بحمداللہ کہ قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا اور اس کا فائدہ بھی محسوس فرمایا۔ زادکم اللہ تعالیٰ بہ نفعاً، آپ کو جو کھٹک آخرت کے متعلق ہوتی ہے، یہی وہ بیج ہے جو انشاء اللہ صحیح آبیاری سے نشو و نما پائے گا۔ آپ بعض اوقات مقررہ میں "اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی" کا مراقبہ کریں۔

حضرت[۲] والا رحمہ اللہ کی تصنیفات مئو میں امید ہے کہ بکثرت ہوں گی۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سے مدد لیں، وہ بتائیں گے۔ میری تصنیفات سوائے سیرت النبیؐ خطبات مدراس اور سیرت عائشہؓ آپ کے کام کی نہیں۔ سو آپ دیکھ چکے۔ سیرت کی جلدیں بھی مولانا کے پاس ہوں گی۔

آپ کسی طبیب کی طرف بھی توجہ فرمائیں، معدہ کی خرابی کا اثر تو نہیں جو ایسا خواب دیکھتے ہیں، ایک دعا بھی لکھتا ہوں۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ وَشَرِّ ھٰذِہِ الرُّؤْیَا۔ ۳ بار پھر بائیں طرف منہ کر کے پہلو بدل لیں۔ والسلام

سید سلیمان ندوی

۲۲ جمادی الاول ۱۳۶۴ھ

---

[۱] اس تنبیہ کے بعد نہ کبھی شومیٔ قسمت کا لفظ زبان قلم پر آیا اور نہ بدنصیبی کا۔

[۲] مراد حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہٗ ہیں

(۹)

اعظم گڑھ

عزیز مکرم! دام رشدکم۔ السلام علیکم

میں شب کو سفر سے واپس آیا۔ حالات[۱] سن کر افسوس ہوا۔ مولانا سے کہہ دیا کہ وہ ہر فیصلہ سے پہلے مجھے ضرور مطلع فرماتے رہیں۔ آپ رمضان المبارک میں میرے پاس آجائیں۔ رمضان المبارک کے بعد لکھنؤ بھیج دوں گا۔ انشاءاللہ آپ وطن بھی رمضان میں جا سکتے ہیں۔ میرا پروگرام خود بھی ہنوز مستقل نہیں۔

والسلام
سید سلیمان ندوی
ار رجب ۱۳۶۴ھ

(۱۰)

اعظم گڑھ

اخی العزیز! ادام اللہ توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں انشاءاللہ تعالیٰ ماہ مقدس میں یہیں رہوں گا آپ کو پوری رخصت ہے کہ اپنی سہولت اور آرام کو دیکھ کر فیصلہ کریں۔ والدین کی محبت کا تقاضہ بھی اپنی جگہ پر ہے۔ اگر ان کا ابرام ہو تو ان کی اطاعت کیجئے۔ مدرسہ دارالعلوم (ندوہ) ۱۵ر شوال کو کھل جائے گا

ہیچمدان
سید سلیمان
۲۷ر شعبان ۱۳۶۴ھ

(۱۱)

اعظم گڑھ

عزیز مکرم زادکم اللہ علماً نافعاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یاد آوری کا شکریہ۔ بحمداللہ اچھا ہوں۔ ضعف ابھی باقی ہے خوشی ہوئی کہ آپ ٹیلے داخل ہو گئے۔ آپ اپنے ساتھیوں کی گرانی طبع کا خیال نہ کریں، جو محض انکبار

---

[۱] حضرت مولانا اعظمی نے مدرسہ مفتاح العلوم آنا بند کر دیا تھا۔

کے سبب سے پیدا ہے۔ ایسے لوگ کبھی علم نافع نہیں پا سکتے۔ آپ مولانا حمید الدین صاحب دوسرے اساتذہ اور مطالعہ سے توسیع علم میں مصروف رہیں اور التفات یمیناً و شمالاً نہ کریں۔ گھر والوں پر آپ کا کوئی بار ان شاء اللہ نہ پڑے گا۔ طلب کمال کے موانع ظاہری و باطنی کو اپنی ہمت و عزیمت سے بتوفیق الٰہی دور کیجئے۔ والسلام

ہیچمدان

سید سلیمان ندوی

۲۹ شوال ۱۳۶۴ھ ۱۹۴۵ء

(۱۲)

میرٹھ بذریعہ سید حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر

اخی العزیز اسعدکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الخیر ما وقع۔ آپ دیکھیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلسلہ بہ سلسلہ نگرام[1] پہونچا دیا۔ اللہ کی صفت لطیف کے یہی معنی ہیں۔ وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو علم نافع اور عمل صالح کی بیش از بیش توفیق عنایت فرمائیں۔

آپ کی علالت کا افسوس ہے۔ ابھی سے فکر چاہیئے۔ عصبی کمزوری ان شاء اللہ چلی جائے گی۔ صاحب مشکوٰۃ کے حالات کشف الظنون سے مل جائیں گے۔ احکام مسجد کے باب میں مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کا ایک رسالہ اچھا ہے۔ ان سے دارالاشاعہ دیوبند کے پتہ سے ملے گا۔ دو تین آنے قیمت ہوگی۔

ذکر کی غرضیں دو ہیں۔ ایک صرف ثواب کی نیت ہے۔ اور دوسری ثواب کے ساتھ رسوخ ذکر الٰہی کے لئے۔ پہلی غرض کے لئے آپ کا دستور کافی ہے۔ لیکن دوسری غرض کے لئے دوسرے طریقے ہیں۔ کیا آپ نے ہمارے حضرت والا کا رسالہ "قصد السبیل"[2]

---

[1] میں نے دارالعلوم ندوہ میں درجہ نہم میں داخلہ لیا تھا۔

[2] تصنیف حکیم الامۃ حضرت تھانوی تبلیغ دین اور تعلیم الدین بھی حضرت تھانوی کی ہی تصانیف ہیں۔ الحمدللہ میں نے ان کتابوں کا بغور مطالعہ کیا فیض

ملاحظہ کیا ہے، ضرور دیکھیں پھر تبلیغ دین بعد از اں تعلیم الدین، عمل اور انتفاع کی خاطر پڑھیں اور جامع ترمذی کی کتاب الزہد والرقاق پڑھتے رہیں، تہجد کا معمول صالحین کی نشانی ہے "اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا" صبح سے پہلے اختتام وقت سحور تک آپ جس وقت پڑھ لیں پڑھ سکتے ہیں، گھڑی کا عذر بیکار ہے، آسمان کی گھڑی کافی ہے، آخر ہمارے اسلاف کے پاس کون گھڑی تھی، ہمت چاہئیے اور بس۔ والسلام

ہیچمدان

سید سلیمان ندوی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ

(۱۳)

میرٹھ بذریعہ سید حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر

برادر عزیز اسعدکم اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ادھر دیوبند و سہارنپور و تھانہ بھون کے سفر میں تھا، اب واپس آکر آپ کا خط ملا، الحمدللہ بخیر و عافیت ہوں۔

اس بشارت سے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے تہجد کی نماز شروع کی۔ رفتہ رفتہ صحیح مسلم دیکھ کر تہجد کی دعائیں رکوع و سجود اور آغاز قیام کی دعائیں یاد کر لیجئے گا کہ مزید برکت کا باعث ہو۔ تہجد کے بعد ذکر مفرد اللہ اللہ ہلکی آواز سے بہ ترنم جس میں تکلف نہ ہو کم از کم ڈھائی ہزار کیا کریں۔ اور اس وقت یہ تصور کیا کریں کہ ایک نور کی لکیر آپ کے قلب سے عرش تک قائم ہے۔

استغفار کے لئے دعاء صدیقی جو بخاری شریف میں ہے بہت مناسب ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

مشکوٰۃ[1] کے لئے اشعۃ اللمعات کافی ہے۔ ہدایہ کے لئے زیلعی اور عنایہ دیکھیں،

---

[1] مشکوٰۃ اور ہدایہ وغیرہما کے اسباق پڑھایا کرتا تھا اس لئے رہنمائی کی ضرورت تھی۔ ظفیر

قدر کی بحث سیرۃ النبی کی چوتھی جلد میں ہے۔ قدر سے مقصود غالبًا تقدیر ہے۔ تقدیر کے معنی خلق سے پہلے عالم مخلوق کے ذرہ ذرہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ شدہ اندازہ اور علم ہے، جیسے انجینئر مکان بننے سے پہلے مکان کا پورا نقشہ پہلے اپنے ذہن میں اور پھر کاغذ پر کھینچ لیتے ہیں۔ اور اسی کے مطابق مکان بناتے ہیں۔ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝

نیست کے بعد عالم مادی میں سب سے پہلے پانی مخلوق ہوا، اور اس وقت پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ حکومت مادی میں صرف پانی ہی پانی تھا۔ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ۔ اس کے بعد تنوعات مادی کا آغاز ہوا۔

آپ صرف متن قرآن پاک سے تفکر کا آغاز کریں اور جلالین سامنے رکھ لیں۔ باقی، باقی۔

ہیچمدان

سید سلیمان ندوی ۸ محرم ۱۳۶۵ھ

(۱۴)

اخی فی اللہ وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

(۱) مبارک

(۲) ناغہ مجبورًا ہو جائے تو حرج نہیں۔ بالقصد نہ کیا جائے، اس کی تلافی یہ ہے کہ قرب ضحیٰ ۱۲ رکعات نفل پڑھی جائیں۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔

(۳) یہ توجہ مبارک ضرور توجہ کیجئے، اور تلافی کی شکل اختیار کیجئے۔

(۴) الحمد للہ

(۵) دیکھئے کیا صورت نکلتی ہے۔

(۶) دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مشکل کو حل فرمائیں۔

(۷) ابھی تو کوئی صورت میرے سامنے بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں۔

(۸) گھبرائیں نہیں لَا تَقْنَطُوا۔ نہ حوادث سے مایوس امیدوار

(۹) کوئی جگہ جب مل جائے تب چھوڑنا مناسب[1] ہوگا، یہی ہمارے حضرات والا کا مشورہ ہوا کرتا تھا۔

(۱۰) انشاء اللہ تعالیٰ ہیچمدان

سید سلیمان ندوی ۶ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ

(۱۵)

بھوپال

اخی فی اللہ تعالیٰ ادام توفیقکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ آپ کا خط مورخہ ۹ر جولائی ملا۔ آپ کی پریشانیوں کا علم ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائیں۔ اور آپ کی مشکلوں کو دور کریں۔ آپ کے والد محترم[2] مرحوم کے سانحہ سے اطلاع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں۔ اور آپ لوگوں کو صبر و تسلی بخشیں۔

آج کل میں بھوپال[3] میں ہوں۔ اور رمضان المبارک بھی انشاء اللہ یہیں گذریں گے۔

اپنے حالات سے باخبر رکھیں۔ الحمد للہ مع الخیر ہوں۔ والسلام

سید سلیمان ندوی ۱۲ر شعبان ۱۳۶۵ھ

(۱۶)

بھوپال

اخی فی اللہ تعالیٰ عجّل اللہ تعالیٰ شفاءکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ آپ کے دو کارڈ مورخہ ۲۴ر رمضان و یکم ستمبر ملے۔ آپ کی علالت[4] کا حال معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء عاجل و کامل عطا فرمائیں۔

مساجد کے نظام پر آپ لکھ رہے ہیں۔ مبارک ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے بھی آداب مساجد پر ایک چھوٹا رسالہ لکھا ہے، شاید دیکھ لیا ہو، مساجد کی سیاسی و اجتماعی

---

[1] بگرام معدن العلوم کی مدرسی چھوڑنے پر مشورہ طلب کیا گیا تھا۔ [2] والد محترم کی تاریخ وفات، ۲ر مئی ۱۹۴۶ء مطابق ۲۴ر جمادی الاولی ۱۳۶۵ھ یوم دوشنبہ ہے۔ ظفیر [3] بھوپال میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے۔

[4] میعادی بخار کا شکار ہوا۔ انتیس[۲۹] دنوں کے بعد بخار اترا اور کافی کمزور ہوگیا۔ مایوسی کے بعد صحت ہوئی۔ ظفیر

فوائد کا حال احادیث اور اخبار و مغازی و سیر سے معلوم ہوگا۔

آپ نے اپنی معاشی حالت کا ذکر کیا ہے۔ آپ ابھی تحمل فرمائیں۔ اس وقت حالات سازگار نہیں۔ زاد المعاد دیکھیں[1] یا سیرت نبوی میں تعمیر مساجد کا حال پڑھیں۔ شاید رہبری ہو۔ بحالت ضعف محنت جسمانی اور فکر دماغی و ذہنی سے پرہیز اولیٰ ہے۔ آپ کے فلاح دارین کے لئے دلی دعا ہے۔

والسلام

سید سلیمان ندوی ۸ رشوال ۱۳۶۵ھ ۵ ستمبر ۱۹۴۶ء

(۱۷)

بھوپال

عزیز مکرم دام توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمد للہ یہ فقیر مع الخیر ہے۔ آپ کا کوئی خط آیا ہو اور جواب نہ دیا ہو۔ ایسا یاد نہیں آتا۔ آپ کی علمی و تعلیمی مشغولیت کی خبر سے خوشی ہوئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ عملی مشغولیت بھی نصیب ہوگی۔ حق تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ حسن ظن رکھئے۔ "انا عند ظن عبدی بی" کی حدیث ذہن میں رہے۔

مرشد کامل کی طلب تحسین احوال کے لئے مناسب ہے۔ آپ کے فلاح دارین کی دعا بارگاہِ الٰہی میں ہے۔ لکھنؤ سے ابھی آیا ہوں۔ اب شاید فروری یا مارچ میں آنا ہو۔ والسلام

ہیچمدان۔

سید سلیمان ندوی ۷ رذی الحجہ ۱۳۶۵ھ

(۱۸)

بھوپال

عزیز مکرم وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خوشی ہوئی ایک حدیث پاک کی تذکیر سے آپ کو فائدہ

---

[1] زاد المعاد پوری پڑھی۔ ہر عالم کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ بحمد اللہ نظام مساجد کے نام سے یہ کتاب ۱۹۸۵ء میں طبع ہو کر شائع ہوئی بطور

پہونچا۔ بارک اللہ تعالیٰ۔ بہار کے حالات اخباروں اور خطوط سے معلوم ہوتے رہے۔ بس یہی دعا ہے۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَنَجِّنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

حضرت مولانا مدنی دامت فیوضہم کی ذات کے مقابلہ میں میرا نام لینا صرف آپ کی چشمِ محبت کا کرشمہ ہے، ورنہ میں تو ان کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے قابل بھی نہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

بزرگوں کا مشورہ یہی ہے کہ "خاک از تودۂ کلاں بردار"

میرے پاس حضرت والا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس لئے میرے باب میں آپ کو غلط فہمی نہ ہو۔ عربی لکھنا اور بولنا مشق پر موقوف ہے۔ آج کل عربی بول چال پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے کوئی منگا لیجئے، ایک دو مضمون لکھ کر کسی واقف کار کو دکھائیے اور اس کے مشوروں پر عمل کیجئے۔ الحمد للہ خیریت ہے، اور آپ کی خیریت دارین کا داعی ہوں۔ والسلام

ہیچمدان

سید سلیمان ندوی ۱۳؍نومبر ۱۹۴۶ء

(۱۹)

بھوپال

عزیز گرامی حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے ذریعہ خط بھیجئے یا میرے ذریعہ مضمون مل گیا۔ فرصت ملے تو دیکھوں۔

(۱) مقصورہ سے مراد ایک کمرہ ہے جو امراء عوام سے محفوظ رہنے کے لئے مسجد کے اندر بناتے تھے۔ میرے خیال میں مقصورہ کا رواج حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ہوا۔ جب ان پر اور

لہ ۱۹۴۶ء کا یہ فساد تاریخی فساد تھا۔ جس میں نقیب کی رپورٹ کے مطابق کم و بیش چالیس ہزار مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ اور مسلمانوں کی کتنی ہی آبادیوں کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ یہ انگریزی دورِ حکومت کا آخری سال تھا۔ کانگریس کی صوبہ میں وزارت قائم تھی۔

حضرت علیؓ اور عمرو بن العاصؓ پر مسجد میں حملہ کیا گیا تھا۔ امیر معاویہؓ اس دن صبح کو مسجد نہیں گئے تھے، ان کی جگہ دوسرا آدمی مارا گیا۔

(۲) شرفات، منڈیر، چھت کی دیوار پر مثلث یا مربع یا کسی اور شکل کا بنا یا جائے۔

(۳) منائر، منارہ کی جمع

(۴) محراب، جہاں امام کھڑا ہوتا ہے۔ جو امام کے آگے مسجد میں بنا دیا جاتا ہے۔

دعاء خیر۔ محبی مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کا خط ان کے والد کی وفات کے متعلق میرے پاس بھی آیا تھا۔ غفر اللہ لہ ورحمہ

والسلام

سید سلیمان ندوی ۶ر محرم ۱۹۴۶ء

(۲۰)

بھوپال

برادر عزیز اعزکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا مسودہ مل گیا، میں نے سرسری پڑھا۔ اصلاح کی ضرورت ہے۔ آپ کا خط مع اپنے عریضہ کے مولانا حسین احمد صاحبؒ[1] کے پاس بھیج دیا۔ وہ آپ کو براہِ راست جواب دیں گے۔ آپ کے لئے دعاء خیر ہے۔ والسلام

سید سلیمان ندوی ۲۲ر محرم ۱۳۶۶ھ

(۲۱)

بھوپال

عزیزی وقاکم اللہ تعالیٰ شرور الزمن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مولانا مدنی کی خدمت میں آپ کا خط مع اپنے خط کے بھیج دیا ہے، اور آپ کے نام کا لفافہ بھی پتہ لکھ کر اس میں رکھ دیا۔ امید ہے کہ وہ آپ کو جواب دیں گے۔

---

[1] حضرت مدنی سے بیعت کی سفارش فرمائی تھی۔ ان سے ہی بیعت کا حکم ہوا تھا۔ ظفیر

آپ کے اس کارڈ سے آپ کے اضطراب کا حال معلوم ہوا۔ جس بات سے آپ ڈرتے ہیں، اس کے مآل وعواقب دنیاوی اور اخروی کو پوری طرح ذہن نشین کرکے اور اس کو بقوت دفع کیجئے، اور یہ دعا پڑھئے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ اَخْشَاكَ كَاَنِّیْ اَرَاكَ اَبَدًا حَتّٰى اَلْقَاكَ وَاَسْعِدْنِیْ بِتَقْوَاكَ وَلَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِيَتِكَ۔

اپنے کو ہر وقت علم یا عمل میں مشغول رکھئے، تاکہ بیہودہ افکار دل و دماغ میں جگہ نہ پائیں، دلی دعا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھیں۔ والسلام

سلیمان۔ یکم صفر ۱۳۶۶ھ

(۲۲)

بھوپال

عزیز مکرم دامت توفیقاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ دعائے مذکور جاری رکھئے۔

مولانا مدنی اکثر لکھنؤ آتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر سید عبد العلی[۱] صاحب کے یہاں ٹھہرتے ہیں۔ ان سے پتہ وقت کا لگتا رہے گا۔ آپ کی فلاحِ دین و دنیا کے لئے دلی دعا ہے، مسجدوں کو ان ہنگاموں سے پاک رکھنا بہتر ہے۔ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ الحمد للہ بخیر ہوں۔ والسلام۔

سید سلیمان ندوی ۷ جنوری ۱۹۴۷ء

(۲۳)

بھوپال

عزیز مکرم دامت توفیقاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ہر وقت آپ "اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى" کا مراقبہ رکھئے کہ حق تعالیٰ کی آنکھ سے کوئی اور چھپا نہیں۔ یہاں بقصد تزکیۂ نفس آنا تو شاید میرے لئے بار ہو، مگر بنظر طلب علم آئیں تو

---

[۱] برادر بزرگ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

آسکتے ہیں۔ یہاں رہ کر بحیثیت طالب علم آپ کسی فن کی تکمیل کا خیال کریں، تو انتظام ہو سکتا ہے۔ قیام کسی مسجد کے حجرہ میں ہو سکتا ہے۔ بعض اہل علم یہاں ہیں۔

زائد ٹکٹ ار کا واپس ہے۔ والسلام ہیچمدان

سید سلیمان ۲۶ر صفر ۱۳۶۶ھ

(۲۴)

بھوپال

عزیز مکرم دامت توفیقاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حالات معلوم ہوئے۔ ابتلاء و امتحان کے دور سے گذرنا ضروری ہے۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ وَلَمَّا یَاْتِکُمْ مَثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا۔ ابتلاء و امتحان کی آگ سے تپ کر ہی سونا خالص معلوم ہوتا ہے۔ سو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے اور استغفار اور طلب توفیق میں مصروف رہیئے۔

مجھے یہاں ۸ر بجے دن سے شام کے ۵ر بجے تک مختلف کاموں میں مصروف رہنا پڑتا ہے البتہ صبح ۸ر بجے سے ۹ر بجے تک درس قرآن ہوا کرتا ہے، جس میں کچھ لوگ آجاتے ہیں، آپ اس میں شرکت کر سکتے ہیں۔ آپ کی فلاح و صلاح کے لئے دلی دعا ہے۔ والسلام

سید سلیمان ندوی ۱ر ربیع ۱۳۶۶ھ

(۲۵)

اعظم گڈھ

عزیز مکرم دامت توفیقاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں ۲۵ر کی صبح کو لکھنؤ سے چل کر شام کو اعظم گڈھ پہونچا۔ یہاں کے کاموں سے فراغت کے بعد ۵ر مارچ کو پھر لکھنؤ پہونچوں گا۔ اور وہاں سے آٹھ کی شام کو بھوپال روانہ ہوں گا۔ آپ اس وقت لکھنؤ[1] آسکتے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۸ر فروری ۱۹۴۷ء

---

[1] لکھنؤ آکر خدمت اقدس میں حاضری دی اور دعائیں حاصل کیں، اس زمانہ میں خاکسار معدن العلوم نگرام میں تھا۔ ظفیر

(۲۶)

بھوپال

عزیزی　　　　دام توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ گذشتہ ملاقات کے موقع پر مجھے کچھ ایسا خیال ہوا کہ آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں، مگر نہیں کہتے۔ آپ بخوشی کہیں۔ آپ کی طمانیت اور استقامت کی دعا ہے۔ آپ بھی اپنے لئے اس کی دعا کرتے رہیں۔ تعلیم الدین مصنفہ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آپ نے دیکھی ہے؟ اس کو حرزِ جاں بنانا چاہیئے۔ اور روزانہ کے پروگرام میں اس کو داخل کرنا چاہیئے۔ والسلام

سید سلیمان　　۲۰ر مارچ ۱۹۴۷ء

(۲۷)

بھوپال

عزیزی　　　　نفعکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خط ملا۔ حالات معلوم ہوئے۔

"نظامِ مساجد" پر بعض رسائل بھی ہیں۔ ایک رسالہ مفتی شفیع صاحب دیوبندی کا آدابِ مساجد میں ہے۔ بہتر ہے آپ استفسار کے ساتھ مسائل جمع کریں۔ اور اس باب میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب (اعظمی مدظلہ) سے بھی مشورہ کریں، جو ابواب آپ نے لکھے ہیں وہ مناسب ہیں۔

آپ کا مرسلہ مضمون ابھی تک رکھا ہے، زیادہ اصلاح کا محتاج ہے۔ ضروری نکتہ یہ ہے کہ موضوع سے خارج اور حشو و زوائد سے کلام کو پاک رکھا جائے۔ اور موضوع میں محدود رہا جائے۔ اور مضامین کی ترتیب منطقی ہو۔

آپ کے لئے دلی دعا ہے۔ والسلام

سید سلیمان　۳۰ر مارچ ۱۹۴۷ء

(۲۸)

بھوپال

عزیز مکرم   دام توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ. خواب کا معاملہ کسی پریشانی کا باعث نہیں بن سکتا. جسمانی امراض روحانی امراض کی تمثیل ہیں. اور ممکن العلاج ہیں. علاج کی فکر میں لگئے اور عمل کیجئے. باقی وساوس کہ یہ کیا مرض ہے اور کیا چیز ہے، یہ سب وساوس ہیں. ان کی طرف التفات نہ کیجئے. اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کے حسنات عنایت فرمائیں. الحمدللہ خیریت ہے. اور طالب ودائی خیریت ہے.   والسلام

سید سلیمان ندوی   ۱۶؍اپریل ۱۹۴۷ء

(۲۹)

بھوپال

برادر عزیز   وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ. آپ کو بحالت سفر ناغہ پر جو غم ہے وہ خود مبارک ہے. اور نصوص سے ثابت ہے کہ بندہ جن معمولات کا پابند ہے اگر کسی عذر شرعی سے وہ باوجود عزم پورا نہ کرسکے تو انشاء اللہ ان کا ثواب بھی ملے گا.

اب آپ تعلیمات کے باب میں حضرت مولانا مدنی[1] ہی سے معلوم کریں. اور ان پر عمل کریں. خیریت ہے، اور خیریت کا طالب ہوں. والسلام. ہیچمدان

سید سلیمان ندوی   ۲۸ مئی ۱۹۴۷ء ۸ رجب ۱۳۶۶ھ

---

[1] حضرت سید صاحب کے حکم سے ۱۰ مئی ۱۹۴۷ء کو بعد نماز مغرب ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کے مکان واقع لکھنؤ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے باضابطہ بیعت ہوگیا تھا. مشورہ یہ ہے کہ تعلیم میں ان کی طرف رجوع کریں. ظفیر

(۳۰)

بھوپال

عزیزی وفقکم اللہ تعالیٰ

معمولات کی طرف سے تغافل زیبا نہیں ۔الا اضطراراً۔ حضرات چشتیہ کے یہاں ۱۲ رکعتیں ہیں[1] مگر عموماً ہمارے لوگوں میں ۸ معمول ہیں۔ پھر وقت کی کمی بیشی سے کمی بھی کبھی کی جا سکتی ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ تہجد میں قیام طویل ہو۔ اور رکعات بھی زیادہ ہوں۔ مگر حالات کے لحاظ سے جیسا مناسب ہو کیا جائے۔ ہیچمدان

سلیمان ۲۲ شعبان ۱۳۶۶ھ

(۳۱)

بھوپال

عزیز مکرم اسعدکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خط ملا، خیریت معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب (اعظمی) کے حالات و مشاغل آپ نے نہیں لکھے۔

حج کا قصد تو ہے، مگر راستہ کراچی ہو کر ہے، اور کراچی کا راستہ خطرناک بلکہ مسدود ہے۔ دیکھئے کیا ہو۔ نظام مساجد اچھا ہوا کہ مولانا کو دے دیا۔ وہ خوب مشورہ دیں گے۔ اور مفید بھی۔ مصنفین زیرِ حوالہ کے حالات کا ذکر اس رسالہ میں بے سود ہے۔ ذکر مفرد کی یہ تعداد آپ کی جسمانی حالت کے لحاظ سے قابلِ تحمل ہو تو کیجئے، ورنہ حسب مشورہ شیخ آہستہ آہستہ بڑھانا ہمارے سلسلہ میں بہتر سمجھا گیا ہے۔ دلی دعا ہے۔ والسلام

ہیچمدان سلیمان

۳۰ شعبان ۱۳۶۶ھ

---

[1] نماز تہجد کی رکعتیں

(۳۲)

بھوپال

عزیز حبیب   وفقکم اللہ تعالیٰ

الحمدللہ خیریت ہے۔ ہندوستان[1] میں مسلمانوں پر جو کچھ گذر رہا ہے اس سے دل خون ہے۔ دہلی تاراج ہو رہی ہے۔ یہ سب ہماری بداعمالیوں کی سزا ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کے قلوب میں اس قہر الٰہی کا کوئی احساس نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کیجئے کہ اللہ ان پر رحم فرمائیں اور نصرت فرمائے۔

مولانا اعظمی کی خیریت سن کر خوشی ہوئی اور ان کی محبت سے دل کو متاثر پاتا ہوں۔ اس وقت کوئی موضوع آپ کے لئے ذہن میں نہیں آیا۔ مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن عمر کا مسجد میں سونا ثابت ہے۔ والسلام

سید سلیمان   ۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

(۳۳)

بھوپال

عزیزی   دام توفیقکم

خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ آج تلاوت میں یہ بات آئی "ویذیق بعضکم باس بعض" فوراً خیال آیا کہ یہی عذاب تو مسلمانوں پر آج نہیں۔ دعا اور استغفار کے سوا چارہ نہیں۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ۔

ملک کی بدامنی اور راہ کی مسدودی دخطرناکی سے حج کی امید منقطع ہوتی جارہی ہے۔ واللہ اعلم۔ آپ کے لئے دلی دعا ہے۔   ہیچمدان

سید سلیمان   ۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

---

[1] ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک کی آزادی کا اعلان ہوا۔ اور اس کے بعد فوراً ہی دہلی و پنجاب میں بے دریغ مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا گیا۔ آزاد ہندوستان کا گوشہ گوشہ مسلمانوں کے لیے مقتل بن گیا۔ یہ بڑا صبر آزما وقت تھا۔ میں ان دنوں نگرام میں تھا۔ ظفیر

(۳۴)

بھوپال

عزیزمکرم نفعکم اللہ تعالیٰ بعلومکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ زمانہ کے حوادث نے بے شبہ ہر مسلمان کو پریشان دل بنا رکھا ہے۔ اور سوائے اللہ تعالیٰ کی نصرت وحفاظت کے کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔ اسی سے مدد کی درخواست اور حفاظت کی دعا ہے۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد چہارم آپ کے مطالعہ میں ہے۔ اگر آپ کو اس مطالعہ میں فائدہ پہونچ رہا ہے تو اپنے لئے اور میرے لئے دعاءِ خیر کریں۔ سب اسی کی توفیق سے ہے۔ آج کل خطباتِ مدراس کا عربی میں ترجمہ مولوی ناظم[1] صاحب نے کیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ۔

بلاواسطہ تمتع کا مقصد میں نہیں سمجھا۔ بہر حال آپ کا جو بھی مقصد ہو وہ آپ کو حاصل ہو۔ جی ہاں انسانوں کو خوش کرنا بھی اگر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہے تو خیر۔ اور اگر مرعوبیت سے ہے تو نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔ والسلام

ہیچمدان سید سلیمان ۲۵ر ذی قعدہ ۶۶ھ

(۳۵)

بھوپال

عزیزمکرم رفع اللہ شانکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ایامِ قربانی میں تو قربانی ہی واجب ہے۔ البتہ بعد القضاء ایامِ قربانی صدقہ کر دینا بہتر ہے خصوصاً اس زمانہ میں۔

بھائی! اس وقت دل ودماغ میں علمی مضامین کا وجود نہیں۔ اس لئے کوئی موضوع بھی اس وقت قلب میں نہیں۔ اس وقت مسلمانوں کے لئے دعا کیجئے اور بس۔ آپ کے لئے فلاحِ دارین کی دعا کرتا ہوں۔ والسلام

سید سلیمان قاضی ریاست ۱۰ر نومبر ۱۹۴۷ء

---

[1] حضرت الاستاذ مولانا محمد ناظم صاحب استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ جو بہار ضلع مونگیر کے باشندہ تھے۔

(۳۶)

بھوپال

عزیز مکرم وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمد للہ تعالیٰ خیریت ہے۔ آپ نے جن دو باتوں کے سبب سے اپنے انتشار اور اذیتِ قلبی کا ذکر کیا ہے۔ ان کے معالجہ اور اصلاح کا اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر نہیں تو پھر اس کی فکر میں اپنے امورِ اختیاری میں بے عملی کو راہ کیوں دی جائے۔ لَسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ آپ اپنا کام کیجئے۔ دوسروں کے گلہ میں وقت کو ضائع کیوں کیجئے۔ آپ دین کی خدمت میں مصروف رہیں۔ دوسروں کے عدم خدمت اور عدم توجہ کی فکر میں اپنا وقت ضائع نہ کیجئے۔ والسلام

سید سلیمان ۳ / محرم ۱۳۶۷ھ

(۳۷)

بھوپال

عزیزی یسر اللہ لکم العسر

ایسے واقعات دنیا میں نئے نہیں۔ آپ کی والدہ کی وفات کی خبر ملی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائیں، اور آپ کو سکینت بخشیں۔ آپ صبر و شکر سے دنیا کی تکلیفوں کو برداشت کریں۔ کوئی کسی کو دھوکہ نہیں دیتا۔ وہ دھوکہ خود اپنے ہی کو دیتا ہے۔ "ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ" اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی نصرت فرمائیں۔ اور آپ کو اپنے مرضیات کی اتباع کی توفیق بخشیں۔ والسلام ہیچمدان سید سلیمان ۱۸ / محرم ۱۳۶۷ھ

(۳۸)

بھوپال

عزیز مکرم شرح اللہ صدرکم و وضع عنکم وزرکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد ملاقات کا موقع ملے گا۔ میرا قصد آنے کا ادھر ہے۔ صرف حالات کے سبب مجبوری ہے۔

حزن و ملال کا نتیجہ ترک اعمال تو کسی طرح درست نہیں۔

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی

دنیا میں غم احوال کا نہیں اعمال کا چاہیئے جس غم سے اعمال میں فرق آجائے، وہ تو محرومی کا سبب ہے۔ یہ غم دین کا غم نہیں ہوسکتا۔ اور زیادہ بیداری اور زیادہ عبادت اور زیادہ دعا اور زیادہ اضطراب اور زیادہ اضطرار چاہیئے کہ یہ حالات دور ہوں اور یہ مصائب دفع ہوں۔ الحمدللہ خیریت ہے۔ آپ کے لئے دلی دعا ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۸ر ستمبر ۱۹۴۷ء

(۳۹)

بھوپال

عزیز مکرم حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ فقیر ایک ضرورت سے وطن گیا تھا۔ اب واپس آیا ہوں۔ آپ کا خط ملا۔ میرے خیال میں تو قرب وطن کے سبب سے یہ جگہ[۱] مناسب ہے آپ وہاں[۲] سے کچھ دنوں کی فرصت لے لیں۔ باقی مدارس کا سرمایہ تو ہر جگہ توکل علی اللہ ہے۔ شاہی خزانہ کہاں ہے اس کا خیال بیکار ہے۔ یہ دیکھیں کہ لوگ آپ سے متمتع ہونے کے شائق ہیں میرا مشورہ یہی ہے۔

ذکر کے ناغہ پر افسوس بھی ذکر سے کم نہیں، ایسا ہوتا ہے۔ اس کی تلافی کا موقع ہر وقت ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۲ر ربیع الاول ۱۳۶۷ھ

---

۱ آزادی کے بعد ملک میں مسلمانوں کے لئے امن ناپید سا ہوگیا: نگرام ضلع لکھنؤ سے بڑی شکلوں سے اپنے وطن دربھنگہ پہونچا اور گھر والوں کے اصرار سے واپس نہ جاسکا۔ مجبوراً ۱۶ر جنوری ۱۹۴۸ء مطابق ۳ر ربیع الاول ۱۳۶۷ھ کو مدرسہ معینیہ سانم ضلع مونگیر میں ملازمت قبول کرلی۔ اس کے متعلق حضرت کو لکھا تو یہ جواب آیا۔ ظفیر

(۴۰)

بھوپال

عزیز مکرم سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ آپ کے دونوں کارڈ ساتھ ملے۔ میں سفر میں تھا۔ بحمداللہ تعالیٰ اکہ اب آپ ایک جگہ وطن کے قریب ہی ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائیں۔ اپنا مشورہ دوسرے کارڈ میں لکھ چکا ہوں۔ والسلام

سید سلیمان ۱۳ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ

(۴۱)

بھوپال

عزیز مکرم وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یارزندہ صحبت باقی۔ انشاءاللہ تعالیٰ کبھی ملاقات طرفین کا موقع حاصل ہوگا۔ الحمدللہ کہ لوگ خوش ہیں۔ آپ مولیٰ کی رضا میں ساعی رہیں بندگان الٰہی آپ کی رضا میں ساعی رہیں گے۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

درس قرآن[۱] دیں۔ سیدھے سادے طریقہ سے بیان کردیں۔ اللہ تعالیٰ انشاءاللہ فائدہ دیں گے۔ ترجمہ اور تسہیل مطالب پر اکتفا کریں۔ حلال وحرام اور احکام بیان کریں۔ اور قناعت اور استغنا عن الخلق پیشہ کریں۔ وھوالرزاق ذوالقوۃ المتین۔ تفسیر میں ابن کثیر، بیضاوی، تفسیر بیان القرآن مولانا تھانوی۔ حدیث میں مشکوٰۃ لے لیں۔ والسلام

سید سلیمان ۹ فروری ۱۹۴۸ء

---

[۱] سانحہ میں درس قرآن کا سلسلہ جاری تھا۔ یہ بعد نماز صبح مسجد میں ہوا کرتا تھا۔

(۴۲)

بھوپال

عزیزی ادام اللہ توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خوش ہوجیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسلمانوں کے فائدہ پہونچانے کا موقع دیا ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھایئے، اور مفید بن کر مستفید بنئے۔ آپ کی ہر تقریر کا اصل مدعا رضائے الٰہی کے لئے خود مستفید ہونا ہو۔ پھر دوسروں کو مستفید کرنا جس میں طلب شہرت اور طلب جاہ ومال کا شائبہ نہ ہو۔

آپ درس قرآن شروع کریں۔ اللہ تعالیٰ برکت دیں گے۔

اچھا ہوا اگر مستفیدین حضرت مولانا تھانویؒ کے مواعظ پڑھ کر لوگوں کو سنایا کریں۔ اس میں بڑے فائدے ہیں۔ اب تو ہندوستان میں اسلامی تعلیمات کا مرکز مغرب کے بجائے انشاءاللہ تعالیٰ مشرق ہوگا۔ حالات کا تقاضا یہی ہے۔ والامر بید اللہ۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۱ر فروری ۱۹۴۵ء

(۴۳)

بھوپال

عزیز سعید اسعدکم اللہ تعالیٰ فی الدارین

خدا کا شکر ہے کہ آپ اس فقیر ہیچمدان کی تحریر سے یہ اثر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو دونوں کے لئے مثمر برکات بنائیں۔

ہندوستان میں کسی صحابی کا آنا ثابت نہیں۔ بار بارتن ہندی کا افسانہ جس نے چھٹی صدی ہجری میں صحابیت کا دعویٰ کیا قابل قبول نہیں۔ ابن حجرؒ نے "اصابہ فی احوال الصحابہؓ" میں اس پر بحث کی ہے۔ البتہ صبیح نام ایک تابعی کا ورود ساحل ہند پر ثابت ہے۔ ان کی قبر گجرات میں ہے۔

قرآن پاک ہیئت کی کتاب نہیں۔ ہدایت کی کتاب ہے۔ علمائے ہیئت نے اپنے اپنے

مذاق سے حرکت زمین بھی استنباط کیا ہے۔ اور سکون بھی۔ وَتَرَی الْاَرْضَ جَامِدَۃً وَّھِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ، صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ سے دونوں کا استدلال ہے۔

سید احمد جاجنیری مشہور شخص ہیں۔ بارہ گانواں، مونگیر کے سادات میں ان کی اولاد ہے۔ جاجنری دلی کے قریب ایک مقام تھا جہاں وہ قیام پذیر تھے اور وہاں سے وہ پورب کے شہروں میں چلے آئے تھے۔

"قیام اللیل" پر رسائل بزرگوں کے ہیں۔ کتب خانہ نہیں، پھر تفصیل عرض کرتا۔ الحمدللہ خیریت ہے۔

سید سلیمان ۸ مارچ ۴۸ء

(۴۴)

بھوپال

عزیز مکرم وفقکم اللہ لما یحب و یرضی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ خدا کرے وہ کتاب آپ کو مل جائے۔ ذرا دار المصنفین سے بھی دریافت کر لیجئے گا۔ اللہ تعالی آپ کی والدہ کو شفا عنایت فرمائیں۔ ماں کی زندگی بھی سعادت مندوں کے لئے ایک نعمت ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۰ ربیع الاول ۶۷ھ

(۴۵)

بھوپال

عزیز مکرم ادام اللہ توفیقکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ الحمدللہ خیریت ہے۔ یہاں بھی کارڈ نہیں مل رہے ہیں۔ لوگوں کو تکلیف ہے۔ اللہ تعالی آپ کی والدہ ماجدہ کا سایہ آپ کے سر پر بعافیت قائم رکھے۔

جس پرچے کے جس مضمون کا حوالہ آپ نے دیا ہے اس کی نسبت کیا کہوں۔ بعض باتیں صحیح ہوتی ہیں، مگر سوء تعبیر اور غلو اس کو مقام انکار تک پہونچا دیتا ہے۔ بکل مقام کلام۔

آپ دوسروں کو نہ دیکھیں، صرف اپنی طرف دیکھیں۔ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ

لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ۔ والسلام

فقیر ہیچمدان سید سلیمان ۲۴ اپریل ۱۹۴۵ء ۲ ج ۱۳۶۴ھ

(۴۶)

بھوپال

عزیز مکرم وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ امید ہے کہ آپ اب اچھے ہوں گے۔ دعا ہے کہ آپ کو صحت کاملہ نصیب ہو۔ کتاب الصلوٰۃ لابن القیم آپ کو مل گئی اچھا ہوا۔ اور کتاب الصلوٰۃ لابن حنبلؒ بھی آپ کو مل گئی۔ فالحمد للہ تعالیٰ۔ الحمدللہ خیریت ہے۔ امید ہے کہ آپ اپنے معمولات پر استقامت کے ساتھ قائم ہوں گے۔ والسلام

سید سلیمان ۸ مئی ۴۵ء

(۴۷)

بھوپال

عزیزی ادام اللہ توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ اور آپ کی خیریت کی دعا کرتا ہوں۔

مبارک کہ سلسلہ قرآن جاری ہے۔ نظری اور علمی بحثوں سے زیادہ عملی پہلوؤں پر جن سے مسلمانوں کے ایمان وعمل کی قوت میں ترقی ہو، زیادہ زور دیں۔

ابن کثیر اور احکام القرآن اچھی کتابیں ہیں۔ فتح الباری زیادہ ضروری ہے "ھٰذا مما لا یستغنی عنہ طالب الحدیث" ابن عربی مالکی ہیں۔ فتح الباری اور عینی منگوائی جاتی تو بہتر ہوتی۔ فتح الرحمٰن لطلب آیات القرآن قیمتی لغت ہے بمبئی سے منگوا لیجئے۔

تفسیر میں اولیاء اللہ کے قصے نہیں ہوتے۔ بلکہ ان سے بڑھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قصے ہوتے ہیں۔ فافہم۔ یہ تو سرگروہ اولیاء ہیں۔ عوام کے خیالات کی تصحیح کیا کیجئے۔ مگر نرمی اور محبت کے ساتھ۔ والسلام

فقیر ہیچمدان سید سلیمان ۲۴ رجب ۱۳۶۴ھ

(۴۸)

بھوپال

عزیزی ادام اللہ توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمد للہ تعالیٰ خیریت ہے۔

وادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کے اصول ہی سے تبلیغ ودعوت چاہئے ورنہ اثر الٹا ہوگا۔ البتہ صاحب قدرت کے لئے زجر توعید کرنا اپنے ماتحت کے ساتھ مناسب ہے۔ والدین لولاد کے ساتھ کریں۔ یا امیر اپنی رعایا کے ساتھ۔ یا افسر اپنے ماتحتوں کے ساتھ یا آقا اپنے غلاموں اور ملازموں کے ساتھ۔ جیسا کہ حدیث میں ہے بکلکم راعٍ وکلکم مسئول من رعیتہ یا یہ حدیث مُرُوا صِبْيَانَكُمْ إِذَا بَلَغُوا سَبْعًا وَاضْرِبُوهُمْ إِذَا بَلَغُوا عَشْرًا۔

ہیضہ ایک وبائی مرض ہے۔ اس میں جنات وغیرہ کا شمول ثابت نہیں۔ اور جو ثابت نہیں اس کا اعتقاد وہم ہے۔ اذان کی بعض آفات میں جیسے آگ لگنے یا شیطانی عمل کے وقت کتب فقہ میں رخصت ہے۔ مگر ہیضہ ان میں سے نہیں ہے۔ اگر بخیال دفع بلا تبرکاً اذان دی جائے تو گنجائش ہے۔ ہیضہ میں مرنے والا البتہ شہید شمار ہوگا کہ المبطون شہید۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی توفیقات سے بہرہ ور فرمائیں۔ مگر ہر وقت نظر اپنے نقص وعیب پر رہے۔ اور کبھی اپنے درس وغیرہ کسی کام پر فخر وغرور اور رضائے خلق کو جس کا دوسرا نام ریا ہے، راہ نہ دیں کہ اس کا انجام خسران اور حبط عمل ہے۔ فاحْذَرُوْ وَتَنَبَّہْ۔ مبتدی کے لئے ہر قدم پر دام بچھے ہیں۔ ادعا بھی نہ آنے پائے۔ اور فضول کلام وجدال سے پرہیز لازم ہے۔
والسلام۔

سید سلیمان ۱۸ ؍ شعبان ۶۷ھ ۱۶ ؍ جون ۴۸ء

(۴۹)

بھوپال

عزیز محترم وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہ آپ کی محبت ہے جو میری نسبت ایسا لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ

سے دعا ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے دینی فائدے پہونچیں

آپ کے مدرسہ کے ناظم صاحب کے صاحبزادہ[1] کی غلطی ہے جو وہ ادب کا شوق رکھ کر ندوہ کو چھوڑنا چاہتے ہیں۔ جتنا بھر بھی ندوہ میں ہو رہا ہے اتنا بھی کسی مدرسہ میں انتظام نہیں ہے۔ بھوپال میں کوئی خالدی صاحب نہیں ہیں۔ خالد صاحب ایک صاحب ہیں جو مصر بھی گئے تھے۔ صاحبِ علم ہیں۔ مگر وہ ادب کے ماہر نہیں۔ نہ ادب کی کتابیں پڑھاتے ہیں۔

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد اور مسلم یونیورسٹی میں انگریزی کا بندوبست ہے۔ ضمناً عربی بھی ہے۔ مگر عربی خواں طلبا کی جگہ وہاں نہیں۔ مصر کا خیال بھی بحالت موجودہ بے سود ہے۔ ہندوستان کی تکمیل کے بعد کبھی مصر بھی چلے جائیں۔ مگر اس وقت نہیں۔ اور قبل تکمیل نہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۲ شعبان ۶۶ھ یکم جولائی ۱۹۴۷ء

(۵۰)

بھوپال

عزیز مکرم ادام اللہ توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمدللہ تعالیٰ خیریت ہے۔

مدرسہ کھلنے کی اطلاع ملی۔ اللہ تعالیٰ مدرسہ کو خدمت دین وعلوم دین کی توفیق بخشیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اپنے مرضیات کے اتباع کی توفیق عنایت فرمائیں۔ خوشی ہوئی کہ درسِ قرآن جاری ہے۔ خیریت وبرکت کی دعا حق تعالیٰ سے ہے۔ قیام لیل پر مروزی کی کتاب کا پتہ خانقاہ رحمانی مونگیر میں آپ کو ملا ہے۔ آپ وہاں سے استفادہ کرسکیں گے۔ آپ میرا یہ کارڈ مولانا منت اللہ[2] صاحب کی خدمت میں لے جائیں۔ امید ہے کہ وہ حسن اخلاق سے پیش آئیں گے۔ میرے ان کے خاندانی تعلقات ہیں۔ جی ہاں صوبہ بہار میں سیلاب نے کھیتی کو نقصان پہونچایا ہے۔ عربی تاریخ مفصل یا تو تاریخ طبری منگوایئے یا تاریخ کامل ابن اثیر۔

والسلام فقیر ہیچمدان سید سلیمان ۱۸ اگست ۱۹۴۷ء

---

[1] مراد مولانا محمد یحییٰ ندوی ولد فضل الکبیر ہیں [2] حضرت مولانا منت اللہ رحمانی سجادہ نشین خانقاہ رحمانی، مونگیر۔

(۵۱)

بھوپال

عزیز سعید   اسعدکم اللہ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مفتی[1] صاحب مدظلہ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ موصوف علم دوست اور تحقیقات کے شائق ہیں۔ مگر ان کی آرا میں شواذ کا تتبع ہوتا ہے۔ جس سے اس ہیچمدان کا ذوق ابا کرتا ہے۔ حالانکہ موصوف میرے استاذ ہیں۔ وہ پہلے ندوہ میں مدرس تھے۔ مجتبی حبیب الرحمٰن (الاعظمی) کا تذکرہ تجدید محبت کا باعث ہوا۔ موصوف سے مجھے بڑی موانست اور محبت ہے۔

طوفان و سیلاب کی خبر سے افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اور عام انسانوں کو ان عذابوں سے محفوظ رکھیں۔ امید ہے کہ اب سیلاب کم ہوگیا ہوگا۔ حج کا سفر ایک بچہ کے ناگہانی شدید بیمار ہونے کے سبب سے رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ موقع عنایت فرمائیں۔ والسلام

سید سلیمان   ۱۶ ذیقعدہ سنہ ۱۳۶۷ھ

(۵۲)

بھوپال

عزیز مکرم   وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمدللہ کہ سیلاب کا اثر دور رہا۔ اور آپ کے ناظم صاحب و صدر صاحب اجر جزیل کے حسب توفیق و نیت ان شاء اللہ مستحق ہوئے۔

"الامامۃ والسیاسۃ" ابن قتیبہ کی تصنیف ہرگز نہیں۔ یہ یا تو کسی شیعی کی تصنیف ہے۔ یا اس میں کسی شیعی نے الحاق کر دیا ہے۔ یہ ہرگز اعتماد کے قابل نہیں۔ آپ اس کے بجائے دارالمصنفین کی خلفائے راشدین پڑھئے۔ اس سے سارے شبہات دور ہو جائیں گے۔ اور سیرت عائشہ رض بھی پڑھ لیں۔ الحمدللہ خیریت ہے۔ آپ کے درس قرآن پاک کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کو ضرور جاری رکھئے۔ والسلام

سید سلیمان   ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۳۶۷ھ

---

[1] مولوی محمد یحییٰ ندوی سلمہ کے ساتھ علی گڑھ پہلی بار جانا ہوا تو حضرت مفتی عبداللطیف صاحب رحمانی سے ملاقات ہوئی۔ مفتی صاحب نے مشورہ دیا کہ بدائع الصنائع پوری بغور ضرور دیکھ جائیں۔ ظفیر

(۵۳)

بھوپال

برادر عزیز رفع اللہ شانکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ محبی مولوی حبیب الرحمٰن کا مشورہ صحیح ہے۔ ابھی دورہ کی کتابوں کی تو ہمت نہ کیجئے۔ مگر تمنا اور تیاری کیجئے۔ زینہ بزینہ اوپر چڑھنا، اچک کر چڑھنے سے بہتر ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ دو چار برس میں اس کی نوبت بھی آجائے گی۔ اس زمانہ میں قربؔ[1] و بُعدؔ[2] کیا ہے۔ مگر یہاں[3] آپ کی ذات سے جو فائدہ لوگوں کو پہونچ رہا تھا وہ ضائع نہ ہوجائے۔ آج کل مسلمانوں میں مفید اور صحیح الرائے اور صحیح العمل کی بڑی کمی ہے۔ اس لئے کسی کو اپنی جگہ بٹھائیے۔ الحمدللہ خیریت ہے اور خیریت کا داعی اور طالب۔ والسلام

سید سلیمان ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ

(۵۴)

بھوپال

عزیز مکرم زادکم اللہ علماً نافعاً و عملاً صالحاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بحمداللہ آپ مع الخیر منزل[4] مقصود تک پہونچ گئے۔

جی ہاں آپ کی نوعمری اور نحافت جسم سے لوگوں کو تعجب ہوگا۔ آپ سعدی کا یہ شعر سنادیا کیجئے ؎

ایکہ شخص منت حقیر نمود تا درشتی ہنر نہ پنداری

لوگ غلاف کے دیکھنے کے عادی ہیں۔ تلوار کے نہیں۔ آپ اپنا کام محنت اور دیانت داری سے انجام دیجئے۔ مطالعہ کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ اور اخلاص مدنظر رہے۔ ریا اور نمائش اور اظہار غلو ومبالغہ سے بچا جائے۔ طول کلام سے پرہیز کیا جائے۔ طلبہ کے

---

[1] حضرت الاستاد مولانا اعظمی مدظلہ نے ڈابھیل مدرسہ میں بحیثیت مدرس عربی جانے کا حکم فرمایا تھا۔ [2] مدرسہ معینیہ سانخہ ضلع مونگیر مراد ہے۔
[4] یعنی جامعہ اسلامیہ مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل ضلع سورت (گجرات) مدرس بن کر پہونچ گیا تھا۔ یہ ابتدائے محرم ۱۳۶۹ھ کا واقعہ ہے۔

ساتھ شفقت اور بزرگوں کے ساتھ اکرام اور اطاعت فی المعروف آپ کا دستور ہو۔ آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ مولانا یوسف[1] بنوری سے ملاقات ہو اور یاد رہے تو سلام پہونچا دیں۔

والسلام نقیر ہیچمدان

سید سلیمان ۹ر محرم ۱۳۶۸ھ

(۵۵)

بھوپال

عزیز مکرم وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جی ہاں وہ مقام (ڈابھیل) ساحل ہونے کی وجہ سے مرطوب ہے۔ اس لئے چائے کی ضرورت پڑتی ہوگی۔ مطالعہ ضروری ہے۔ ہمارے اساتذہ اخیر وقت تک مطالعہ کرتے تھے۔ ہدایہ کے لئے عنایہ اور فتح القدیر کے ساتھ تخریج ہدایہ للزیلعی بھی دیکھا کیجئے۔ اور فنون کی کتابیں ٹھیک ہیں۔ ابن ماجہ کا حاشیہ انجاح الحاجہ چھپا ہوا ہے۔ الحمدللہ خیریت ہے۔ اور خیریت کا داعی اور طالب ہوں۔ خدا کرے مسلمانوں کی حالت وہاں قابلِ اطمینان ہو۔ والسلام نقیر ہیچمدان

سید سلیمان ۱۸ر محرم ۱۳۶۸ھ

(۵۶)

بھوپال

عزیز مکرم شفاکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خیریت کی خبر معلوم ہو کر طمانیت ہوئی۔ اب پھر کیا ارادہ ہے۔ کیا مونگیر کی خدمت چھوڑ کر آئے یا رخصت لے کر۔ اگر رخصت لے کر گئے ہوں تو بعد صحت بالفعل وہیں[2] جائیے تاکہ لوگوں کو فائدہ پہونچے۔

"نظام مساجد" کا رسالہ مکمل ہو چکا ہو تو چھپوا لیجئے! "الدواء الکافی" مفید کتاب ہے۔ شاید حافظ ابن قیم کی ہے۔ والسلام۔ سید سلیمان ۱۴ر صفر ۱۳۶۸ھ

---

[1] مولانا بنوری اس وقت مدرسہ کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے [2] مدرسہ معینیہ سانحہ ضلع مونگیر

(۵۷)

بھوپال

برادرِ عزیز رزقکم اللہ تعالیٰ العلم والعرفان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کی صحت اور اس مقام پر آپ کی واپسی سے بہت خوشی ہوئی۔ ہمارا صوبہ علماءِ کرام سے خالی ہے۔ اور آپ سے لوگوں کو فائدہ ہو رہا تھا۔ اس لئے آپ کی واپسی سے قدرۃً خوشی ہوئی۔ آج کل طباعت کا معاملہ بہت مشکل ہے۔ کتاب جب آئے گی، دیکھ کر رائے ظاہر کردوں گا۔ ذکر اللہ شروع کردیا ہے تو اب ترک نہ ہو۔ الّا یہ کہ معذرت ہو۔ خیر العمل مادیم علیہا او مادام علیہا۔ والسلام

سید سلیمان ۱۱ر جنوری ۱۹۴۹ء

(۵۸)

بھوپال

عزیز مکرم ادام اللہ توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جس حدیث کو آپ نے پوچھا ہے وہ میرے علم میں نہیں ہے۔ بہتر ہو کہ خود مفتی محمد شفیع صاحب سے دریافت کریں۔ وہ آج کل کراچی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ طاعون کی بلا سے حفظ و امان میں رکھے۔ آپ کے لئے دعاءِ خیر کرتا ہوں۔ والسلام

فقیر ہیچمدان سید سلیمان ۱۳ر ربیع ۱۳۶۸ھ ۲ر فروری ۱۹۴۹ء

(۵۹)

بھوپال

برادرِ عزیز ادام اللہ توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ قیام اللیل مروزی کا نسخہ پاکر آپ کو خوشی ہوئی۔ مجھے آپ کی اس خوشی سے خوشی ہے۔ یہ حبّ العلم کا نتیجہ ہے۔ اللّٰھم زد فزد

تہذیب التہذیب اور فتح الباری سے کسی طالبِ علم کو استغنا نہیں ہو سکتا۔ لسان المیزان میزان الاعتدال الذہبی کے ساتھ قابلِ مطالعہ ہے۔ میزان اور لسان میں مجروحین کا تذکرہ ہے۔

مختصر کتابوں میں تہذیب الکمال اچھی ہے۔

الحمدللہ خیریت ہے اور داعی خیریت ہوں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۷ر فروری ۱۹۴۹ء

(۶۰)

بھوپال

عزیز مکرم شفاکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا ایک کارڈ پہلے بھی آیا۔ مگر کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔ جواب نہیں دیا گیا۔ اب دوسرا کارڈ ملا۔ الحمدللہ خیریت ہے۔ میرا ارادہ وسط مئی تک وطن کا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورا فرمائیں۔ آپ کے صلاح وفلاح کے لئے دعاگو ہوں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۲ر اپریل ۱۹۴۹ء

(۶۱)

بھوپال

عزیز محترم شفاکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمدللہ بخیریت ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اکثر شکایات سے شفا بخشی۔

آج وطن کے قصد سے یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔ انشاء اللہ ۱۶۔۱۷ مئی تک وطن یعنی دیسنہ پہونچوں گا۔ اور اواخر جون تک قیام کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے سایۂ عاطفت میں رکھیں۔ اور آپ سے دین وملت کی مفید خدمت لیں۔ نظام مساجد کی تکمیل سے خوشی ہوئی۔ صاحب مساجد تعالیٰ قبول فرمائیں۔ اشعۃ اللمعات مفید ہوگی۔ والسلام

سید سلیمان ۱۰ر مئی ۱۹۴۹ء

(۶۲)

دلسنہ ضلع پٹنہ

عزیز مکرم   زادکم اللہ توفیقاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مونگیر کی طرف سے راستہ یہ ہے کہ شیخوپورہ اتر کر لاری سے استھاواں آئیں۔ وہاں سے دلسنہ ایک میل ہے۔ اور دربھنگہ کی طرف سے راہ یہ ہے کہ پٹنہ سے بختیارپور آئیں۔ اور وہاں سے بہار شریف یہاں تک ریل ہے۔ بہار سے یکہ کی سڑک ہے۔ ۸ میل یکہ پر آئیے۔ الحمدللہ خیریت ہے۔ وسط جون تک یہاں قیام رہے گا۔ والسلام

سید سلیمان   ۲ر شعبان ۱۳۶۹ھ

(۶۳)

دلسنہ

عزیز مکرم   دعاہائے خیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کے خط کا جواب کوئی نہیں رہا۔ میری رخصت کے ایام ختم ہورہے ہیں۔ کل صبح میں واپس بھوپال جارہا ہوں۔ بھوپال کی ریاست ختم ہوگئی مگر بعض شرائط کی بنا پر مذہبی عہدے شاید قائم رہیں۔ پوری کیفیت واپسی کے بعد معلوم ہوگی۔ الحمدللہ تعالیٰ خیریت ہے۔ خیریت کی دعا ہے۔

البشیر عربی میں کراچی سے نکلتا ہے۔ آپ پاکستان ہائی کمشنر کو لکھئے۔ والسلام

سید سلیمان   ۱۸ر جون ۱۹۴۹ء

(۶۴)

بھوپال

عزیز مکرم   وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا ایک کارڈ پہلے بھی آیا تھا۔ جس سے آپ کے سفر کا حال معلوم ہوا تھا۔ جزاکم اللہ خیر۔ آپ کو تو اپنی نیت کا ثواب حاصل ہوگا۔ اور مجھ پر آپ کی منت ہم پر واجب ہوئی۔ مجھ کو اس تقریب سے مولانا

گیلانی سے ملاقات مفت ہاتھ آئی اور یہ بڑی نعمت حاصل ہوئی۔

آپ کا ایک قلمی مضمون میرے پاس مدت سے پڑا تھا۔ چند روز ہوئے کہ وہ کاغذات میں ملا۔ اس کو رجسٹرڈ واپس کرتا ہوں۔ ٹکٹ آپ ہی کے ہیں۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ مع متعلقین آخر اگست کو سفر حج کے لئے بمبئی سے روانہ ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ اتمام کو پہونچائے۔ تاریخ مساجد کے لئے ساری تاریخیں پڑھی جائیں گی۔ آپ تمدن عرب، تمدن ہند اور تاریخ عمارات دہلی از سید احمد خاں نام اس کا آثار الصنادید ہے اور خطط مصر مقریزی اور خطط مصر حریزی اور خطط الشام کرد علی وغیرہ کتابیں دیکھئے۔ کچھ سفر بھی کیجئے۔ نظام مساجد کے لئے مشتاق احباب سے کہئے کہ وہ چھپوالیں۔

والسلام

سید سلیمان ۵رشوال ۶۸ھ

(۶۵)

بھوپال

عزیز مکرم وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ انشاء اللہ آخر اگست تک سفر ہوگا۔ وہاں کا پتہ بذریعہ مہتمم صاحب رباط بھوپال محلہ شامیہ، ہوائی جہاز سے ارکے ٹکٹ لگتے ہیں۔ مگر سفر کے آمد ورفت میں شاید جواب بروقت نہ دیا جاسکے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے محبین کے لئے دعائے خیر کروں گا۔

والسلام بندہ ہیچمدان سید سلیمان ۱۶رشوال ۱۳۶۸ھ

آپ کے دو آنے کے ٹکٹ میرے پاس رکھے ہیں۔ ان کو کیسے بھیجوں۔ یوں پہلے معاف کردیں۔ پھر موقع ملے تو شاید واپس کرسکوں۔ والسلام سید سلیمان

لہ سانحہ سے چل کر شیخ پورہ ہوتا ہوا ۲۶ جون ۱۹۴۹ء مطابق ۲۸ شعبان ۶۸ھ یوم یکشنبہ کو آٹھ بجے دن میں گیلانی پہونچا۔ وہاں سے دیسنہ حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضری کا عزم تھا مگر مولانا گیلانی نے فرمایا حضرت سید صاحب چند دن ہوئے بھوپال واپس ہو چکے۔ میرے ہمراہ مولانا محمد یحییٰ ندوی اور مولانا غیاث الغنی تھے۔ یہ مولانا گیلانی سے پہلی ملاقات تھی۔ مولانا نے نظام مساجد کا پورا مسودہ پڑھا۔ عصر کی نماز پر ختم کیا اس پر اپنی رائے لکھی اور بعد نماز ہماری واپسی ہوئی۔ ظفیر

(۶۶)

بھوپال

عزیز مکرم　　　ادام اللہ اسعدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمدللہ تعالیٰ میں ۲۹ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو جہاز سے بمبئی پہونچا۔ طبیعت ناساز تھی۔ اس لئے چند روز وہاں ٹھہر کر ۸ر جنوری کو بھوپال پہونچا۔ اب اچھا ہوں کسی قدر ضعف ہے۔

چند روز بعد پورب کا قصد ہے ابھی نہیں۔ آپ کا مضمون الفرقان میں نظام مساجد پر دیکھا اس میں ایک فقرہ تھا: "اب بڑے گھر میں داخلہ کا وقت آیا ہے"؟ (اوکما قال) بہرحال بڑے گھر کا محاورہ اردو میں جیل یعنی محبس کے لئے بھی ہے۔ یہ لفظ بدل دیجئے گھر کی جگہ دربار کہہ دیجئے[1]

آپ کے لئے فلاح دارین کی دعا کرتا ہوں۔ والسلام

۱۴ر ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ　　　سید سلیمان

(۶۷)

بھوپال

عزیز مکرم　　　اسعدکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حالات معلوم ہوئے۔ میرے پاس برہان دہلی نہیں آتا اس لئے میں نے آپ کا مضمون نہیں پڑھا۔ یہ ساری کتابیں آپ کو ندوہ کے کتب خانہ میں مل جائیں گی، انشاء اللہ تعالیٰ ـــ مدرسہ[2] کے مکان کا حال سن کر خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انجام تک پہونچائیں۔ اور اس کو قبول فرمائیں، اور بابرکت کریں۔

بچہ کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی۔ مالک نے امین سے اپنی امانت واپس لی[3] پھر اس طرح کہ امین کو بھی سود در سود عنایت فرمایا کہ اس کو والدین کے لئے ذخیرۂ شفاعت بنایا۔ اللھم اجعلہ لہما ذخرا واجعلہ شافعا ومشفعا۔ والسلام　سید سلیمان　۱۰ر فروری ۱۹۵۰ء

---

[1] حسب ہدایت گھر کو دربار سے بدل دیا گیا۔ ظفیر [2] مدرسہ معینیہ سائمہ ضلع مونگیر کا مکان جواب دارالعلوم معینیہ ہو چکا تھا [3] پہلی بچی حسنیٰ سلمہا کے پانچ چھ سال بعد یہ بچہ پیدا ہوا تھا اس کا نام ہمارے استاذ مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے بہاء الدین رکھا تھا، وہ چند ماہ کا ہی تھا کہ انتقال کر گیا۔

(۶۸)

بھوپال

عزیز مکرم اسعدکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ برہان کے پرچے اس وقت نہ بھیجیں۔ قلب بعض افکار سے مطمئن نہیں۔ مکان مدرسہ کی تعمیر سے ایک تو آپ کی مسرت سے مسرت ہوئی۔ اور دوسری اس سے کہ ہمارے وطن کے ایک گاؤں میں ایک بابرکت مقام کا اضافہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ظاہراً و باطناً مبارک فرمائیں۔ اور اس کو قبول فرمائیں۔ بالفعل میرا پروگرام بہت منتشر اور پراگندہ ہے۔ اس لئے ان اطراف میں آمد کا خیال ابھی نہیں۔

ندوہ کا نصاب آپ جاری کر سکتے ہیں۔ منگوا کر آپ دیکھ سکتے ہیں۔ سیرتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطالعہ سے اگر آپ کو کوئی فائدہ پہونچا تو صاحب سیرت علیہ السلام کا فیض ہے۔ سنہ فصلی کی ابتداء غالباً اکبر کے زمانہ سے ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۸ مارچ ۱۹۵۰ء

(۶۹)

کانپور۔ ہیرامن کا پوروا، بشیر اسٹیٹ بلڈنگ۔ بذریعہ ڈپٹی سید حسین صاحب

عزیز مکرم ادام اللہ توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمد للہ خیریت ہے۔ میں بالفعل تین ماہ کی رخصت پر بھوپال سے اِدھر آیا ہوں۔ چند روز یہاں قیام ہے پھر اعظم گڈھ اور وطن کا قصد ہے۔ "نبیؐ اور آل نبیؐ" کے مصائب لکھنے میں ذرا دوسری طرف یعنی تشیع کا بھی لحاظ ہے۔ پھر یہ حصہ مساجد کا جزو تو نہیں ہو سکتا۔ یہ تو الگ چیز ہے۔ اور پھر اس میں سب ہی انبیاءؑ اور صحابہ اور اولیاء آسکتے ہیں[1]۔ اصل مرہم تو یہ ہے کہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کی دعوت دی جائے۔

ایسے خطرات آتے رہیں گے۔ مومن کو اپنے کام میں لگا رہنا چاہیئے۔ آپ کے لئے دِل سے دعا کرتا ہوں۔ والسلام سید سلیمان ۵ رجب ۱۳۶۹ھ

---

[1] یہ کتاب مختلف مراحل سے گذر کر مصائب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم، بنام اسوۂ حسنہ ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوئی۔

(۷۰)

کانپور

عزیز مکرم ادام اللہ توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں آج شب کو اعظم گڈھ سے واپس آیا۔ تقریباً دس روز دارالمصنفین میں رہا۔ مجتبی مولوی حبیب الرحمٰن بھی اطلاع پاکر چند گھنٹوں کے لئے آگئے تھے۔ مل کر دل خوش ہوا۔ آپ کا ذکرِ خیر بھی درمیان میں آیا۔ طلبا کے محلہ کے عدم ذہانت کا گلہ تو اللہ تعالیٰ کی فطرت کا گلہ ہے۔ بہرحال محنت میں تو کمی نہیں کرتے۔ پھر اصل شئے دین کی عملی کیفیت ہے۔ خدا کرے اس میں بودے نہ ہوں۔ بنیؐ و آل نبیؐ کے بجائے یہ نام رکھئے "انبیاء اور خواص امت کے مصائب" انبیاء کی جگہ صرف نبی کو لینا ہے۔ نبی رکھئے اور خواص امت میں صحابہ اور اولیاء و علماء سب داخل ہیں۔ خواص کی جگہ اکابر بھی رکھ سکتے ہیں۔ آلِ نبیؐ کے احوال کی تحریر میں صرف مستند روایات اہل سنت کو لیا جائے۔ دلیسنہ انشاء اللہ تعالیٰ اوائل جون میں قصد ہے۔ والامر بید اللہ۔ والسلام۔

سید سلیمان ۱۷ مئی ۱۹۵۰ء

(۷۱)

کراچی ۳ چمن اسٹریٹ ڈار منزل

برادرم وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خط ملا۔ الحمد للہ خیریت ہے۔ اس سے پہلے آپ کا کوئی کارڈ نہیں ملا۔ آپ کی کتاب نظام مساجد کے چھپنے کی خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کو فائدہ مند بنائیں۔ کتابیں برابر آتی جاتی رہتی ہیں۔ ڈاکخانہ نے آپ کے ساتھ خواہ مخواہ زیادتی کی۔ امید ہے کہ آپ کا مدرسہ اپنا کام کر رہا ہوگا۔ آپ کے لئے دعا ءِ خیر کرتا ہوں۔ والسلام

سید سلیمان ۴ جولائی ۱۹۵۱ء

(۷۲)

کراچی ۵ چمن اسٹریٹ ڈار منزل

برادر سعید وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا کارڈ آپ کے وطن سے ملا۔ خیال تھا کہ آپ کے لکھنے کے بموجب آپ کی کتاب نظام المساجد آجائے گی تو جواب دوں گا مگر افسوس کہ وہ اب تک نہ آئی۔

میرے خطوں میں نہ لفظاً کوئی خوبی ہوتی ہے اور نہ معنیً۔ اس کو جمع کرکے کیا کیجئے گا۔ آپ نے گیلان جانے کا ذکر کیا۔ ہندوستان کے ان دوستوں میں سے جن کے جیتے جی چھوٹ جانے کا افسوس ہے ایک مولانا مناظر صاحب گیلانی ہیں۔ اور دوسرے آپ کے استاذ مکرم مولانا حبیب الرحمٰن (اعظمی) ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے ہندوستان کے مسلمانوں کو مستفید فرمائے۔ میرا یہاں رہ جانا بھی اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہی ہے۔ دعا کیجئے کہ اس کو میرے لئے اور یہاں کے مسلمانوں کے حق میں مفید فرمائیں۔ والسلام

سید سلیمان (۲ راگست ۱۹۵۱ء کو موصول ہوا)

(۷۳)

کراچی

عزیز مکرم زادکم اللہ تعالیٰ توفیقاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا کارڈ ملا۔ آپ کی کتاب نظام مساجد بھی دہلی سے پہونچی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور آپ کی اس پہلی تصنیف کو آئندہ کے مدارج و مراتب کی ترقی کا زینہ بنائے۔ اس زمانے میں دین کی خدمت کا بڑا ذریعہ سنجیدہ قلم ہے۔ اس نعمت کا شکریہ ادا کیجئے۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

مضامین کا اسلوب، معلومات کی فراہمی، بیان کی شگفتگی اور طریق تعبیر کی درستی ہر چیز پسند

آتی ہے۔ آپ کے استاد محترم کی خیریت سننے کو دل چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحیح و سالم رکھیں۔ خط انھیں لکھیں تو میری یاد بھی ان کو دلادیں۔ یہ ایسا عالم آشوب وقت ہے کہ بھائی بھائی سے اور دوست دوست سے جدا ہے۔ نہ کسے می رود آنجا نہ کسی می آید۔

بحمدہٖ تعالیٰ یہاں بھی عربی مدارس جگہ جگہ کھل رہے ہیں۔ اور طلبہ مجتمع ہو رہے ہیں۔ کتابوں اور کتب خانہ کی کمی ہے۔ اس کی تدبیر بھی کی جا رہی ہے۔ ایک کارڈ اس سے پہلے بھی جا چکا ہے۔ ملا ہوگا۔ والسلام

سید سلیمان ۲۷ر اگست ۱۹۵۱ء

(۷۴)

کراچی

عزیز مکرم حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کے خط ملے۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ تاریخ مساجد کا کام ہو رہا ہوگا۔ ایک لاہور کی مساجد[۱] کا تذکرہ چھپا ہے۔ کیا آپ کو ملا ہے۔ دوسری کتاب تاریخ مساجد بغداد عربی میں یہاں نظر سے گذری۔ تاجرین بمبئی سے آپ کو وہاں مل جائے گی۔ تاریخ تمدن عرب اور تمدن ہند میں بھی مسالہ ملے گا۔

مولانا حبیب الرحمٰن کا خط وہاں سے آیا تھا۔ میں نے جواب دیا معلوم نہیں کہ ان کو ملا یا نہیں۔ کیونکہ پھر جواب نہیں آیا۔ ان کے مدرسہ کے مہتمم صاحب شاید کانگریس کے ٹکٹ پر ممبری کے لئے کونسل میں کھڑے ہوئے ہیں۔ شاید ہو جائیں۔ سیاست اور علم میں بیر ہے۔ یہی سبب بار بار کی کدورت کا ان کے درمیان میں ہوگا۔

دربھنگہ کے سیلاب سے کاشت کو نقصان پہونچنے سے افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائیں۔ والسلام

سید سلیمان۔ ۱۴ر جنوری ۱۹۵۲ء

---

[۱] یہ کتاب اسلام کا نظام مساجد ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوئی۔ حضرت نے ایک سطر میں کتاب کی ایسی جامع تعریف فرمائی ہے جس کو پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اور یہ کئی صفحات کی تعریف پر بھاری ہے۔ یہ خاکسار کی سب سے پہلی کتاب ہے جو چھپ کر شائع ہوئی۔ فالحمدللہ حمداً کثیراً طیباً

(٧٥)

کراچی

برادر مکرم　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میرا پہلا خط گم ہوگیا۔ مقدر تھا۔ مدرسہ کا مکان خدا کرے جلد بن جائے[1] کہ آپ کو سبکدوشی ہوجائے۔ اہل علم انتظامی امور سے جلد گھبرا جاتے ہیں۔ بہرحال آپ ہمت سے کام لیں اور تحمل اور برداشت کے ساتھ توجہ الی اللہ سے مدرسہ کی تکمیل کرسکیں۔ جو ایک بڑا کام ہے۔ میں نے آپ کے یہ مضامین نہیں پڑھے۔ اس لئے رائے کیا دے سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے دین کی خدمت کا کام لیں۔ اپنی اصلاح بھی ہمیشہ پیش نظر رہے۔ اور حضرت مولانا تھانویؒ کے ملفوظات و مواعظ کا مطالعہ رکھیں۔ بحمد اللہ خیریت ہے۔ اور آپ کی خیریت کا داعی اور طالب ہوں۔　والسلام

سید سلیمان　۲۰ راگست ۱۹۵۲ء

(٧٦)

کراچی

عزیز مکرم　　　　زادکم اللہ توفیقاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ خیریت ہے۔ مدرسہ کے کام میں انتشار خیال کے اوقات اکثر آتے ہیں مگر پامردی اور استقامت سے کام لینا چاہیئے۔ آپ کا مضمون نظام عفت برہان میں نہیں پڑھا۔ یہ پرچہ میرے پاس نہیں آتا۔ بہرحال جو کچھ ہوسکے موجب اجر ہے۔ آج کل ایمان کے بعد جو چیز برباد ہوتی نظر آتی ہے وہ عصمت ہی ہے۔ اس لئے اس کی حفاظت کی خاطر جو کچھ کیا جاوے عین مطلوب اور ماجور ہے[2]۔

صحت اور کھانے کے نظم میں غفلت نہ برتیں کہ ولجسدک علیک حقاً اگر صحت نہ رہی تو کوئی کام ہی نہ ہوسکے گا۔ نہ مدرسہ کا، نہ لکھنے پڑھنے کا۔ آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔

والسلام

سید سلیمان ندوی　۱۱ رفروری ۱۹۵۳ء

---

[1] لاہور کی مساجد کا تذکرہ نہیں مل سکا البتہ تاریخ مساجد بغداد (عربی) میں نے منگوائی تھی مگر وہ بھی ایک حادثہ میں لٹ گئی۔

[2] حضرت الاستاذ مولانا عبداللطیف صاحب نعمانی کھڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا کی۔ پانچ سال تک یوپی اسمبلی کے ممبر رہے۔

سے الحمدللہ دارالعلوم معینیہ کی پختہ بلڈنگ تیار ہوگئی۔

لہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ یہ کتاب بھی "نظام عفت وعصمت" کے نام سے شائع ہوئی۔ اور کافی مقبول ہوئی۔ متعدد ایڈیشن چھپے۔ اس کا انگریزی ترجمہ پہلے کویت نے اپنے یہاں سے شائع کیا۔ پھر ہندوستان سے بھی شائع ہوئی۔ ظفیر

حضرت سید صاحب نے ۴ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ ۲۲ نومبر ۱۹۵۲ء میں وفات پائی (تاریخ تفاء بھوپال ص۲۱۹) بھوپال سے یکم جون ۱۹۵۰ء میں استعفا دے کر وہاں سے روانہ ہوگئے۔ (ایضاً ص۲۲۰) ۱۶ جولائی ۱۹۴۶ء دارالقضاء وامارت جامعہ احمدیہ کے مسند نشیں ہونے کی حیثیت سے کام شروع فرمایا تھا لیکن کہ جب عمر بھر کے ساتھیوں کی طرف سے بے اعتنائی برتی گئی تو اس صوفی صافی کا آئینہ دل ٹوٹ گیا اور خون سے پرورده ادارے دارالمصنفین کو چھوڑنے پر آمادہ ہوگئے۔ اور بھوپال آنے پر مجبور ہوئے (ایضاً ص۲۱۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ

مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

حضرت مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے ان برگزیدہ اور نامور علماء میں تھے، جن کی ملی ودینی خدمات پر اہل ملک بلکہ باشندگان برصغیر کو بجا طور پر ناز ہے۔ میں نے حضرت والا کو اپنی مدرسی کے زمانہ میں ایک بڑے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے سب سے پہلے مونگیر میں دیکھا۔ اور پھر قریب سے بھی دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت مہتمم صاحب کا دیدار امیر شریعت بہار واڑیسہ حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ رحمانی میں اپنے والد محترم بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت مولانا محمد علی مونگیری قدس سرہ (م ۱۳۴۶ھ) کی وصیت کے مطابق ایک کتب خانہ کی تعمیر کرائی۔ اور اس کے افتتاح کے لئے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ اور علماء بہار کو مدعو کیا۔ اس اجتماع میں کتاب خانوں کی تاریخ اور اس کی افادیت پر خاکسار نے ایک مبسوط مقالہ پڑھا جسے تمام علماء کرام کے ساتھ حضرت قاری صاحبؒ موصوف اور حضرت مدنیؒ نے بھی کافی پسند فرمایا اور آپ حضرات کے دلوں میں مقالہ نگار کی وقعت پیدا ہوگئی۔

دیوبند میں حاضری اس کے دو تین ماہ بعد ہی حضرت اقدس کا ایک مکتوب گرامی خاکسار کے نام موصول ہوا۔ جو نمبر ایک پر آپ کے مکاتیب میں درج ہے۔ اس کے ذریعہ خاکسار کو تصنیف وتالیف کے لئے طلب فرمایا جو خط نمبر دو پر درج ہے۔ اور یہ طلبی مجلس عاملہ کے فیصلہ کی بنیاد پر تھی۔ میں ۲ صفر ۱۳۷۶ھ کو دارالعلوم دیوبند حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ اور خدمت

دارالعلوم میں بطور ملازم مشغول ہوگیا۔ ایک سال سے کچھ کم شعبۂ تصنیف سے متعلق رہا۔[1] پھر مجلس عاملہ نے مجھے مرتب فتاویٰ کے عہدہ پر دارالقضا میں منتقل کردیا۔ اس خدمت کا ثمرہ مدلل و مکمل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے نام سے اولین مفتی عارف باللہ مفتی عزیزالرحمٰن عثمانی کے فتاویٰ کا ایک بڑا حصہ بارہ جلدوں میں طبع ہوکر ملک وملت کے سامنے آیا۔ اس کی ترتیب وتزئین اور تحشیہ وحوالجات کی خدمت اس بندہ نے انجام دی۔ پھر بعض حضرات کے ایما پر مجلس شوریٰ نے دارالافتاء سے کتب خانہ دارالعلوم دیوبند کی خدمت کے لئے کتب خانہ میں مدیر کتب خانہ بنا کر بھیج دیا۔ جہاں میں نے اس کی جدید ترتیب فنوار اور زبان وار کی اور کارڈ سسٹم جاری کیا۔ اس کے بعد دارالمطالعہ جاری کرنے کی درخواست کی جس کی شوریٰ نے منظوری دی۔ اس سے پہلے طلبہ کے مطالعے کا کتب خانہ میں انتظام نہیں تھا۔

کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خاکسار کی بڑی قدر افزائی فرمائی اور حوصلہ افزائی بھی، اور آپ کی محبت وشفقت کے نتیجہ میں ہی اندرو باہر کا فی علمی کام انجام پایا۔ اور میری متعدد کتابیں طبع ہوکر شائع ہوئیں اور مجھے یکسوئی حاصل رہی۔

حضرت مہتمم صاحب کی صاف دلی، عالمانہ شان اور شیریں بیانی نے قلباً مجھے آپ سے بہت قریب کردیا حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے وصال کے بعد جن سے خاکسار بیعت تھا، جب مرشد کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں نے آپ سے ہی باصرار بیعت کرنے کی درخواست کی، جسے حضرت نے منظور فرمایا۔ پاس انفاس تک کی تعلیم حضرت اقدس مدنی سے حاصل ہوچکی تھی۔ اس کے بعد کی تکمیل حضرت مہتمم صاحب نے فرمائی۔ اور چند سال بعد اجازت نامہ بھی لکھ کر بمبئی سے میرے نام بھیج دیا۔ جو محض حضرت کا کرم تھا اور حسن ظن۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

چونکہ بحیثیت ملازم قرب رہا۔ اس لئے خطوکتابت کی ضرورت ونوبت کم پیش آئی۔ حضرت والا کے جو چند خطوط محفوظ رہ گئے تھے وہ اس مجموعہ میں شامل کردیئے گئے ہیں۔ دفتری حکنامے دارالعلوم کے محافظ خانہ میں محفوظ ہوں گے۔ میرے پاس جو کچھ تھے وہ سب انقلاب کی نذر ہوگئے۔ ان میں سے بیشتر خطوط حضرت کے ہاتھ کے نوشتہ ہیں۔ اس وقت جو چند خطوط شائع ہورہے ہیں

---

[1] اس سے پہلے سال ایک کتاب ردمودودیت میں لکھی جو جماعت اسلامی کے دینی رجحانات" کے نام سے شائع ہوئی۔ دوسری عقائد پر مرتب کی تھی مگر وہ نہیں چھپ سکی۔ ظفیر

ان میں ایک طالب حق کے لئے بڑی رہنمائی ہیں. بیدار دل و دماغ والے ان سے روشنی حاصل کرنے میں انشاء اللہ کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔ حضرت کی زندگی کے لئے حکیم الاسلام اور ان کی مجالس نامی کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔ جس کے ایک حصہ میں حضرت کی زندگی ہے اور خاکسار کے قلم سے ہے۔

آپ کا سنہ پیدائش محرم ۱۳۱۵ھ مطابق جون ۱۸۹۷ء یوم یکشنبہ ہے۔ ۱۳۳۶ھ میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔ حافظ وقاری پہلے ہو چکے تھے۔ ۱۳۴۳ھ میں نائب مہتمم بنائے گئے۔ ۱۳۴۸ھ میں مستقل مہتمم کے عہدہ پر فائز کئے گئے۔ ۶ر شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷ر جولائی ۱۹۸۳ء یوم دوشنبہ کو دیوبند میں وفات پائی۔ آپ کا تاریخی نام مظفر الدین اور خورشید قاسم تھا۔ وفات کے دن گیارہ بجے رات میں مزار قاسمی میں علم و عمل کا یہ آفتاب عالمتاب ہمیشہ کے لئے ظاہری نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔

علماء کے تاثرات کے لئے "تذکرۂ طیب" کا مطالعہ فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

طالب دعا

محمد ظفیر الدین غفرلہ

مفتی دارالعلوم دیوبند

(۱)

مکرم و محترم زید مجدکم السامی

سلام مسنون۔ سوانح قاسمی مصنفہ مولانا گیلانی کی پہلی جلد آپ کے ملاحظہ سے گذری ہوگی، میں چاہتا ہوں کہ آپ حضرت نانوتوی کی تبحر علمی کے زہد و قناعت یا ان کے زہد و قناعت یا ان کی سادہ زندگی اور اولوالعزمی یا ہنگامہ ۵۷ء کے بعد بنیاد دارالعلوم کی صورت میں پراگندہ حال قوم کی شیرازہ بندی کے سلسلہ میں ان کے مجددانہ کارنامے یا ان کی دنیا سے بے رغبتی اور استغناء وغیرہ۔ ان عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر چھ سات صفحات کا ایک مضمون مرتب کر دیں۔ جس کا مواد سوانح قاسمی کی اس پہلی جلد میں آپ کو پورے بسط کے ساتھ مل سکتا ہے۔ یہ مضمون اس طرز کا ہو، جس طرز کا آپ نے جناب محترم خلیق احمد نظامی کی کتاب "تاریخ مشائخ چشت" کے اقتباسات سے مرتب فرمایا ہے۔[1]

رسالہ دارالعلوم میں اکثر آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ انشاءاللہ آپ کا یہ مضمون حلقہ دارالعلوم میں پسندیدگی حاصل کرے گا۔ اور آپ کے ذوق و شوق تحریر سے ایک اچھی خدمت انجام پا سکے گی۔

امید ہے جناب اپنے قیمتی مشاغل سے اس کام کے لئے کچھ وقت نکالیں گے۔ اور مجھے شکرگذار ہونے کا موقع دیں گے۔

والسلام

محمد طیب

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲۰ ۵/۷۴ ھ

---

[1] یہ حضرت حکیم الاسلام مہتمم دارالعلوم دیوبند کا سب سے پہلا خط ہے جو خاکسار کو لکھا گیا اور رسالہ دارالعلوم دیوبند کے ایڈیٹر مولانا ازہر شاہ قیصر کے ذریعہ بھیجا گیا۔ بحمداللہ متعدد قسطوں میں مضمون شائع کیا گیا اور پسند کیا گیا۔ ظفیر

(۲)

دفتر دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور

حضرت المحترم زید مجدکم السامی

سلام مسنون۔ نیاز مقرون۔ صحت ورئ مزاج کا خواہاں ہوں۔ اس وقت ایک خاص ضرورت سے عریضہ لکھ رہا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے شعبۂ تبلیغ اور یہاں کے نشرواشاعت کو ایک ایسے فاضل کی ضرورت ہے جو صاحب قلم، خوش تحریر، اور شرعی مسائل وحقائق کو دلنشیں پیرایہ میں اچھے اسلوب کے ساتھ موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنے پر قادر ہو۔ بالخصوص مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے ان نظریات کا جو اہلسنت والجماعت کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں اصول ودلائل کی روشنی میں تجزیہ کرکے ان کا کھرا اور کھوٹا واضح کرسکتا ہو۔ نیز مخالف تحریرات سے انصاف واعتدال کے ساتھ اخذ کرنے اور اس پر سنجیدہ گرفت کرنے کا سلیقہ رکھتا ہو، اور معاندین کے شبہات واعتراضات کا شرعی مواد کی روشنی میں متانت کے ساتھ جواب دینے کی اہلیت رکھتا ہو۔ ساتھ ہی اکابر دارالعلوم کے بتائے ہوئے اسالیب بیان وعنوانات کلام بیان کے ذوق وفکر کی روح کو محفوظ رکھتے ہوئے اچھے ڈھنگ سے ان کے مقصود کی ترجمانی کرسکتا ہو، اور اسی کے ساتھ احیاناً دارالعلوم کی ضروریات یا بیرونی دعوت پر حسب موقعہ تقریر وبیان پر بھی قادر ہو۔

اس سلسلہ میں مختلف شخصیتوں کے نام کے ساتھ جناب کا اسم گرامی بھی سامنے آیا۔ بندہ کا حسن ظن توذات سامی کی نسبت جو ہے وہ ہے اور وہی اس تحریر کا باعث ہوا ہے۔ لیکن درخواست یہ ہے کہ معیار بالا کی رو سے اپنے بارے میں خود جناب بے تکلف اظہارِ خیال فرمادیں کہ ان خدمات مطلوبہ کو جذبات مذکورہ کے ساتھ انجام دے سکیں گے یا نہیں؟ [1]

---

[1] ان تمام قیود وشرائط پر کسی عالم کا اترنا جس قدر مشکل ہے ظاہر ہے، اس لئے جواب لکھا گیا کہ سوائے ذوق وشوق علمی کے خاکسار میں کچھ بھی نہیں۔ ظفیر

اگر دے سکیں گے تو مطلع فرمادیں تاکہ میں مجلس انتخاب میں اسم گرامی کو اپنی سفارش کے ساتھ پیش کرسکوں۔ ساتھ ہی اگر کوئی مقالہ یا رسالہ یا مضمون تالیفات[1] میں سے ہو تو اسے بھی ارسال فرمادیں۔ خواہ مطبوع ہو یا مخطوط۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ والسلام

محمد طیب

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۵- ۱۱- ۷۵ھ

(۳)

دفتر دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور

مکرمی محترمی زید مجدکم

سلام مسنون۔ گرامی نامہ مل گیا تھا۔ متعلقہ سب کمیٹی کے اجلاس کے انتظار میں اس پر کوئی کارروائی نہ ہو سکی۔ اب اجلاس سے فراغت ہوگئی ہے۔ آپ کا تقرر شعبۂ تبلیغ میں فرائض مذکورہ عریضۂ سابقہ پر بمشاہرہ ۷۵ روپے ماہوار منظور کیا گیا ہے۔ پچاس فیصدی الاؤنس ملے گا۔ اس لئے مجموعی یافت سردست ۱۱۲ روپے آٹھ آنے ہوگی۔ جس دن سے آپ تشریف لاکر کام شروع کردیں گے اسی دن سے مشاہرہ کا اجراء کردیا جائے گا۔ امید ہے کہ آنے میں تاخیر نہ فرمادیں گے۔ فرائض متعلقہ بغیر ذمہ دار کے تشنۂ عمل ہیں۔ امید ہے کہ مزاج سامی بعافیت ہوگا اور آمد کی اطلاع[2] سے مسرور فرمائیں گے۔ والسلام

محمد طیب از دیوبند

۱۴- ۱- ۷۶ھ

---

[1] "نظام مساجد" اور "نظام عفت" دو کتابیں مطبوعہ بھجوائی گئیں جو ندوۃ المصنفین سے اس وقت شائع ہو چکی تھیں۔

[2] لکھا گیا جلد ہی حاضری ہوگی۔ ۳ر صفر ۷۶ھ کو آکر اپنی ذمہ داری سنبھال لی۔ اولاً جماعت اسلامی پر لکھنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ "جماعت اسلامی کے دینی رجحانات" کے نام سے کتاب لکھی گئی اور تین ماہ کے اندر چھپ کر کارکنان دارالعلوم کے ہاتھوں میں پہونچ گئی۔ ظفیر

(۴)

دفتر دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور

گرامی خدمت محترم مولانا ظفیر الدین صاحب

سلام مسنون۔ مولانا احمد علی صاحب سعید کے دار الافتاء سے دار الصنائع میں منتقل کرنے اور مولانا جمیل الرحمٰن صاحب کے نائب مفتی بنا دیئے جانے کے بعد مجلس عاملہ منعقدہ ذیقعدہ ۷۶ھ نے آپ کو شعبۂ تبلیغ سے دار الافتاء میں ترتیب فتاویٰ وغیرہ کی خدمت کے لئے منتقل کر دیا ہے۔ آپ دار الافتاء میں پہونچ کر کام سنبھال لیں[1]۔

مجلس نے آپ کے استقلال کی بھی منظوری دے دی ہے۔

محمد طیب

مہتمم دار العلوم دیوبند

۶-۱۱-۷۶ھ

(۵)

دفتر دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور

حضرت المحترم! زید مجدکم السامی

سلام مسنون۔ الحمد للہ بعافیت ہوں۔ امید ہے کہ آپ بھی بعافیت ہوں گے۔ آپ نے تین ماہ کی رخصت حاصل کی ہے۔ جس کا تقریباً ایک تہائی حصہ پورا ہو چکا ہے۔ مجھے اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا ہے کہ رخصت تو ایک ضابطہ کی چیز ہے مگر اپنی جگہ پر۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس رخصت کے بعد حقیقۃً ارادہ واپسی کا ہے یا نہیں؟ اگر ارادہ ہے تو آپ اسے قطعیت کے ساتھ تحریر فرمادیں۔ لیکن اگر واپسی کا قصد نہ ہو یا تردد ہو تو عرض کرنا یہ ہے کہ اس منصب کے لئے جس پر آپ کام کر رہے ہیں ایک موزوں شخصیت مل رہی ہے جو اپنی قابلیت اور وجوہ استحقاق کی بناء پر واجب التوجہ ہے۔ اگر آپ کی تشریف آوری نہ ہو تو

---

[1] ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ کو شعبۂ تصنیفات سے دار الافتاء میں پہونچ گیا۔ ظفیر

ان سے بات چیت کی جائے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ضابطہ سے الگ ہو کر اپنا حقیقی منشا واضح فرمادیں۔ آنے کی صورت میں آپ بہرحال مقدم ہیں۔ ساتھ یہ بھی کہ اس رخصت کے بعد کوئی رخصت نہ لیں اور وہ منظور بھی نہ ہو سکے گی۔ اس کے ختم پر جو حقیقی ارادہ ہو اس سے قطعیت کے ساتھ مطلع فرمادیں۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ پرسان حال حضرات کی خدمات میں سلام مسنون

والسلام

محمد طیب — از دیوبند

۱۸-۱۱-۷۸ھ

(۶)

دارالعلوم دیوبند، یوپی

حضرت المحترم — زید مجدکم السامی

سلام مسنون۔ نیاز مقرون۔ گرامی نامہ سے مشرف فرمایا۔ سابقہ عریضہ کا مقصد صرف آمد متعین کرانا تھا۔ سو وہ ہو گئی۔ اب خواہ ابھی تشریف لے آویں یا رخصت پوری کر کے آویں۔ بعض لوگوں نے وثوق سے چوں کہ یہ بیان کیا کہ آپ کا ارادہ واپسی کا نہیں ہے۔[1] اس لئے عریضہ بھیجنے کی ضرورت پیش آئی، سو الحمد للہ بات صاف ہو گئی۔[2]

آپ کے کمرہ کے بارے میں انہی صاحب نے سادگی برتی جن کو آپ تالی حوالہ کر گئے تھے۔ میرے پاس جب معاملہ آیا تو میں نے لکھ دیا ہے کہ سامان کے ہوتے ہوئے اس کمرہ میں کسی طالب علم کو رہنے کا حق نہیں ہے۔ سامان کی پوری حفاظت کی جائے، امید ہے سامان اور جگہ محفوظ رہے گی۔ دعا کا مستدعی ہوں۔

والسلام — محمد طیب — از دیوبند

۶-۱۲-۷۸ھ

---

[1] جواب میں لکھا گیا انشاء اللہ ضرور واپسی ہو گی۔ ظفیر

[2] یہ حضرت اقدس کا غایت کرم تھا کہ سنی سنائی باتوں میں نہیں آئے۔ براہ راست لکھ کر معلوم فرمایا اور مطمئن ہو کر مسرت کا اظہار فرمایا۔ ظفیر

(۷)

دفتر دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور۔

محترمی زید مجدکم

بعد سلام مسنون آنکہ آپ کی رخصت قریب الختم ہے۔ لہٰذا آپ کو جلد پہونچ جانا چاہئیے حضرت مہتمم صاحب کے گرامی نامہ ۱۸۔ ۱۱۔ ۷۵ھ سے کیفیت واضح ہو چکی ہے۔ اس کی رو سے اب مزید رخصت کا قصد نہ فرمادیں۔ اس کے لئے حالات مساعد نہیں ہیں۔ لہٰذا اگر دارالعلوم میں واپسی کا قصد ہے تو فوراً تشریف لاکر اپنے کام میں لگ جائیے، تاخیر نہ فرمائیے۔

نیز یہ کہ سانحہ سے حضرت مہتمم صاحب کے پاس جو خط آیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ آپ کی ابھی اور ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اور آپ کو ایک سال یا کم وبیش رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کا فیصلہ مہتمم صاحب نے آپ پر محول فرمادیا ہے کہ آپ کی جو رائے ہو اس پر عمل کریں۔ اور دارالعلوم کو جلد مطلع فرمادیں۔

دارالعلوم کا جو منشا تھا اسے حضرت مہتمم صاحب اپنے سابقہ گرامی نامہ مورخہ ۱۸۔۱۱۔۷۸ھ میں تحریر فرما چکے ہیں۔ اپنی آخری رائے سے جلد مطلع کیجئے۔ حضرت مہتمم صاحب ۶۔ ۱۔ ۷۹ھ کو افریقہ تشریف لے جا چکے ہیں۔

امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ والسلام

محمد مبارک علی غفرلہ

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۳۔ ۱۔ ۷۹ھ

لے نائب مہتمم صاحب کا یہ خط چونکہ حضرت مہتمم صاحب کی ہدایت پر ہی لکھا گیا ہے۔ اس لئے اسکو شامل کر لیا گیا۔ ظفیر

(۸)

محترمی زید مجدکم السامی

سلام مسنون۔ اخلاص مقرون ۔گرامی نامہ ملا۔ میں آج ہی سرگودھا پہونچا ہوں پرسوں لائل پور کے لئے روانگی ہے۔ جولائی کے پہلے ہفتہ میں دیوبند پہونچ جانے کی توقع ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ فتاویٰ دارالعلوم کے سلسلہ میں ٹائیٹل پر بحیثیت مرتب فتاویٰ آپ کا اسم گرامی آنا میرے خیال میں قابل اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ حق پسندی کا تقاضہ بھی ہے کہ یہ نام آنا آپ کا حق ہے۔ جبکہ اول سے لے کر آخر تک محنت آپ کی ہے۔ احقر کی رائے آپ کے گرامی نامہ کے بعد بھی ہے کہ نام کی تصریح ضرور ہونی چاہیئے[1]

امید ہے کہ آپ بعافیت ہوں گے۔ دعاء کا خواستگار ہوں۔ حضرت مفتی صاحب اور دوسرے بزرگوں سے بشرط ملاقات و یاد سلام فرمادیں۔

مولوی عبدالحق[2] صاحب کا خط بھی مل گیا ہے۔ ان کو بھی سلام فرمادیں۔

والسلام

محمد طیب ازسرگودھا

مدرسہ سراج العلوم

۹-۱-۸۴۔ یوم چہارشنبہ

(۹)

حضرت المحترم المکرم مولانا محمد حسین صاحب

حضرت المحترم المکرم مولانا ظفیرالدین صاحب

سلام مسنون۔ نیاز مقرون۔ گرامی نامہ باعث شرف و انبساط ہوا۔ نامۂ محبت نے دل

---

[1] اہل دفتر نے نام حذف کر دیا تھا۔ حضرت نے پاکستان سے یہ گرامی نامہ تحریر فرمایا۔ پھر نام کا اضافہ ہوا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکے گا کہ حضرت مہتمم صاحب میں حق پسندی کا کیسا عمدہ جذبہ تھا۔ اور اپنے معمولی ملازم کی دل میں کتنی قدر و منزلت تھی۔ ظفیر

[2] مولانا عبدالحق بیشکار مہتمم جن کو حضرت مہتمم صاحب سے حد درجہ عقیدت و محبت تھی۔

میں یاد و محبت میں ایک تموج پیدا کر دیا۔ نہ یہ محبت مٹنے کی چیز ہے نہ مٹائی جا سکتی ہے۔ انشاء اللہ یہ یاد آخرت تک ساتھ جانے والی ہے۔ اس لئے باقی ہے اور باقی رہے گی۔ یہاں کے عزیزوں اور دوستوں نے دیڑھ ختم اکتوبر تک بڑھوایا ہے اور اسی کے تحت مختلف پروگرام ہیں۔ جلسوں کے سلسلہ کی بات آپ جانتے ہیں کہ جلسے والے سب کچھ گوارہ کر لیتے ہیں لیکن پروگرام کے بارے میں جان لڑا دیتے ہیں۔ میرٹھ بمبئی وغیرہ میں بارہا اس کی نوبت آئی کہ مجھے بخار شدت کا چڑھا ہوا ہے لیکن جلسے والوں نے اپنی بدنامی کے تصور پر دوسرے کے آرام کو نثار کر دیا ہے۔ اس لئے پروگرام بہرصورت پورے کرنے پر مجبور رہ گیا ہوں۔ آپ حضرات کی یاد دل میں کتنی ہے۔ وہ الفاظ میں لانے کی چیز نہیں۔ ایسی ہی یادیں کچھ اور بھی ابھری ہوئی ہیں۔ وقد یوذی من المقت الحبیب۔ یہاں سب اعزہ بعافیت ہیں۔ ملنے کے لئے دوسرے شہروں سے بھی لوگ آتے ہیں۔ وہاں پر سب پرسانِ حال حضرات کی خدمات میں سلام مسنون پہونچا دیا جائے۔ یہاں سالم و اسلم سلمہما سے خیریت پہنچا کر دعا پہونچا دی جائے۔ ان کے خط کا انتظار رہے۔ والسلام

محمد طیب غفرلہ   از کراچی ناظم آباد
مکان زاہد قاسمی

٧-٧-٨٨ھ

(١٠)

محترمی و مکرمی زید مجدکم

سلام مسنون۔ نیاز مقرون۔ گرامی نامہ نے شرف فرمایا۔ میں اپنی عدیم الفرصتی کے بارے میں کیا عرض کروں۔ چار سو پانچ سو آدمیوں سے سابقہ، روزانہ تعلیم و تلقین اور تقریر اور تراویح اور دن میں مختلف حصوں میں ہے۔ اس سے افسوس ہوا کہ آپ نے بمبئی آنے کا ارادہ کیا اور مجھے خبر نہ ہوئی۔ اگر اس کا علم ہوتا تو میں آپ کو ساتھ لے لیتا۔ بہرحال والخیر فیما وقع۔ میں انشاء اللہ ١٣ شوال تک دیوبند پہونچ جاؤں گا۔ آج مالیگاؤں، احمد نگر، اورنگ آباد، ناندیڑ، نظام آباد اور حیدرآباد کے قصد سے شب میں روانہ ہو رہا ہوں۔ وہاں سے

انشاء اللہ ۲ر جنوری ۱۹۶۹ء کو جی ٹی ایکسپریس بس سے روانہ ہوکر ۵ر کو دیوبند پہونچوں گا۔ سب حضرات سے سلام مسنون والسلام

محمد طیب از بمبئی

۲ر شوال ۸۸ھ یوم یکشنبہ

(۱۱)

محترمی مولانا ظفیر الدین صاحب زید مجدہ

سلام مسنون۔ آپ نے جو رسالہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ کے خلق وعمل کے بارے بنام "ایک مثالی شخصیت" تحریر فرمایا ہے۔ اس کے چھ نسخے وی پی حسب ذیل پتہ پر ارسال فرمادیجئے[1] ماسٹر عزیز الحق صاحب ناگدیوی اسٹریٹ فرم مولوی عبدالکریم سلہٹی ۲۰۶ بمبئی ۳

والسلام محمد طیب از بمبئی

۱۵-۹-۹۶ھ

(۱۲)

محترمی ومحترم المقام مولانا ظفیر الدین صاحب زید مجدکم السامی

سلام مسنون۔ نیاز مقرون۔ گرامی نامہ صادر ہوا۔ خوشی ہوئی۔ حضرت مولانا فضل اللہ صاحب دام مجدہ اپنے طریقہ کے ایک شیخ اور بے نفس بزرگ ہیں۔ ان کی توجہ اور اجازت[2] ہی بلاشبہ فضل خداوندی ہے۔ اس پیشکش کو آپ نے قبول فرمایا انشاء اللہ یہ خیر وبرکت کا باعث ہوگی۔ آپ کے عمل اور مجاہدہ سے بڑھ کر یہ شہادت اور پیش کش بلاشبہ وقیع ہے اور فضل خداوندی ہے۔ اس بناء پر میں بھی آپ کو اجازت[3] دیتا ہوں جو بھی اللہ

---

[1] حسب الحکم دس نسخے ہدیۃً بھیج دیئے گئے۔ ظفیر

[2] حضرت مولانا فضل اللہ صاحب صدر شعبۂ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی علی گڈھ حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری کے پوتے تھے اور ان کو اولاً دادا رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت بیعت تھی۔ حضرت والا نے بلے وہم وگمان ۴ر صفر ۱۳۹۵ھ کو مسجد دارالعلوم دیوبند میں بعد نماز ظہر روک لیا اور مولانا محمد رضوان امام مسجد عامرہ حیدرآباد کو بلایا جو حضرت کے ساتھ آئے ہوئے تھے اور فرمایا میرے کپڑوں میں شیخ سنوسی والا جبہ لاؤ جب وہ آگیا تو انہوں نے میرے حوالہ یہ کہتے ہوئے فرمایا کہ میں تم کو مسلمانوں کو بیعت کرنے کی اجازت دیتا ہوں اور یہ جبہ عطا کرتا ہوں۔ میرے نزدیک اس کے مستحق تم ہی ہو نکہ یہ اپنے شیخ کی طرف سے بیعت وارشاد کی اجازت ہے ایک ادنیٰ مرید کو۔

کا نام پوچھے اسے بتلا دیا کریں۔ یہ آپ کے لئے اور اس کے لئے نافع ہوگا۔ حق تعالیٰ ہم سب کو توفیق تقویٰ و طہارت عطا فرماویں۔ امید ہے کہ آپ بعافیت ہوں گے۔ حاضرین مجلس کی خدمت میں سلام مسنون۔

اگر حضرت مولانا محمد حسین صاحب موجود ہوں اور مکان تشریف نہ لے گئے ہوں تو ان کی خدمت میں سلام نیاز پیش فرماویں۔ والسلام

محمد طیب از بمبئی

۱۴-۹-۹۶ھ

میں انشاء اللہ ۲۷ $\frac{۹}{۹۶}$ کو دیوبند پہونچ جاؤں گا۔

(۱۳)

السلام علیکم

(۱) اب مناسب ہے کہ بارہ تسبیح وحودع کی جائے۔ ۲ دو سو بار لا الہ الا اللہ۔ چار سو بار ۔ چھ سو بار اللہ اللہ دو ضربی۔ اور ایک سو بار اللہ یک ضربی قدرے آواز کے ساتھ جس حد تک دماغ پریشان نہ ہو۔ اور الا اللہ کی ضرب دل پر چوٹ لگا کر لائیں دھیان رہے کہ ماسوا:: اللہ کو قلب سے باہر کر رہا ہوں اور الا میں دھیان ہو کہ نور الٰہی دل میں داخل کر رہا ہوں۔

(۲) بعد مغرب ۶ رکعت اوابین کی ہو جائیں تو انفع ہوگا۔ اور تہجد ہو تو سبحان اللہ۔

(۳) حزب البحر کا طریقہ مطبوعہ مناجات مقبول میں طبع شدہ ہے۔ اسی کے مطابق عمل کیا جائے۔

(۴) اگر مناجاۃ مقبول کی دعاء ماثورہ کا ایک حزب روزانہ پڑھ لیا جائے تو اس میں زندگی کے تمام شعبہ کی فلاح آجاوے گی۔

(۵) حرمین شریفین پہونچ جانے کی دعا آپ کریں۔ وہاں پہونچ کر انشاء اللہ میں دعا کروں گا۔

محمد طیب ۹-۱۱-۸۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سید العلماء حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ قائم ہوا تھا۔ جس کو حضرت والا نے پوری زندگی بڑے حسن وخوبی کے ساتھ نبا ہا۔ بھوپال سے چھٹی میں حضرت سید صاحب اپنے وطن دیسنہ تشریف لائے، میں نے خط وکتابت کر کے طے کر لیا تھا کہ دیسنہ میں انشاء اللہ میری حاضری ہوگی اور شرف ملاقات حاصل کیا جائے گا۔

مگر ملازمت کی زندگی غلامی کی زندگی ہوتی ہے۔ مہتمم مدرسہ نے وقت پر سفر کی اجازت نہیں دی۔ روانگی میں خاصی تاخیر ہوگئی۔ سانحہ سے روانہ ہو کر مونگیر خانقاہ رحمانی حاضر ہوا۔ وہاں معلوم ہوا کہ حضرت مولانا گیلانی بھی ریٹائر ہو کر وطن پہونچ چکے ہیں اور موضع گیلانی دیسنہ جانے میں پہلے پڑے گا۔ موقع ہو تو وہاں مولانا گیلانی سے مل لیں۔

میرے ہمراہ دو شخص اور تھے۔ ایک مولانا محمد یحییٰ ندوی اور دوسرے مولانا غیاث الغنی۔ بہرحال ہم تینوں مولانا کی خدمت میں ۲۶؍ جون ۱۹۴۹ء یوم یکشنبہ آٹھ بجے صبح پہونچے۔ حضرت مولانا بڑی محبت سے ملے۔ چونکہ ہم سب اجنبی تھے، اس لئے پوچھا کہ کہاں سے آنا ہوا۔ جواب میں دارالعلوم معینیہ سانحہ ضلع مونگیر کا پتہ بتایا گیا۔ مولانا یحییٰ ندوی نے میری طرف اشارہ کر کے یہ بھی کہا کہ یہ ہمارے مدرسے کے صدر مدرس ہیں اور دوسرے صاحب ان کے شاگرد ہیں اور اپنے متعلق بتایا کہ وہ علی گڈھ میں مفتی عبد اللطیف صاحب کی خدمت میں رہتے ہیں اور حدیث پڑھتے ہیں۔

سانحہ کے نام پر مولانا نے برجستہ کہا کہ ہمارے خاندان کے کچھ لوگ وہاں بھی بستے ہیں۔ اس کی ہم لوگوں نے تصدیق کی اور بتایا گیا کہ مدرسہ اسی خاندان کا ہے آپ نے ناشتہ بڑے شوق سے کرایا اور

جب درمیان گفتگو ہم نے کہا کہ بعد ناشتہ دلسنہ بھی جانا ہے، سید صاحب سے ملاقات کرنی ہے تو فرمایا کہ سید صاحب پرسوں بھوپال روانہ ہو چکے، دلسنہ میں نہیں ہیں۔ بڑی مایوسی ہوئی۔ نظام مساجد کا صاف شدہ مسودہ میرے ساتھ تھا، اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا، لائیے دیکھوں۔ میں نے وہ مسودہ ہاتھوں میں دے دیا۔ مولانا اسے لے کر شروع سے بالاستیعاب انہاک سے پڑھنے لگے اور ہر بحث پر اپنی باتیں بھی کہتے گئے، اور حوصلہ افزا کلمات بھی فرماتے رہے، کتابیں کھول کھول کر دکھاتے رہے کہ اس کتاب میں بھی یہی لکھا ہے، تاآنکہ ظہر کا اول وقت آگیا۔ مولانا نے مسودہ بند کیا اور فرمایا مسجد چلیں۔ ہمارے یہاں ظہر کی نماز اول وقت میں ہوتی ہے۔ مسجد آکر نماز ادا کی گئی، کوئی ایک بجے جماعت ہوئی۔ فرمایا اس میں سہولت یہ ہے کہ اب جس کا جی چاہے سو رہے، یا کام کرے۔

بعد نماز تشریف لائے پھر مسودہ پڑھنا شروع فرما دیا۔ دن کے کھانے میں حضرت مولانا شریک نہیں ہوئے۔ فرمایا اب میرا کھانا رات میں ہوگا۔ مختصر یہ کہ چار بجے مسودہ ختم کیا۔ فرمایا اجازت ہو تو اپنی رائے لکھ دوں۔ عرض کیا حضرت درخواست ہے کہ کچھ تحریر فرمادیں۔ قلم اٹھایا اور دو صفحے میں اپنی رائے لکھی، کتاب اور مصنف دونوں کو سراہا۔ اور بڑے ہی حوصلہ افزا کلمات تحریر فرمائے[۱]۔ ہم لوگ سلام کر کے واپس ہوئے۔ بس ایک دن کی اس ملاقات سے تازندگی راہ و رسم قائم ہوگئی۔ خط و کتابت شروع ہوگئی، وقفہ وقفہ سے گیلانی حاضری بھی ہوتی رہی۔

---

[۱] چند جملے ملاحظہ فرمایا جائے: "اپنی محدود معلومات کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں کہ مساجد کے متعلق اتنی جامعیت کے ساتھ تمام پہلوؤں پر اتنی حاوی کتاب نہ صرف اردو بلکہ فارسی اور عربی میں بھی میری نظر سے نہیں گذری۔ وقت کی ایک بڑی ضرورت کی تکمیل میں مولانا موصوف نے اپنا وقت صرف فرمایا ہے۔ اگرچہ تالیف و تصنیف کے میدان کے تازہ واردوں میں ہیں لیکن خالص نیت ان کی محنت کے بارآور کرنے میں ممد و معین ثابت ہوئی۔ بظاہر موضوع کے متعلق مشکل ہی سے کوئی قابل ذکر مسئلہ غالبًا ایسا باقی رہا ہے جس کا تذکرہ کسی نہ کسی حیثیت سے اس کتاب میں نہ آگیا ہو۔ ماشاء اللہ عبارت و الفاظ ترتیب سب میں سنجیدگی، متانت اور صفائی و روشنی پائی جاتی ہے۔ اختلافی مسائل میں مولوی صاحب نے رفق و ملائمت کا پہلو اختیار کر کے علماء کے طبقہ متصلبہ و متقشفہ کے لئے ایک اچھا نمونہ پیش کیا ہے" مناظر احسن گیلانی

جس دن حضرت کی وفات ہوئی اس دن گیلانی جانے کے لئے بربگہا دوپہر میں پہونچ چکا تھا۔ مگر ہوا یہ کہ دھوپ تیز تھی۔ ایک ملنے والے نے روک لیا کہ ذرا دھوپ کم ہو تو چلے جانا۔ ان حضرات کو وفات کا علم نہیں تھا۔ عصر کی نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوا ہی تھا کہ ایک شخص نے وفات کی خبر سنائی۔ نماز پڑھ کر تیزی سے گیلانی پہونچا مگر اس وقت پہونچا، جب بعد تدفین لوگ قبرستان سے واپس ہو رہے تھے۔ قبر پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ ایصال ثواب کیا۔ لوٹ کر مہمان خانہ آیا۔ رات یہیں گیلانی میں حضرت مولانا کے مہمان خانہ میں گذاری۔ دوسرے دن بھی دوپہر تک رہنا ہوا۔ سہ پہر میں واپسی ہوئی۔ مگر اس طرح کہ دل غموں سے بھرا ہوا تھا اور جسم نڈھال تھا۔

اب جب کبھی مولانا یاد آتے ہیں ان کے انہی خطوط کو پڑھ کر تسکین حاصل کرتا ہوں۔ اسی تأثر میں "حیات گیلانی" مرتب کی گئی۔ اور الحمدللہ وہ شائع ہو کر مقبول عام و خاص ہوئی۔ اب آپ بصد ذوق و شوق حضرت مولانا مرحوم کے مکاتیب پڑھیں۔ بطور تقریب یہ چند سطریں لکھ دی گئیں۔ حضرت کے چند خطوط اس مجموعہ میں آنے سے رہ گئے ہیں۔

حضرت مولانا گیلانی اپنے وطن گیلانی ضلع پٹنہ میں ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولانا ابو نصر سے حاصل کی، آپ کے جد امجد مولانا احسن گیلانی بڑے عالموں میں تھے۔ چچا نے آپ کو ٹونک حضرت مولانا حکیم برکات احمد کی خدمت میں بھیج دیا۔ جہاں نو سال تعلیم حاصل کی۔ اخیر میں دورۂ حدیث دیوبند آکر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن اور دوسرے اساتذہ سے پڑھا۔

بعد فراغت پھر برائے ملازمت ٹونک پہونچے۔ وہاں پانچ روپے ماہانہ پر مدرسہ کے کتب خانہ میں ملازم ہوئے پھر مدرسہ میں دس روپے پر مدرس ہو گئے مگر جی نہیں لگا۔ وہاں سے حیدرآباد پہونچے۔ گھوم پھر کر دیوبند آگئے۔ یہاں رسالہ "القاسم" اور "الرشید" کے معاون مدیر کی حیثیت سے کام شروع کیا اور دو ڈھائی سال کے بعد پھر قدرت حیدرآباد لے گئی اور بالآخر وہیں جامعہ عثمانیہ میں دینیات کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۰ء سے لے کر ریٹائر ہونے تک جامعہ عثمانیہ سے متعلق رہے۔ اخیر میں صدر شعبۂ دینیات بنائے گئے۔ وہاں سے وظیفہ یاب ہو کر یکم اپریل ۱۹۴۹ء میں وطن واپسی ہوئی۔ اس کے بعد برابر یہیں رہنا ہوا۔ ۵ جون ۱۹۵۶ء مطابق ۲۵ شوال ۱۳۷۵ھ کی صبح میں اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ تفصیل کے لئے حیات مولانا گیلانی کا مطالعہ کیا جائے۔

محمد ظفیر الدین غفرلہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۲ر شعبان ۱۴۱۲ھ

(۱)

مولانائے محترم   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ملنے کے بعد دل آپ سے مل گیا تھا۔ اس لئے کبھی کبھی خیال آپ کا آتا رہا۔ برہان[۲] میں آپ کے مضمون کی متعدد قسطیں نظر سے گذریں۔ ماشاء اللہ آپ نے بڑی محنت کی ہے انشاء اللہ آئندہ آپ سے توقع ہے کہ زیادہ بہتر کام قدرت لے گی۔ تاریخ المساجد کا کام آپ نے شروع کردیا ہے۔ اس سے خوشی ہوئی۔ آپ نے یہ اچھی بات سوچی ہے کہ کچھ دن دارالمصنفین میں جاکر قیام فرمائیں، جو سرمایہ وہاں مل سکتا ہے۔ ہندوستان میں شاید کہیں نہیں مل سکتا۔ خصوصاً مسلمان جغرافیہ نویسوں کی کتابیں یعنی ابن حوقل، خردادبہ، مقدسی، ابن رستہ وغیرہ کی کتابیں اور سیاحوں کے سیاحت ناموں میں آپ کو بہت مواد ملے گا۔ خطط مصر وشام بھی وہیں مل جائیں گے۔ مسجد کی تعمیری خصوصیتوں سے زیادہ اس پر توجہ رکھئے کہ مسلمان اپنی مسجدوں سے کیا کیا کام لیتے ہیں خصوصاً درس وتدریس کا کام۔ گویا آپ کی یہ کتاب اس کے بعد المساجد کے ساتھ المدارس کی بھی تاریخ ہوجائے گی۔ بلکہ ممکن ہے کہ القضا کی بھی۔ کام بڑا دلچسپ ہے۔ مختلف مدارس میں ایسے علماء جنھیں اسلامی تاریخ میں یہ حیثیت حاصل ہے۔ ان کے حالات کا بھی ضمناً ذکر کیجئے۔ مدارس کے ساتھ خانقاہوں یعنی تصفیۂ باطنی کا کام بھی بعض مساجد سے لیا گیا ہے۔ اس کو بھی پیش نظر رکھئے۔ آپ نے نظام مساجد نامی حصہ جو تیار کرلیا ہے۔ اس کے لئے میں بعض لوگوں کو لکھتا ہوں۔ باقی تاریخ المساجد سو اس میں شک نہیں کہ کتاب جب تیار ہوجائے گی تو بہترین کتاب ہوگی۔ رہا اس کی اشاعت کا مسئلہ تو ابھی اس دردسری میں نہ پڑیئے۔ آپ کتاب تو لکھ لیجئے۔ نشرواشاعت کا کام یہ آپ کا کام نہیں ہے۔ قدرت نے جن کو اس کام کے لئے پیدا کیا ہے وہ خود ہی اٹھ کھڑے ہوں گے۔ آج کل یہ مسئلہ پیچیدہ ہوگیا ہے۔ اردو کی نشرگاہیں عموماً دوسرے حصہ ملک میں منتقل ہوتی جارہی ہیں۔ بہرحال آپ آنکھ بند کرکے ابھی صرف اپنی

---

[۱] حضرت والا کا یہ پہلا گرامی نامہ ہے، یہ خاکسار کے خط کے جواب میں لکھا گیا ہے [۲] رسالہ ماہنامہ برہان دہلی

کتاب کی تیاری میں مشغول رہیئے۔ اور جو کام آپ کا نہیں ہے۔ اس کو سوچئے بھی نہیں ۔کام جب پورا ہوجائے گا تو انشاءاللہ جہاں تک میری رسائی ہے کوشش کروں گا۔ اس کتاب کے لئے چاہیئے تو یہ کہ کم از کم جو مسجدیں پردۂ دنیا پر موجود ہیں ان کے فوٹو اس میں شریک کئے جائیں۔ مگر اس کے لئے بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ تاریخی مواد کے فراہم کرنے میں جیسا کہ چاہیئے اگر کامیاب ہوگئے تو کچھ تعجب نہیں کہ اس کا بھی بندوبست ہوجائے۔ نظام المشائخ کے مقدمہ کی ضرورت کب تک پیش آئے گی۔ میرا تو جی چاہتا تھا کہ تاریخ المساجد پر مقدمہ آپ مجھ سے لکھواتے۔ اس وقت تک آپ کا یہ نیازمند زندہ رہا تو تعمیل ارشاد کو اپنی سعادت خیال کرے گا۔ سیّد صاحبؒ بھی حج سے غالبًا واپس نہیں ہوئے ہیں۔ آج کل مولانا طیب صاحب کے حکم سے خاکسار مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح و خواطر کی تدوین میں مشغول ہے۔ جرجی زیدان کی کتاب تاریخ التمدن اسلامی میں بھی کافی مواد ہے۔ فقط

نیازمند۔ مناظر احسن گیلانی

(وصولی ۲۰ محرم سنہ ۶۹ھ)

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رفیع القدر محترمی اعزکم اللہ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کئی دن سے آپ کا جوابی کارڈ آکر رکھا ہوا ہے۔ مجھے یاد نہیں آتا کہ جناب والا کے سوال پر جواب نہیں دیا۔ تاخیر کا امکان ہے طبیعت ایک حال پر نہیں رہتی۔ ادھر کچھ اچھا نہ تھا۔ اچھا ہوا آپ نے جوابی کارڈ لکھ کر تنبیہ فرمادی۔

آپ کی کتاب کے متعلق دلی کے بعض تاجروں سے فقیر نے خط و کتابت کی تھی۔ مگر آج جن پریشانیوں کے شکار بے چارے کتابی کاروبار والے لوگ ہیں۔ اسے کیا عرض کروں۔ حیدرآباد کا گویا قصہ ختم ہی ہوگیا۔ مشرق و مغرب کے کناروں میں کام کا آغاز ہوا ہے۔ مگر وہاں سے کاروباری ربط قائم کرنا آسان نہیں۔ مدینہ پریس غنیمت ہے۔ اسی سے مراسلت جاری رکھئے۔

حضرت العلامہ سید سلیمان ندوی اس خط کا پتہ اپنے قلم سے اس طرح تحریر فرمایا۔ الی بحر العلوم ابا الراشد السعید مولانا رب العالمین حضرت کی اس تحریر بندہ کے حق میں قبول فرمائے۔

مجھے توکسی نے بھی موجودہ حالات میں ہمت افزا جواب نہیں دیا۔ جب مدینہ طباعت پر راضی ہو جائے، تب نکلے گا۔ فقیر مقدمہ انشاء اللہ لکھ کر پیش کر دے گا۔

مولانا طیب صاحب مہتمم دارالعلوم کی فرمائش اور اصرار سے حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت طیبہ کی تدوین میں آج کل مشغول ہوں، طبیعت جب اچھی رہتی ہے، تھوڑا تھوڑا کر کے لکھ لیتا ہوں۔ حوادثِ اجتماعی سے دل و دماغ پر اختلال طاری رہتا ہے۔ کئی دن ہوئے گو گوی مولانا طیب صاحب تشریف لائے تھے۔ عزت افزائی فرمائی، غریب خانہ تک قدم رنجہ فرمانے کی زحمت گوارہ کی۔ جزاہم اللہ عنا خیر الجزا۔ آپ کام کئے جائیں۔ ماشاء اللہ آپ میں کافی صلاحیت ہے۔ کام خود کام کی راہوں کو آسان بناتا چلا جاتا ہے۔

فقط مناظر احسن گیلانی

۲۸ر دسمبر ۴۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۳)

عزیز محترم سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا نوازش نامہ مورخہ ۱۹ر مارچ موجب نشاط ہوا۔ اپنے دُھن میں آپ لگے ہوئے ہیں۔ اس سے خوشی ہوئی۔ فقیر اپنا حال کیا لکھے صورت بیں حالت مپرس۔ پیرانہ سری خود ایک مستقل مرض ہے۔ تاہم تھوڑا بہت کام جو ہو سکتا ہے کرتا رہتا ہوں۔ سیدنا الامام الکبیر مولانا النانوتوی قدس سرہٗ کی تدوینِ حیات[1] آج کل فقیر کا سب سے بڑا اہم مشغلہ ہے۔ مولانا طیب صاحب نے قرعہ فال اسی دیوانہ کے نام لگا دیا ہے۔ دعا فرمائیے کہ کام پورا ہو جائے۔

آپ کے مکتوبات کو دیکھ کر ضرورت محسوس ہوئی کہ چند چیزوں کے متعلق آپ کی خدمت میں عرض کروں۔ تاریخ المساجد کے سلسلہ میں یہ عرض کرنا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے پیچھے پڑ کر آپ

---

[1] سوانح قاسمی کے نام سے تین جلدوں میں دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوئی۔

دوسری چیزوں کو چھوڑ بیٹھیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی تحریروں وانشائی صلاحیتوں کو دیکھ کر میں یہ توقع کرتا ہوں کہ جیسے جیسے مشق و تجربہ آپ کا بڑھتا جائے گا۔ آپ انشاءاللہ ایک پختہ کار مصنف بن کر اسلام کی خدمت کریں گے۔[1] بس مناسب یہ ہے کہ تاریخ المساجد کے ساتھ ساتھ اور بھی جن جن عنوانوں پر لکھنے لکھانے کا خیال وارادہ ہو اس کو بھی مسلسل جاری رکھئے اور تاریخ المساجد کے متعلق مطالعہ جاری رکھئے۔ یہ آسان کام نہیں ہے کہ چند کتابوں کے پڑھ لینے کے بعد آپ کو کافی مواد مل جائے گا۔ جلدی سے کام نہ لیجئے۔ برس دو برس یا جتنی مدت بھی لگ جائے اس کا خیال نہ کیجئے۔ یادداشت کی ایک کتاب بنا لیجئے اور مطالعہ جاری رکھئے۔ اس موضوع کے متعلق جو ملتا چلا جائے یادداشت میں نوٹ کرتے چلے جائیے۔ اور جب آپ کو محسوس ہو کہ مواد کافی جمع ہو چکا ہے تب ترتیب کا کام انجام دیجئے۔ اس کے لئے سیکڑوں کتابیں آپ کو پڑھنی پڑیں گی۔ خرید خرید کر کہاں تک کتابیں پڑھیں گے۔ اِدھر اُدھر سے عاریتہً جو کتاب بھی مل جائے عربی، فارسی، اردو سب کو پڑھتے رہئے۔ اور اسی کے ساتھ دوسرے عنوانوں پر بھی جو کچھ لکھنا چاہتے ہوں، لکھتے رہئے۔ ابتداء میں لوگوں کو یہ بھی دشواری محسوس ہوتی ہے کہ کس موضوع پر لکھیں۔ آپ کے سامنے کوئی باضابطہ پروگرام نہ ہو تو لکھئے۔ خاکسار فہرست بنا کر بھیج دے گا۔ ابھی بہت بڑا میدان تصنیف و تالیف کا خالی پڑا ہوا ہے۔

بہرحال میری غرض یہ ہے کہ تاریخ المساجد کا کام کہیں آپ کی جولانیوں کو محدود نہ کردے اس لئے یہ عرض کر رہا ہوں کہ اسی میں اپنے آپ کو منحصر نہ فرما لیجئے۔ باقی جو حصہ مسائل واحکام مساجد کا آپ تیار کر چکے ہیں، اس کی طباعت میں دشواری خصوصاً اس زمانہ میں غیر معمولی طور پر پیدا ہو گئی ہے۔ مگر آپ اس سے مطلقاً نہ گھبرائیے۔ مصنف کا کام تصنیف کرنا ہے۔ طبع واشاعت کے لئے قدرت نے دوسروں کو پیدا کیا ہے۔ آپ کی کتاب مفید اور ضروری ہے۔ انشاءاللہ شائع ہو جائے گی۔ کوئی مطبع یا نشر گاہ حق طبع مانگے تو دے دیجئے۔ خاکسار نے تو اپنی کل کتابیں بغیر کسی معاوضہ کے لوگوں کو اسی لئے دے دیں کہ طباعت واشاعت کا کام میرے بس کی بات نہ تھی۔ والسلام

مناظر احسن گیلانی

---

[1] یہ تھی حضرت کی طرف سے حوصلہ افزائی، آپ کی دعاؤں نے بڑی دستگیری فرمائی۔ ظفیر

[2] خاکسار نے اسی راہ کو اختیار کیا اور ساری کتابیں بلا معاوضہ ناشرون نے شائع کیں۔ ظفیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۴)

۴ر اپریل ۱۹۵۰ء

برادر عزیز محترم   دمتم بالعافیۃ والعافیۃ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا نوازش نامہ ملا۔ جی ہاں زندگی کے ابتدائی دنوں میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے کے لئے باقی ہی کیا رہا ہے ؎ حریفاں بادہا خوردند ورفتند۔ مگر جب زندگی ختم ہونے لگتی ہے تو شاید زندگی کے ہر شعبہ میں یہ محسوس ہوتا ہے۔ مگر تصنیفی شعبوں میں تو مصنف غریب یہی کہتا ہوا کہ ہزاروں خواہشیں مرتا ہے۔ آپ کے لئے چند مشورے درج ذیل ہیں۔

آپ ابھی زندگی کے ابتدائی ایام میں ہیں۔ سب سے بڑا دشوار مسئلہ تصنیف وتالیف کے کاروبار میں کتابوں کا ہے، جن کا موجودہ حالات میں وسیع پیمانہ پر مہیا ہونا آسان نہیں ہے۔ تاہم کچھ کتابوں سے تو چارہ نہیں۔ درسی کتابیں تو کم از کم آپ کے مدرسہ میں یا آس پاس کے مولویوں کے پاس مل جائیں گی۔ اسی امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک مشورہ تو ایسی کتابوں سے تعلق رکھتا ہے جن کے لئے کتابوں کی چنداں ضرورت نہ ہوگی۔ صرف فکر وغور کی صلاحیت ہے اور وہ یہ ہیں جن کی اس زمانہ میں سخت ضرورت ہے۔

(۱) مصائب النبی وآل النبی (یا نبی وآل نبی کے مصائب) مادر محترمہ کے بطن مبارک میں تشریف لانے کے ساتھ مصائب کا سلسلہ شروع ہوا۔ پدر بزرگوار کا انتقال ہوا۔ اور یہ سلسلہ بڑھتے ہوئے جلاوطنی پر ختم ہوا۔ مدینہ میں خانگی مصائب کم نہ تھے۔ پھر جنگ کے مصائب بہرحال موطا کی روایت ہے کہ ان مصائبی لتعزوا المسلمین فی مصائبہم' یہ ایک اشارہ ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ امت پر جہاں کہیں جس زمانہ میں انفرادی واجتماعی مصیبت آئے گی۔ پیغمبر کی مصیبت ہر حال میں تسلی کے لئے موجود ہوگی۔ تمام کتابوں میں یہ چیزیں موجود ہیں۔ جان، مال، عزت وآبرو کس چیز پر مصیبت نہ آئی۔ حد یہ ہے کہ ام المومنین صدیقہ پر تہمت لگائی گئی۔ الغرض مکی مدنی زندگی کے سارے مصائب کو جمع کیجئے۔ ایک مستقل کتاب کا یہ مضمون ہے۔ مگر اسی پر بس نہ کیجئے۔ آل النبیؐ کے مصائب کو بھی اس

میں شریک کر لیجئے۔ کربلا تک پہونچ جائیے۔ آج مسلمان مصائب سے پریشان ہیں ــــ یہ خدمت ان پر مرہم کا کام کرے گی۔ اگر زندہ رہا تو اس کتاب پر مقدمہ فقیر لکھ دے گا انشاءاللہ[1]

(۲) "انسانیت بیمار ہے" عصر حاضر کا مسلمہ مسئلہ بن چکا ہے۔ لیکن بیماری کا علاج اسباب کی تشخیص کے بغیر ناممکن ہے۔ جو ایمان کی آنکھوں سے محروم ہیں ان کو چھوڑ دیجئے۔ مگر قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے والوں کے لئے کیا وقت نہیں رہا ہے کہ ام الامراض کو کتاب میں تلاش کریں۔ میرے نزدیک یہ "الشیطان" ہے جو ابوالانسان پر وہ چھوڑا گیا اور وہ ہمارے پیچھے نسلی طور پر لگا ہوا ہے۔ اس کو حکم دیا گیا ہے کہ "وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا" اس کو بین ایدیہم و بین خلفہم۔ الغرض ہر طرف سے حملہ کی عام اجازت ہے۔ مگر یہ کن لوگوں پر حملہ کرتا ہے۔ "عبادی" کے دائرے سے جو نکل گئے "اِنَّمَا سُلْطَانُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ"۔

بہرحال شیطان نسل انسانی کو اوپر چڑھانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن چڑھائی کا یہ کام شیطان کے تصادم سے پیدا ہوتا ہے۔ نہ کہ تولی سے۔ بہرحال قرآنی آیات جن کا "الشیطان" سے تعلق ہے سب کو جمع کیجئے۔ ان میں ترتیب پیدا کیجئے۔ اس کی تسلیط کیسے ہوئی ہے۔ کیوں ہوئی ہے۔ اس تسلیط سے بچنے کی قرآن نے کیا تدبیریں بتائی ہیں۔ ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔ شیطان کو بھگانے کی تدبیر اس کے سوا نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں علاوہ قرآن کے صحیح حدیثوں اور بزرگوں کے تجربات جو کتابوں میں ملیں جمع کیجئے۔ اس زمانے میں غیر مرئی حقائق کے متعلق مغربی نقطۂ نظر نے "الشیطان" کی اہمیت اہل ایمان کے قلوب سے بھی نکال دی ہے۔ غیر مومن تو غیر مومن ہے۔ اس سے قطع نظر کیجئے۔ اہل ایمان کو یاد دلائیے۔ کہ ان کا سب سے بڑا مرض یا سبب مرض "الشیطان" ہے۔ اسی کے ساتھ اگر ممکن ہو تو "الملائکہ" اور "الجن" کے ابواب کا بھی اخیر میں اضافہ کیجئے۔

(۳) "الوفود والمکاتیب" یعنی دربار نبوت میں وفود کا سلسلہ جو اخیر زندگی میں آتا رہا۔ ان کے

---

[1] حضرت کی وفات کے بعد یہ کتاب ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کا نام اسوۂ حسنہ یعنی مصائب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم ہے

حالات بڑے دلچسپ ہیں۔ ان کو ایک جگہ جمع کر کے نتیجہ نکال کر دکھائیے اور اس کے ساتھ ممکن حد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط بھیجے ہیں ان کو بھی شریک کیجئے۔ دو ڈھائی سو خطوط اب تک مل چکے ہیں۔

(۴) بعض مشاہیر صحابہ، مثلاً حضرت انس، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اور بھی بیسیوں صحابہ ہیں جن کے نام مسلمانوں کی مجلسوں میں لئے جاتے ہیں لیکن ان کے حالات سے جیسا کہ چاہیئے لوگ واقف نہیں۔ سیر صحابہ کی بڑی کتابوں میں چند صفحات سے زیادہ ان کے حالات نہیں دیئے گئے ہیں۔ حالانکہ ان میں ہر ایک کی سوانح عمری جہاں تک میرا تخمینہ ہے دو دو ڈھائی سو صفحات سے کم میں نہ آئے گی۔ خاکسار نے اپنی نوعمری کے زمانہ میں حضرت ابوذر غفاریؓ کی سوانح عمری اس نقطۂ نظر سے لکھی تھی، لوگوں میں بڑی مقبول ہوئی۔ کئی بار چھپ چکی ہے۔ میں نے ایک مضمون کی شکل میں رسالہ القاسم دیوبند میں قسطوار اس کو شائع کرایا تھا۔ شاید نظر سے گذری ہو۔ آخری ایڈیشن حیدرآباد سے بہت اچھا شائع ہوا ہے۔

مولانا فضل صاحبؒ[1] نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حالات خاکسار ہی کے اشارے سے مرتب فرمایا ہے۔ اس کے لئے زیادہ کتابوں کی ضرورت نہ ہوگی۔ سیر صحابہ کی مشہور کتابیں (اصابہ، اسدالغابہ، طبقات ابن سعد، استیعاب) کے علاوہ دارالمصنفین کی سیرت صحابہ کافی ہے۔ ہاں اسی کے ساتھ مسند احمد میں ان صحابی کی حدیثوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔ جن کی سوانح عمری لکھی جائے۔ یا حدیث کی کتابوں میں ان کی روایات کا جائزہ لیا جائے۔ انہی روایات میں خود ان کے ذاتی حالات بھی مل جاتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عمرو بن العاص، سعد بن وقاص اور اسی قسم کے بیسیوں صحابہ ہیں۔ مگر چاہیئے جب کہیں جا کر یہ کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔

باقی اس فقیر کو جو دعوت آمد دی ہے اس کے متعلق کیا عرض کروں۔ میں اپنی صحت کو کھو چکا ہوں۔ صرف اجل مسمی کی وجہ سے بظاہر تاخیر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اب کہیں آنے جانے، تقریر کرنے کا تصور بھی میرے لئے دشوار ہے۔ اس پر زمانہ کے حالات نے اور بھی گونگا بہرا بنا دیا ہے۔

---

[1] حضرت مولانا فضل اللہ رحمانی خلیفہ حضرت مولانا محمد علی مونگیری صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔ ظفیر

شاید اگر دنیا جس حال سے گذر رہی ہے۔ اس سے نہ گذرتی تو سانحہ تک آجاتا۔ مگر اس وقت تو یہ بھی ممکن نہیں۔ اب آپ ہی جیسے پُرجوش علمی کام کرنے والے نوجوانوں سے امیدیں وابستہ ہیں۔ بہرحال اس خیال کو تو اٹھا دیجئے۔ حالات اگر سازگار ہوئے تو شاید کبھی سانحہ آؤں۔ اور کیا عرض کروں۔ جعفر چک[1] میں گیلانی کا ایک خاندان منتقل ہوگیا ہے۔ میرے خاص لوگ ہیں لیکن ان لوگوں سے ملنے کی کوئی صورت نہ رہی۔ بابو میاں جان مرحوم وہاں کے رئیس خاکسار کے بھائی تھے۔ اب ان کے بچے ہیں۔ لیکن علم سے کسی کو تعلق نہ رہا۔ کتابیں برباد ہو رہی ہیں۔ اس خاندان میں ایک بڑے عالم علامہ محسن گذرے ہیں "الیانع الجنی" عربی میں ان کی مشہور کتاب ہے۔ بڑے محدث ادیب فلسفی تھے۔ کاش ان کے کتب خانہ سے استفادے کی صورت آپ کے لئے نکل آتی۔

مناظر احسن گیلانی

(۵)

مولانائے محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میں ایک خانگی ضرورت کی وجہ سے پٹنہ گیا ہوا تھا۔ وہاں سے پھلواری شریف بھی حاضر ہوا۔ ایک طالب علم جو ضلع گیا سملہ کے تھے۔ دیوبند سے اسی سال فارغ ہوئے ہیں۔ ملاقات ہوئی۔ آپ کا ذکر کرتے تھے۔ غالباً آپ کے شاگرد ہیں[2]۔ واپسی پر آپ کا کرمنامہ ملا۔ خوشی ہوئی۔ مصائب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے جمع کرلیا ہے۔ باقی آگے جو آپ نے لکھا ہے کہ صحابہ کا برامت کا حال بھی اس سلسلہ میں چاہتے ہیں، کہ کتاب میں اس کا اضافہ کیا جائے، تو اس میں کیا حرج ہے۔ لیکن دوسری جلد اس کو بنائیے۔ دائرے کو اتنا وسیع کر دیجئے گا تو مجلدات کی ضرورت ہو جائے گی طبقات صحابہ مثلاً اصابہ، اسد الغابہ، ابن سعد، استیعاب، مسند احمد وغیرہ میں صحابہ کے حالات ملیں گے۔ علماء کے لئے طبقات حنفیہ (عبد القادر قرشی اور فرنگی محلی) شافعیہ کے لئے سبکی، مالکیوں کے لئے دیباج المذہب، حنابلہ کے لئے ابن رجب وغیرہ کے طبقات میں حالات ملیں گے۔ یوں بھی عام تاریخوں میں جستہ جستہ چیزیں ملیں گی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کے حال کو شریک کرنے کی ضرورت اس لئے میرے خیال

---

[1] پہلے ضلع مونگیر میں واقع تھا اب تقسیم ضلع کے بعد بیگوسرائے میں آگیا ہے۔ ظفیر

[2] یہ غالباً مولانا احمد علی عثمانی سلمہ ہوں گے۔ مدرسہ معدن العلوم نگرام ضلع لکھنؤ میں زیر تعلیم تھے۔ ظفیر

میں تھی کہ ایک گونہ رسول اللہ کے ذاتی حالات کے ساتھ ان بزرگوں کے حالات کا تعلق ہے باقی تشیع کا قصہ۔ یہ آپ نے اچھا احتمال پیدا کیا۔ اسی لئے تو ہم سنیوں کو روافض کبھی کبھی خارجی اور ناصبی کہہ دیتے ہیں۔ ہمیں بھی دکھانا چاہئے کہ اہل بیت نبوت کے ساتھ ہمارے تعلقات شیعوں سے بحمداللہ کسی طرح کم نہیں ہیں۔ ہاں حالات کے درج کرنے میں شیعوں کی خرافاتی کتابوں سے استفادہ میں احتیاط برتنا چاہیئے ورنہ اہل سنت کی کتابوں میں آل نبیؐ کے جو حالات ہیں ان کا ذکر کیوں نہ کیا جائے اس سے احتراز تسنن نہیں بلکہ تخرج ہوگا۔ ہاں اہل بیت میں ازواج مطہرات کو آپ شریک کر سکتے ہیں۔ باقی جیسا جناب کو مناسب معلوم ہو ہاں مصائب کے ساتھ مناسب ہے قرآن وحدیث میں مصائب کے وقت جن امور کا مشورہ دیا گیا ہے اس کا بھی ایک باب قائم کیجئے تاکہ مومن اپنی مصیبتوں میں ان مشوروں سے کام لے۔

مناظر احسن گیلانی

(۶)

۲۶ نومبر ۵۰ء گیلانی (بہار)

مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

بشارت نامہ موجب مسرت ہوا۔ شکر ہے کہ طباعت کی صورت نکل آئی۔ تفصیل نہیں لکھی کہ کہاں کس سے معاملہ طے ہوا۔ مقدمہ کے متعلق عرض ہے کہ فطرۃً فقیر طول نویسی کا عادی ہے۔ کافی بدنام اور رسوا بھی اس مسئلہ میں ہے۔ مقدمہ لکھنے کا ارادہ کرتا تو پھر وہ ایک کتاب ہی بن جاتی۔ آپ کی کتاب چھپ جائے، اس کو غنیمت سمجھوں گا۔ خواہ مخواہ اپنی کتاب کی طباعت کا بار آپ پر کیوں ڈالوں۔ البتہ خاطر شکنی میرے لئے ناقابل برداشت تھی۔ "نقاب کشائی" کا نیا عنوان قائم کر کے تعمیل ارشاد کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ مقدمہ اسی متن کی شرح ہوتا۔ اگر ضرورت ہی ہے تو نقاب کشائی کی اس نئی رسم کا آغاز اپنی کتاب سے شروع کر دیجئے۔[1]

والسلام مناظر احسن گیلانی

---

[1] حکم کی تعمیل کی گئی، نقاب کشائی کے ساتھ کتاب چھپ کر شائع ہوئی۔ ظفیر

(۷)

۶ر دسمبر ۵۸ء گیلانی (بہار)

کریم السجایا رفیع القدر مولانا ظفیر الدین صاحب سلکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! شکر ہے کہ "نقاب کشائی" کی رسم جو ادا کی گئی تھی وہ آپ تک پہونچ گئی۔ اس میں شک نہیں کہ حد سے زیادہ اختصار سے کام لیا گیا۔ لیکن طویل مقدمہ میں بھی مواد کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو شاید اپنی چیزوں کا تذکرہ کیا جاتا۔ اس میں دعاوی ہیں۔ شاید دعووں کے ساتھ شہادتوں کے ذکر کا موقع مل جاتا۔ لیکن آپ کی کتاب میں جب شہادتیں موجود ہیں تو پھر انہی کو دہرانے کی ضرورت کیا تھی۔ آج کل طباعت، کاغذ، کتابت کی غیر معمولی گرانی کا تقاضا بھی یہی تھا کہ بجائے اطناب کے ایجاز سے کام لیا جائے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ کارڈ سے کاغذ پر جب عبارت اتاری گئی ہوگی تو ایک صفحہ سے کیا کم جگہ اس نے لی ہوگی۔ ایک صفحہ اور رونمائی کی تقریروں کے لئے کافی ووافی ہے۔ خدا کرے کہ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب بے چارے کے لئے ایفاء عہد کا موقع آسان کیا جائے۔ آج کل وہ بھی کافی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ "تدوین قرآن" کی تاریخ کا ایک بہت ہی اہم مسودہ ان کے سپرد کیا گیا ہے۔ اب تک پتہ نہیں کہ اس کی اشاعت کا کیا سامان انہوں نے کیا۔ بہرحال! آپ سے پھر عرض کروں گا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے اندر تصنیف وتالیف کا داعیہ جب پیدا کیا ہے، اور ماشاء اللہ خدمت علم ودین کے اس شعبہ کے ساتھ فطری مناسبت بھی آپ رکھتے ہیں۔ تو آپ کا فرض صرف یہ ہے کہ لکھے جائیے۔ قرآن کا قانون ہے۔ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ۔ اگر نافع کتاب قلم سے نکلے گی تو زمین پر ٹھہرانے کا نظم قادر قیوم کی طرف سے کیا جائے گا۔ واما الزبد فیذھب جفاءا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہمارا کام الزبد کے نیچے درج ہو رہا ہے یا ماینفع الناس کے تحت مندرج ہے۔ الزبد کو چاہیئے کہ مٹ ہی جائے۔ ہمارے اکابر نے عہد مطابع سے پہلے کتابیں لکھیں اور لکھ کر چلے گئے۔ جو ماینفع الناس کی صفت سے موصوف ہیں دنیا ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر شائع کر رہی ہے۔ اور اسی کے مقابلہ میں برساتی کیڑوں کی طرح الزبد کی اشاعت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ مگر حال کیا ہے؟ چھپتی ہیں اور غائب ہو جاتی ہیں۔ بس آپ کام کئے جائیے، چھپنے چھپانے کا درد سر نہ خریدیئے۔ خاکسار نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ مساجد کی تاریخ کو اپنی تصنیفی زندگی کا سودا بنا لیجئے۔

جلدی سے کام نہ لیجئے۔ ابھی آپ اس حال میں نہیں ہیں کہ ایسی اہم کتاب کے لئے جس وسیع اور عمیق مطالعہ کی ضرورت ہے۔ اس کا کافی سامان فراہم ہو۔ آہستہ آہستہ اگر مقدر ہے حق تعالیٰ اس کام کو آپ سے پورا کرادیں گے۔ مولوی بشیر الدین ولد ڈپٹی نذیر احمد مترجم قرآن کی دو کتابیں اس سلسلہ میں آپ کے لئے بڑی کار آمد ہو سکتی ہیں۔ شاید پہلے بھی لکھا تھا۔ یعنی "وقائع دارالحکومت دہلی" تین ضخیم جلدوں میں ان کی کتاب ہے۔ مولانا کفایت اللہ صاحب کے صاحبزادے مولوی حفیظ الرحمٰن صاحب نے خبر دی تھی کہ دلی میں یہ کتاب مل جاتی ہے۔ لیکن قیمت یاد نہ رہی۔ دلی اور اطراف دلی کی ہزاروں مسجدوں کا اس کتاب میں تذکرہ اور ان کے متعلق مباحث ہیں۔ دوسری کتاب "تاریخ بیجاپور" انہی کی ہے۔ جنوبی ہند کی مسجدوں کے متعلق اس میں کافی ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ تیسری کتاب جرجی زیدان کی "التمدن الاسلامی" ہے۔ عربی کے سوا اردو ترجمہ بھی اس کتاب کا ہو گیا تھا۔ کہیں مل جائے تو حاصل کیجئے۔ ایک مسجد شاید مغربی افریقہ مراکش یا تلمسان میں بنی تھی۔ جس میں چونے گارے کے ساتھ کافی حصہ مشک کا صرف کیا گیا تھا۔ آج تک حال یہ ہے کہ اس مسجد میں جو داخل ہوتا ہے، دماغ معطر ہو جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ مسلمانوں کی جغرافیائی کتابیں خصوصاً معجم البلدان میں بھی کافی مواد ملے گا۔ آپ اس سلسلہ میں مولانا سید سلیمان ندوی سے بھی مراسلت فرمائیں۔ وہ آپ کو کتابوں کا پتہ دیں گے۔ موضوع بڑا دلچسپ ہے۔

بہر حال اس کو زندگی کا مشغلہ بنا لیجئے۔ لیکن اس عرصہ میں اور جن کتابوں کے لئے مواد آپ کو مل سکتا ہو، ان کو بھی لکھتے چلے جائیے۔ خاکسار نے یاد پڑتا ہے آپ کو پہلے بھی ایسے چند عنوان لکھ کر بھیج دیئے تھے جن پر آپ زیادہ زحمت اٹھائے بغیر تصنیف مکمل کر سکتے ہیں۔ مدت سے ایک خیال دماغ میں ہے کہ "الشیطان" کے متعلق حالانکہ قرآن نے صاف صاف کھلے کھلے لفظوں میں یہ اعلان کیا ہے کہ انسانیت کے لئے وہ سم اعظم اور زہر اکبر ہے۔ مگر کثرت مشق کچھ یورپ کے ذہنی دباؤ نے شیطان کی اہمیت کو تقریباً صفر کے درجہ تک اس زمانہ میں پہونچا دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس زہر ہلاہل سے مسلمانوں کو پھر آگاہ کیا جائے۔ قرآنی آیات کو جمع کر کے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں اور پھر حدیثوں سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے۔ پھر اقوال صحابہ اور بزرگوں کے تجربات اس باب میں کتابوں کے اندر جو ملتے ہیں ان سب کو جمع کرنے کے وقت آ گیا ہے اس فرض کفایہ کو

کوئی ادا کرے۔

کولرا ہیضہ کے جراثیم اور طاعون کے کیڑوں سے بھی زیادہ انسانیت کے لئے یہ مسئلہ اہم ہے شوق ہو تو توجہ کیجئے۔ مرض، اسباب مرض، علامات مرض، علاج مرض کے نقطۂ نظر سے مطالعہ کیجئے۔ فقط

مناظر احسن گیلانی

(۸)

۲ر اپریل ۱۹۵۱ء گیلانی (بہار)

الی الاخ السعید الفاضل سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بڑی مسرت اس خبر سے ہوئی کہ آپ کی کتاب نظام المساجد زیور طبع سے آراستہ[1] ہو چکی ہے۔ خدا جلد اس کی صورت دکھا دے۔ آپ نے مصائب کے متعلق جو کتاب لکھی ہے، اس کا مسودہ بھیج دیجئے۔ خاکسار اس سے مستفید بھی ہوگا۔ اور کوئی بات قابل ذکر نظر آئے گی تو مشورہ پیش کر دے گا۔ اور کیا عرض کروں۔ آج کل بعض خانگی الجھنوں میں مبتلا ہوں۔ میرے لئے کشف کربت کی دعا فرمایئے دعا ظہر الغیب مقبول ہوگی۔ فقط آپ کا خادم

مناظر احسن گیلانی

(۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۸ر مئی ۱۹۵۱ء گیلانی (بہار)

مولانا محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کی مرسلہ رجسٹری جس میں مصائب نبی و آل نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مسودہ تھا کئی دن ہوئے مل چکی ہے اور خاکسار نے اس مسودہ کو دیکھ بھی لیا ہے۔ آج کل اپنی لڑکی کی غیر معمولی علالت کی وجہ سے خاکسار کچھ دماغی تشویش میں مبتلا ہے۔ اس لئے ترمیم حسب خواہ

---

[1] ان کی اشاعت حضرت مولانا گیلانی کی دعاؤں کا صدقہ تھا۔ یہ خاکسار کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ ظفیر

سے تو محروم رہا۔ ابتدا میں کچھ حک و اضافہ کی ہمت بھی کی، لیکن آگے بڑھنے سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کی کتاب بجائے کتاب اس وقت جس حیثیت میں ہے اس کو ہم ایک "مقالہ" قرار دے سکتے ہیں۔ کسی مجلہ یا ہفتہ وار میں شائع کرا دیجئے۔ اور دوبارہ زیادہ مطالعہ اور تحقیق سے کام لیجئے اس مضمون میں بڑی ضرورت ذرا اس کی ہے کہ واقعات کے ادا کرنے میں ان کے تاریخی پہلوؤں کا بھی مسلسل خیال کیا جائے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ اس میدان کے اب تازہ وارد نوجوانوں میں ہیں آپ کی صلاحیتوں کو دیکھ کر دل اس پیشنگوئی کی جرأت کرتا ہے کہ مستقبل میں آپ کا قلم انشاءاللہ "اسلام" کی کوئی نمایاں خدمت انجام دے گا۔ زیادہ محنت اور توجہ سے کام لیجئے گا تو آپ کی یہ ایک بڑی قیمتی مفید کتاب ہو جائے گی۔

فرمائیے آپ کے مسودہ کو کیا کروں۔ مناسب تو یہی ہے کہ اس کو واپس منگوا لیجئے اور مقالہ کی صورت میں کسی رسالہ وغیرہ میں شائع کرا دیجئے۔ فقط

مناظر احسن گیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱۰)

رفیع القدر محترم المقام دمتم بالعناد والعافیۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مرسلہ جوابی کارڈ شاید رمضان سے پہلے ہی مل چکا تھا۔ جواب دینے کے لئے اس کو رکھ دیا۔ اس وقت سے بار بار تلاش کر رہا ہوں۔ نہ ملنا تھا نہ ملا۔ تاآنکہ نصف رمضان گذر چکا۔ کل برہان[1] کا پرچہ ملا۔ جس میں مولوی محبوب حسن صاحب رضوی نے آپ کی کتاب تاریخ مساجد کا تذکرہ کرتے ہوئے دیوبند کی چند مسجدوں کا حال آپ کی فرمائش کی تعمیل میں کیا ہے۔ آپ یاد آ گئے۔ خجالت اور شرمندگی کے ازالہ کی شکل اس کے سوا کچھ اور نہ آئی کہ اپنی کمزوری حافظہ سے آپ کو مطلع کر دوں۔ تاخیر جواب کی صرف یہی وجہ ہے۔ چونکہ کوئی خاص بات آپ نے دریافت بھی نہیں کی تھی اس لئے یہی سوچتا

---

[1] رسالہ برہان دہلی ترجمان ندوۃ المصنفین دہلی

رہا کہ گم شدہ کارڈ جب مل جائے گا تو جواب دے دوں گا۔ بہرحال امیدوار ہوں کہ انتظار جواب کی جو تکلیف آپ کو برداشت کرنی پڑی ہوگی۔ اس کو آپ بھول جائیں گے اور عفو تقصیر سے کام لیں گے۔

مولانا عتیق الرحمٰن صاحب کا کوئی خط ادھر نہیں آیا ہے۔ صرف "تدوین قرآن" والے مقالہ کو جسے میرے ایک طالب العلم نے مرتب کیا تھا اس کو بشکل کتاب چھاپ کر کئی دن ہوئے انھوں نے ارسال فرمایا ہے۔ یہ رسالہ قرآن کے جمع و ترتیب کے مسئلہ میں کم ازکم اس زمانہ تک حرف آخر ہونے کی حیثیت رکھتا ہے۔ برہان میں متفرق طور پر شائع ہوا ہے۔ لیکن کتابی شکل میں شائع ہو کر اس نے اپنی قیمت زیادہ بڑھادی۔ معلوم نہیں آپ کی کتاب "نظام المساجد" کے متعلق اخبار و رسائل میں جو رائیں شائع ہو رہی ہیں ان کو آپ جمع کر رہے ہیں یا نہیں۔ دفتر ندوۃ المصنفین میں لکھ دیجئے کہ نظام المساجد کے متعلق جو کچھ بھی کسی اخبار و رسالہ میں نکلے اس کو ایک جگہ جمع کرنا چاہیئے۔

آپ نے قرآن کے درس کا تذکرہ بھی غالباً اس مکتوب گم شدہ میں کیا تھا۔ جی ہاں! دل تو بہت چاہتا ہے کہ کاش کچھ سنجیدہ، متین، صاحب علم و بصیرت افراد خاکسار کے تاثرات کا جائزہ نقیر سے لے لیں۔ لیکن شہروں میں بھیڑ یا دھسان کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، اور دیہاتوں میں قیام اختیار کرنے پر آج کل کوئی تیار نہیں ہوتا۔ اس لئے اب انتظام کر رہا ہوں کہ اپنے قرآنی وجدانات کو قلم بند کرلوں۔ اگرچہ یہ کام آسان نہیں ہے۔ اور قلم کے ذریعہ گو باتیں منتقل ہو جاتی ہیں۔

معلوم نہیں آج کل تلمیذ المفتی[1] صاحب کہاں تشریف فرما ہیں۔ اب ان کا کیا ارادہ ہے؟ مصر نام آوری کے لحاظ سے تو گونہ ایک حد تک مفید ہو سکتا ہے لیکن علم میں کچھ اضافہ فرعون و زلیخا کے ملک میں۔ اور وہ بھی اس عہد میں؟ اب میں کیا عرض کروں۔ من لم یذق لم یدر۔ کم از کم مصر کے علماء کے علمی کارناموں پر جن کی نظر ہے وہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہاں کیا سیکھا اور سکھایا جاتا ہے۔ فقط مناظر احسن گیلانی (موصولہ ۲۶ جون ۱۹۵۱ء)

---

[1] مولانا محمد یحییٰ ندوی (سابق) تلمیذ مفتی عبداللطیف صاحب رحمانی سابق صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱۱)

۱۱ستمبر ۱۹۵۱ء گیلانی (بہار)

رفیع القدر مولانا ظفیر الدین صاحب ایدنا اللہ وایاکم بروح منہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جی ہاں! زمانہ سے مراسلت کا سلسلہ رکا رہا۔ آپ کی محبت للہ ہے خط وکتابت پر موقوف نہیں۔ فقیر بھی رمضان میں کچھ نہ کرسکا۔ رمضان کے بعد کچھ لکھنے پڑھنے کا سلسلہ پھر جاری ہوا۔

اصلی کام تو سیدنا الامام الکبیر النانوتوی کی سیرت کی ترتیب ہے۔ ابتداء میں تخمینہ تھا کہ دو جلدوں میں کام تمام ہوجائے گا۔ پہلی جلد میں عام حالات ہوں گے۔ اور دوسری میں آپ کے خصوصی علمی نظریات کی تدوین پر کام کیا جائے گا۔ پہلی جلد کے متعلق مواد کا ذخیرہ اتنا کم تھا کہ دو ڈھائی سو صفحوں سے زیادہ کی ضرورت اس کے لئے نہیں سمجھی گئی تھی۔ لیکن جیسے جیسے تلاش وجستجو کا سلسلہ دراز ہوا۔ اس جلد کی ضخامت بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اسی سے اندازہ فرمائیے کہ حضرت والا کے نکاح تک ابھی کتاب پہونچی ہے۔ تقریباً چار سو صفحات ہوچکے ہیں۔ گویا اصلی حالات ابھی کُل کے کُل باقی ہیں۔ بس دعا فرمائیے کہ یہ آخری کام اس بندہ ضعیف جہول وظلوم سے بن آئے۔ اور اسی کو لے کر مغفرت کی سند کے ساتھ اصلی وطن کی طرف واپسی بخیر وعافیت میسر آئے۔ زیادہ خیال اب اسی مرجع کا ہے۔ جہاں سے کچھ دن کے لئے اس خاکدانِ ارضی پر ٹپکایا گیا۔

سیّد صاحب قبلہ[1] کے فقرات پڑھ کر آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ گو یہ موجودہ زندگی مفرق الاحباب ہی ہے۔ مگر زندگی ختم نہیں ہوئی۔ اور ہم لوگ ایک دوسرے سے الگ کردیئے گئے۔

معلوم نہیں آپ کی نظر سے "تدوین قرآن" والا رسالہ گذرا یا نہیں، جسے ندوۃ المصنفین نے آپ کی کتاب نظام المساجد کے ساتھ حال ہی میں شائع کیا ہے۔ فقط مناظر احسن گیلانی

[1] حضرت مولانا سید سلیمان ندوی۔ جو اس وقت کراچی میں تھے۔ ظفیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱۲)

۲۳ نومبر ۱۹۵۱ء گیلانی بہار

مجمع الفضائل والکمالات مولانا ظفیر الدین صاحب! ایدنا اللہ وایاکم بروح منہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یوں تو آپ کے علمی و دینی مقالات جو رسائل واخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں مسلسل آپ کی یاد اور آپ کے ساتھ انس کے ذرائع بنتے رہے ہیں براہ راست اپنے خطاب خاص سے فقیر کو آپ نے ادھر یاد نہیں فرمایا۔ چند دن موسمی تبدیلیوں کی وجہ سے انفلوئنزا کا شکار رہا۔ اور دس پندرہ دن سے زیادہ اس میں پریشان رہا۔ امید ہے کہ آپ بعافیت ہوں گے۔ فقط مناظر احسن گیلانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱۳)

۱۲ جنوری ۱۹۵۲ء گیلانی (بہار)

الی الاخ العزیز المحترم مولانا ظفیر الدین صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جی ہاں! عزیز محتشم مولانا شاہ محمد یحییٰ صاحب ندوی سلمہ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمائی کی تھی۔ یہی نہیں کہ خود قدم رنجہ فرمایا۔ بلکہ میرے ایک مہمان عزیز ہماری جامعہ کے رفیق کو بھی برادرم مکارم سلمہ کی فرمائش کے مطابق اپنے ساتھ لائے۔ گو جیسا کہ میرا جی چاہتا تھا وہ قیام فرما نہ سکے۔ میری خواہش تھی کہ دس پندرہ روز تو ہمارے ساتھ گیلانی میں گذارتے لیکن اپنے کام کی تکمیل کا عذر مانع ہوا۔ میں نے بھی خلاف طبع زیادہ جبر مناسب خیال نہیں کیا۔ وہ غالباً پٹنہ جاچکے ہوں گے۔ یحییٰ میاں سلمہ پر مولوی عبدالعزیز میمن سابق پروفیسر عربی ادب مسلم یونیورسٹی کا زیادہ اثر ہے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ میمن صاحب جیسے چند خوش قسمت لوگوں کو کالج میں جگہ مل گئی اور اپنی محنت کا کم از کم روپے کی شکل میں صلہ مل گیا۔ لیکن عام حالات میں عربی زبان ہم لوگ دین کی خدمت کے لئے پڑھتے ہیں۔ ادب برائے ادب یہ یورپ کے پیٹ بھروں کا وطیرہ اور طریقۂ عمل ہے۔ عزیز موصوف کو بھی سمجھاتا رہا۔

کہ عربی ادب سے بس اسی حد تک اس شخص کو دلچسپی رکھنی چاہیئے جو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہونا چاہتا ہے کہ "اسلامیات" کے سمجھنے میں بس مدد مل جائے ورنہ اس کے سوا عربی زبان کا منظوم و منثور جو ذخیرہ بھی ہے ان کی حیثیت وہی ہے، جو ہمارے لئے بنگالی یا تلنگی زبان رکھتی ہے۔ دلچسپی اور شجاعت کے سوا اس حصہ کا مطالعہ اور کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اسلامی عربی اور جاہلی عربی کے فرق کو سمجھنا چاہیئے۔ دونوں میں مجھے تو وہی نسبت معلوم ہوتی ہے، جو اردو اور پشتو زبان میں ہے۔ وہ شعر جو دنیا کا کوئی شاعر کہہ گیا ہے یا وہ تحریر جو کوئی کالستھ لکھ کر مرا ہے اس کا سمجھنا آخر ہمارے فرائض میں کیوں داخل ہو۔ سچ پوچھئے تو غیر اسلامی عربی ابوجہل کا موروثی ترکہ ہو سکتا ہے۔ ہمیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے تعلق ہے۔ اس سے زیادہ جو کچھ بھی ہے۔ دونہ خرط القتاد[1]۔ لیکن ظاہر ہے یہ بات تجربہ کے بعد ہی ان کی سمجھ میں آئے گی۔ ہندوستان میں اس ملک کے رہنے والے مسلمانوں کی دینی خدمت کرنے والوں کے لیے جاہلی عربی سے زیادہ عام بول چال کی زبان اردو میں تحریراً و تقریراً دسترس حاصل کرنا زیادہ اہم ہے اور غیر اسلامی دائرہ میں جو کام کرنا چاہتا ہو اس کو بھاشا سنسکرت وغیرہ میں حذاقت حاصل کرنے میں اپنی کوشش کرنی زیادہ مناسب ہے۔ عربی تحریر و تقریر کی ممارست و مشق سے اس ملک کے باشندوں کو ہم کیا فائدہ پہونچا سکتے ہیں۔ "وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ" کے قرآنی اعلان سے یہی اصول سمجھ میں آتا ہے۔

آپ کے مقالات برہان اور دارالعلوم والے فقیر کی نظر سے گذرے۔ آپ کے ہر مضمون کو غور سے پڑھتا ہوں۔ آپ کو بشارت دیتا ہوں۔ اگر توجہ کا مسئلہ آپ نے باقی رکھا تو انشاء اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کا تحریری طور پر آپ کو آئندہ اچھا موقع ملے گا۔ کبھی پست ہمتی سے کام نہ لیجئے۔ زبان کا بھی چنداں خیال نہ کیجئے۔ اصل چیز مواد ہے۔ صورت مادہ کی قیمت کے بعد چنداں اہم باقی نہیں رہتی۔ اگرچہ معنی کے ساتھ صورت کا خیال

---

[1] یہ عربی کا محاورہ ہے: قتاد ایک کانٹے دار درخت ہے یعنی اس کے بعد قتادہ کا نٹے جھاڑنا ہے۔

بھی کرنا ہی پڑتا ہے۔ کام کئے جائیے۔ کرتے کرتے آجاتا ہے۔ نہ کتابوں کی کمی سے تنگ دل ہونے کی ضرورت ہے۔ بشکر خود سے کوشش کر قدرت سے بہم پہونچ ہی جاتی ہے۔ آپ میں ماشاء اللہ بڑی اچھی صلاحیت ہے۔ خدا نظر بد سے آپ کو محفوظ رکھے۔ اصلاً ضرورت اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کی ہے۔ لِکُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰی۔ ایسی قسمت بہت کم لوگوں کو ارزانی ہوتی ہے۔ کہ اللہ میاں اپنی خدمت کا کام اس کے سپرد کر دیں[1]؎

خراباتیاں می پرستی کنند   محمد بگوئید مستی کنند

مناظر احسن گیلانی

(۱۴)

۱۲ر فروری ۵۲ء

مکرم و محترم مولانا ظفیر الدین صاحب! ایدکم اللہ بروح منہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا جوابی کارڈ کہیں دب دبا گیا تھا۔ حال میں ملا۔ اور اس کے ساتھ کل صدق کا جو پرچہ آیا۔ اس میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی کا ایک اچھا سا تقریظی نوٹ بھی نظر سے گذرا[2]۔ اب تک آپ کی کتاب نظام المساجد پر مختلف رسالوں اور پرچوں میں جو رائیں شائع ہوئی ہیں۔ میرے خیال میں مختلف وجوہ سے یہ رائے کافی وقیع ہے۔ خدا جانے آپ کے یہاں صدق جدید آتا ہے یا نہیں۔ اگر نہ آتا ہو تو لکھئے۔ میں اس نوٹ کا تراشا کم از کم آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔

معلوم نہیں آج کل آپ ہیں کیسے؟ نیز عزیزم میاں یحییٰ سلمہ اللہ تعالیٰ کی بھی کوئی خیر و خیریت ادھر معلوم نہ ہوئی۔ کسی نے افواہاً سنایا کہ شاید اپنی کتاب کے سلسلے میں ان کا ارادہ کچھ دکن کے سفر کا ہے۔ کاش! کچھ دن اور وہ میرے پاس ٹھہر جاتے۔ ان کی غیر معمولی صلاحیتوں کو صحیح راہ پر لگانے کی ضرورت ہے۔ کام ایسا کرنا چاہئے جس کا دین و دنیا میں نفع ہو۔ ادب برائے ادب اس زمانے کے عوارض میں سے ہے۔

---

[1] حضرت والا کی ان دعاؤں نے کسی لائق بنایا۔ جو صلہ افزائی کا یہ انداز کہیں اور نہیں مل سکتا۔ ظفیر [2] اپنی اس کتاب اسلام کا نظام مساجد پر مولانا دریا آبادی کا تبصرہ بڑا جاندار تھا اور حوصلہ افزا۔ ایک جملہ یہ بھی تھا، "کتاب ٹھیٹھ مذہبی ہونے کے باوجود مولویانہ خشک نگاری سے پاک ہے" حضرت مولانا نے یہ تبصرہ میرے پاس خود بھیجا تھا۔

آپ نے صنف نازک کی عفت و عصمت کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر کو مرتب کر کے لکھنے کا ارادہ جو فرمایا تھا کہئے کہاں تک پہونچے۔ مردوں کے حواس خمسہ کو اجنبی عورتوں کے نسوانی خصوصیات سے اور اس طرح عورتوں کو بھی مردوں کے خصوصیات سے حتی الوسع الگ رکھنے کی کوشش اسلام میں جو کی گئی ہے اور مسئلہ حجاب میں عزیمت و رخصت دو درجے جو قانون کے ہیں اس پر خاص نظر رکھنی چاہیئے۔ ازواج مطہرات کی متعلقہ آیتوں کے مفاد کو میں عام مسلمان خواتین کے لئے عزیمت کا درجہ خیال کرتا ہوں۔ اور روایات نیز مسلمانوں کا رواج جو یہ بتاتا ہے کہ بڑا طبقہ مسلمان عورتوں کا گھر سے باہر نکل کر کام کاج کرتا رہا ہے۔ کنویں سے پانی لانا، کھیت پر شوہر کو پانی پہونچانا۔ الغرض نچلے طبقے کے مسلمانوں میں جو حالت پردے کی پائی جاتی ہے کلیۃً اس کو غیر اسلامی قرار دینا مشکل ہے۔ ہاں! یہ عزیمت میں رخصت ہے۔ اسی لئے ان کے کردار کا وہ معیار بھی مسلمانوں میں قائم نہ ہو سکا۔ شرفا اور غیر شرفاء کے پردے کا فرق اسی بنیاد پر قائم ہے۔ میرے نزدیک حجاب کا قانون بسیط نہیں ہے۔ بلکہ مسئلۂ مجالس، خروج عن البیوت، مردوں عورتوں کے ملنے جلنے کے احکام سب کے مجموعے سے حجاب کا قانون پیدا ہوا ہے۔ فقط

مناظر احسن گیلانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱۵)

۶ مارچ ۵۲ء

مولانا المحترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسب ارشاد "صدق"[1] کا تراشا بھیج رہا ہوں۔ لیکن تعجب ہوا کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی آبادی میں صدق جیسے اہم دینی اور علمی پرچے کی ایک کاپی بھی نہیں آتی۔ یہ تو بڑا مفید پرچہ ہے۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی کے قلم کے افادات ہر ہفتہ پڑھنے کو مل جاتے ہیں۔ یہ

---

[1] صدق جدید لکھنؤ، ایڈیٹر مولانا عبد الماجد دریا آبادی کا نظام مساجد پر تبصرہ حضرت مولانا گیلانی نے خاکسار کی حوصلہ افزائی کی خاطر بھیجا تھا۔ ظفر

اجبار نہیں بلکہ اسلام کا موجودہ مغرب زدگی کے عہد میں وکیل ہے ہر ہفتہ ایسے قیمتی معلومات اس رسالے میں مل جاتے ہیں. جو بڑے بڑے دفاتر میں میسر نہیں آسکتے. کاش! کوئی صاحب اس کی خریداری پر آمادہ ہو جاتے. یحییٰ میاں سلمہ نے حیدر آباد کے سفر کا ارادہ کیا. وہی کشاف کے شواہد کے لئے کرنا چاہا ہے. شاید مولوی فضل صاحب نے ان کو چکر دیا. اب تو ارادہ ہی کر چکے. ان کے والد ماجد مولانا فضل اکبر سے اس فقیر حقیر کا سلام فرما دیجئے. فقط

مناظر احسن گیلانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱۶)

۴ ر اپریل ۵۲ء گیلانی (بہار)

نخبۃ الاقران مولانائے محترم ایدنا اللہ وایاکم بروح منہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'. میں آپ کو خط لکھنے والا ہی تھا. معارف مارچ میں نظام المساجد پر بڑی اچھی رائے شائع ہوئی تھی. اسی کا ذکر کرنا چاہتا تھا. لیکن پھر خیال آیا کہ معارف بھی اسی فہرست میں غالباً شریک ہے جس میں آپ نے اپنے یہاں آنے والے پرچوں کا ذکر فرمایا تھا. خدا جانے یہ خیال میرا صحیح ہے یا غلط. مگر اسی خیال کے بعد خط لکھنے سے رک گیا. آپ کو تو اطلاع ہو ہی چکی ہوگی. پھر برہان میں آپ کے مضمون کی پہلی قسط نظر سے گذری. واقعہ یہ ہے کہ جس طریقہ سے آپ نے اس مضمون کو لکھنا شروع کیا ہے. اور اسی طریقہ سے پورا ہوا تو بے حجابی کے اس دور میں ایک بڑے فرض سے آپ سبکدوش ہو جائیں گے. سلاست اور روانی، ترتیب مواد ہر لحاظ سے یہ مضمون اچھا ہے. آپ اس کو ضرور مکمل کر لیجئے[1] البتہ جب مسئلہ حجاب پر آئیے تو اس مسئلہ میں خاکسار سے مشورہ کر لیجئے گا. مسلمانوں میں ابتداء سے یہ رواج چلا آرہا ہے کہ تقریباً اسی نوے فیصدی ان کے غرباء کی عورتیں کام کاج کے لئے گھر سے باہر نکلتی رہی ہیں. عہد نبوت سے

---

[1] اب ایسے علماء کرام کہاں ہے جو اپنے چھوٹوں کی تربیت میں اس درجہ دلچسپی لیں اور حوصلہ بڑھا کر کام کا ولولہ پیدا کریں. ظفیر

شروع ہو کر کے اس وقت کی تاریخ یہی بتاتی ہے کہ پن گھٹ سے پانی، کھیتوں پر شوہروں اور مردوں کو کھانا پہونچانا، ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں پیدل جانا۔ الغرض عام ضروریات زندگی میں وہ مجبور تھیں کہ باہر نکلیں۔ سوال یہی ہے کہ کیا ان غریب طبقات کی عورتوں کا یہ طرز عمل اسلام کے آئین حجاب کے دائرے سے کیا خارج تھا؟ فقیر کی رائے یہی ہے کہ حجاب کے قانون کو بھی عزیمت و رخصت دو درجوں میں تقسیم کر کے یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ عزیمت کا معیار امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے ذریعہ قرآن نے قائم کیا۔ قَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ کا خاص حکم ان کو دیا گیا۔ اس معیار پر پردہ جن مسلمانوں میں جاری رہا، وہی شرفا میں شمار ہوئے اور غرباء اسلام ہی کے حدود رخصت سے مستفید ہوتے رہے۔ اس تقسیم سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہو جاتا ہے، جو اس زمانہ کے جہال نے شرعی و رواجی پردہ کی تقسیم سے پھیلا رکھی ہے۔ وہ رخصت کے حدود کی مثالوں کو پیش کر کے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ شرعی پردہ یہی تھا۔ اور امہات المومنین کے پردہ کو احمقوں کا یہ طبقہ رواجی پردہ قرار دینا چاہتا ہے۔ ایک بات یہ، اور دوسری بات یہ ہے کہ حجاب کے قانون میں متعدد عناصر و اجزاء شریک ہیں۔ ایک لباس کا مسئلہ ہے۔ دوسرا مسئلہ عورتوں اور مردوں کی سوسائٹی کا ہے۔ یعنی مخلوط سوسائٹی ہو یا عورتوں کی الگ، مردوں کی الگ۔ حواس خمسہ (بینائی، شنوائی وغیرہ) کو ایک دوسرے سے الگ رکھا جائے۔ آپ ہی کے عنوان پر یہ عجیب بات ہے کہ ایک صاحب جن کا نام مالک رام ہے بظاہر ہندو معلوم ہوتے ہیں۔ "عورت اور قرآن" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ میرے پاس بھی بھیجی ہے۔ مجھ سے خط و کتابت ہو رہی ہے۔ ورنہ ممکن تھا کہ اس کتاب کو آپ کے پاس بھیج دیتا۔ اس سے یکسوئی ہو جانے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ بھیج دوں گا۔

آپ نے رمضان میں گیلانی کی رونق افروزی کے ارادے کا اظہار فرما کر۔ بڑی

نوازش فرمائی ہے. لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں میرے مقصود درحقیقت یحییٰ میاں سلمہ تھے. ورنہ استغفراللہ آپ جیسے عالم کو قطعاً اس کی ضرورت نہیں. زیادہ سے زیادہ آپ میری لکھی ہوئی تفسیری جزؤں کا مطالعہ کرسکتے ہیں ورنہ پڑھنے کی قطعاً ضرورت نہیں. ماشاءاللہ آپ ایک مستعد عالم ہیں. بہرحال اس مسئلہ میں آئندہ بھی گفتگو ہوگی. والسلام

مناظر احسن گیلانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱۷)

۱۹ مئی ۱۹۵۲ء گیلانی (بہار)

مولانائے محترم دمتم بالہناء والعافیۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ. کیا عرض کروں، آج کل باوجود دیرانگی کے گیلانی میں شادی بیاہ کے قصوں کی ہنگامہ آرائیوں کے سلسلے یکے بعد دیگرے کچھ اس طرح شروع ہوئے کہ میری کہفی[1] زندگی تھوڑی دیر کے لئے شہقی[2] زندگی بن گئی. بہرحال برادری کے تعلقات کا خیال کرنا ہی پڑتا ہے. براتوں میں شرکت بھی کرنی پڑی. آئے ہوئے خطوط کے جواب اور مانگے ہوئے مضامین ان سب غریبوں کا حصہ کچھ دن کے لئے رک گیا. آپ کے خط کا جواب بھی اسی وجہ سے وقت پر نہ بھیج سکا. میں مالک رام کی کتاب آپ کی خدمت میں ارسال کردوں گا. انشاءاللہ دو ایک دن میں آپ کو مل جائے گی. باقی آپ نے گیلانی میں رمضان گذارنے کا ارادہ جو فرمایا ہے، اس مسئلہ کو میں دو تین دن سے سوچ رہا ہوں. حالت یہ ہے کہ رمضان میں کچھ ذاتی مشاغل کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے اور پیرانہ سری کی وجہ سے پھر اتنی توانائی اب باقی نہیں رہتی کہ بشاشت کے ساتھ تدریسی کام کو انجام دوں. ظاہر ہے کہ قرآن پاک کے متعلق اپنے خاص تاثرات ہی کے اظہار کی ضرورت ہے. یہ میرے قرآنی تاثرات

---

[1] حضرت مولانا نے اپنی قیام گاہ کا نام "کہف الایمان" رکھا تھا جہاں عوام نہیں آتے تھے کبھی کبھی خاص علماء آجاتے تھے.

[2] مراد شور و غل اور ملنے ملانے کی زندگی جس میں یکسوئی نہ ہو.

کہئے۔ یا میرے قرآنی مراقبات کے نتائج عموماً ایسے ہی کہ بجز انک انت العلیم الحکیم کے کوئی دوسرا ماویٰ و ملجا نہیں۔ وہاں سے فیاضی میں کسی تنگی کا احتمال ہی نہیں۔ لیکن نقصان کی بنیاد پر اب دیکھتا ہوں کہ جب تک کامل بشاشت و یکسوئی کی حالت پیدا نہ ہو ان قلبی واردات کو جگانا اور ان کا ورد کرنا میرے لئے آسان نہیں ہوتا۔ پھر اسی کے ساتھ یہ بھی سوچتا ہوں آپ جیسے بزرگوں کے لئے رمضان ہی کا زمانہ فرصت کا زمانہ ہو سکتا ہے۔ اس رمضان میں نہ سہی آئندہ بھی رمضان میں آپ کو موقع مل سکتا ہے۔ پھر اب حل کیا ہے۔ جہاں تک اس وقت دل کا فیصلہ ہے وہ یہ ہے کہ "سانحہ میں جب میری بھانجی سلمہا پہونچ جائے گی تو گویا ایک طرح سے ممکن ہے کہ مہینہ دو مہینہ کے لئے بجائے گیلانی کے سانحہ ہی میں اپنے کہف کو منتقل کر دوں۔ یحییٰ میاں سلمۂ اور آپ دونوں صاحبوں کی خدمت کا کچھ موقع اگر مل سکتا ہے تو اس کی واحد صورت یہی ہو سکتی ہے۔" بشرطیکہ ہمارے بھائی فضل الکبیر[1] صاحب کے لئے مہینہ دو مہینے کا قیام قابل برداشت ہو۔ میرا سلام ان سے عرض کر دیجئے، اور میرے اس عریضہ کو بطور وثیقہ کے سانحہ کی مسجد کے محافظ خانہ میں رکھوا دیجئے۔ میں اپنے "اجل مسمیٰ" سے واقف نہیں ہوں اور نہ یہ جانتا ہوں کہ "بای ارض تموت" لیکن ابھی کچھ وقفہ باقی ہے تو سانحہ کے اس سنوح کا خیال دل میں رہے گا۔

معارف میں جو مضمون شائع ہوا ہے وہ میری زندگی کے ایک عمیق رخ کی پہلی تجلی ہے۔ چالیس سال سے زیادہ زمانہ گذرا جب سے یہ سوال دماغ میں گردش کر رہا ہے کہ اس کفرستان میں قیام کی وجہ سے وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں کی اتنی بڑی آبادی اور اس پر بھی بیس بائیس کروڑ نفوس ایسے رہ گئے جنہوں نے اپنے پیغمبر کو نہیں پہچانا۔ نہ انہوں نے پہچانا اور نہ پہچانوانے کے لئے جو بھیجے گئے تھے وہ حکومت اور سیاست کے حقوق میں کچھ دن الجھے رہے۔ ان سے نجات ملی۔ تو اب پیٹ روٹی کا جھگڑا ہے۔ ہر روز حضرت آدمؑ کی اولاد کی اتنی بڑی تعداد مسلسل جہنم میں ٹپکتی اور گرتی چلی جا رہی ہے۔ لیکن

---

[1] مولانا محمد یحییٰ ندوی کے والد بزرگوار جو ایک دیندار سنی زمیندار تھے اور علماء سے بڑی محبت رکھتے تھے مولانا گیلانی کی بھانجی کی مولانا یحییٰ ندوی سے شادی ہو چکی تھی یہاں پوری تیاری تھی مگر مولانا اپنی بیماری کی وجہ سے تشریف نہیں لا سکے۔

ہم اس تماشے کو دیکھ رہے ہیں۔ دو ہی صورت ہے یا یہ واقعہ جہنم میں گرنے کا دھوکہ ہے۔ اور دھوکہ نہیں بلکہ واقعہ ہے تو پھر ؎

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است ۔۔۔ اگر خاموش بنشینی گناہ است

خدا کرے یہ گرہ کھل جائے اور جس کے لئے ہم بہار آئے تھے وہ یاد آجائے۔

مناظر احسن گیلانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱۸)

۲۰ جولائی ۵۲ء

حبی و محبی مولانا ظفیر الدین صاحب! سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مونگیر سے واپسی کے بعد رمضان کے تقاضوں کی تکمیل میں منہمک ہو گیا۔ الفرقان، برہان، دارالعلوم، نئی زندگی (جماعت اسلامی) سب ہی کے تقاضے تھے۔ اور شدید تقاضے بحمد اللہ سب سے فارغ ہوا۔ تقریباً سو صفحات سے زائد لکھنے پڑے۔ ورنہ مونگیر ہی سے خیال دل میں لئے آیا تھا کہ اپنے بھائی "فضل الکبیر یعنی آپ کے متولیؔ صاحب کی خدمت میں آپ کے توسط سے عریضہ لکھوں۔ مگر یہ سوچ کر کہ کچھ دن اور گذر جائیں اور میرے روٹھے ہوئے بھائی ہنسنے کے قابل بھی ہو جائیں۔ مونگیر میں تو یہی معلوم ہوا تھا کہ سیدنا مدنی مدظلہ العالی کا سانحہ جانا ملتوی ہو گیا۔ مگر آپ کی اس اطلاع سے کہ حضرت تشریف فرما ہوئے۔ مدرسہ کی بنیاد رکھی[1]۔ امید یہی ہوئی کہ "وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ" کی کیفیت واپس ہو چکی ہے۔ افسوس ہے کہ اس کی طرف آپ نے اشارہ نہیں فرمایا۔ اپنے اس مخلص خادم کا سلام و نیاز آپ اپنے متولی صاحب اور ہمارے بھائی صاحب کی خدمت میں پیش فرما دیجئے۔ خدا جانے میرے سلام کے قبول کرنے پر وہ آمادہ بھی ہوں گے یا نہیں۔

---

[1] ۱۵ / شوال ۱۳۷۱ھ مطابق ۸ / جولائی ۱۹۵۲ء کو نماز عصر کے بعد دارالعلوم معینیہ کی پختہ عمارت کی بنیاد بدست شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی ڈالی گئی جس میں امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی، مولانا عبدالعزیز (دربھنگہ) حاجی محمد ایوب صاحب جلیل مولانا لطف الرحمن ہرسنگھ پور اور دوسرے علمائے کرام شریک رہے اور بنیاد ڈالنے میں شرکت فرمائی خاکسار نے متعلقہ استقبالیہ پیش کیا تھا جو الحمد للہ پسند کیا گیا

بہر حال ؎ ہم تو تسلیم کی خو ڈالیں گے بے نیازی تری عادت ہی سہی

اپنی بچی سلمہا اللہ تعالیٰ کے متعلق آپ نے جو بات دریافت فرمائی ہے۔ اس کے متعلق امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ احیاء العلوم سے نقل کر کے پیش کر دیتا ہوں۔ فرماتے ہیں: "ولا اری رخصۃ فی تثقیب اذن الصبیۃ لاجل تعلیق حلق الذھب فیھا فان ھذا جرح مولم ومثلہ موجب للقصاص" اور واقعہ بھی یہی ہے کہ کوئی کسی کو اس قسم کا زخم آکر لگائے تو "والجروح قصاص" کی بنیاد پر عدالت میں دعویٰ کر کے بدلہ لے سکتا ہے۔ آگے اس کے بعد فرماتے ہیں: "فلا یجوز الا لحاجۃ مہمۃ کالفصد والحجامۃ والختان۔ پھر ارشاد ہوا۔ والتزین بتعلیقہ علی الاذن وفی المخانق والاسورۃ کفایۃ عنہ" جس کا مطلب یہی ہے کہ کان میں بالیاں چھیدے بغیر بھی لٹکائی جا سکتی ہیں اور یوں بھی گلے میں۔ ہاتھوں کے زیورات' زینت کے لئے کافی ہیں۔ آخر میں فرماتے ہیں۔ "فھذا وان کان معتادًا فھو حرام والمنع منہ واجب والاستیجار علیہ غیر صحیح والاجرۃ الماخوذۃ علیہ حرام" یہ ہے امام غزالی کا فتویٰ۔ باوجود غزالیانہ تبحر علمی کے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے: "الا ان یثبت من جھۃ النقل فیہ رخصۃ ولم یبلغنا الی الآن رخصۃ (احیاء العلوم ج ۲ صفحہ ۲۲۶ باب منکرات العامہ) اب اس کے بعد جو آپ کی رائے ہو۔ میرا ذاتی رجحان تو امام ہی کے فتویٰ کی طرف ہے۔[1] اگرچہ اس فتویٰ کی تعمیل میں خود اپنے گھر کے لوگوں میں بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر بھی رفتہ رفتہ لوگ اب اس کو مان رہے ہیں۔ فقط

مناظر احسن گیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱۹)

رفیع القدر سلیم الصدر الصوفی الصافی الکاتب مولانا ظفیر الترہتی[2] المتھلائی ایدکم اللہ بروح منہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ واقعی آپ کی شکایت بجا ہے۔ چند خطوط آپ کے جواب

---

[1] میری سب سے بڑی اور پہلی بچی حسنی صدیقہ سلمہا کے کان چھیدنے کے سلسلہ میں یہ لکھنا پڑا تھا۔ خود میرا رجحان مولانا کا سا ہی ہے۔ اس سے اتنا فائدہ ہوا کہ کانوں میں سات سوراخوں کے بجائے صرف ایک سوراخ کا یہاں سے رواج شروع ہوا۔ ظفیر

[2] دربھنگہ "ترہت" علاقہ میں ہے اور برہمن اس علاقہ کو "متھلا" کہتے ہیں۔

کے انتظار میں میرے متعلق پڑے ہوئے ہیں۔ کوئی خاص بات بجز دریافت خیریت کے ان خطوط میں نہ تھی۔ خبر کا نہ پہنچنا خیریت کی دلیل ہے۔ اسی کو سوچ کر دوسرے مشاغل کی وجہ سے بات ٹلتی رہی۔ اور اپنی فطری غائب دماغی کی وجہ سے مجبور بھی ہوں۔ وقت پر جواب خط کا اگر نہ دے سکا تو پھر مشکل ہی سے وہ یاد آتا ہے۔ بس اس کے سوا اور کوئی دوسری بات نہیں ہے۔ آپ کے مضامین دار العلوم اور برہان میں پڑھتا رہتا ہوں۔ برہان پر تو بہاریوں کا قبضہ ہی ہوگیا ہے۔ گذشتہ نمبر میں تین مقالے بہاریوں کے تھے، جس میں ایک بہاری آپ بھی ہیں۔

مولانا یحییٰ سلمہ سے سلام عرض کر دیجئے۔ سیف اللہ[۱] سلمہ ایک ہفتہ ہوا گیلانی آئے ہوئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوا گیلانی آنے کا موقع تھا مگر وہ نہ آئے۔ میں بڈھا ہوگیا ہوں۔ اگر "ماند شبی ماند شبی دیگر نمی ماند" آپ لوگوں کو دیکھ لیتا ہوں تو دل خوش ہو جاتا ہے۔ ابو یحییٰ مولانا شاہ سید فضل الکبیر الجاجزی السانحوی صاحب سے بھی ان کے دعا گوئے زمند کا سلام پہونچا دیجئے۔ آپ جس شغلہ میں منہمک ہیں، منہمک رہیئے۔ اور اس یقین کے ساتھ منہمک رہیئے کہ لہ الملک ولہ الحمد کی دنیا میں ہیں۔ جو ارحم الراحمین ہے۔ تصوف نہیں۔ یہی قرآنی علم ہے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا۔ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ یقین محکم قطعی الدلالۃ قطعی الثبوت ہے۔ خاکسار

مناظر احسن گیلانی

(موصول ۱۰/ اکتوبر ۵۲ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲۰)

۲۵/ اکتوبر ۱۹۵۲ء گیلانی (بہار)

مخدوم و محترم مولانا ظفیر الدین صاحب! ایدکم اللہ بروح منہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کے دین اول سے ابھی سبکدوش نہیں ہوا تھا کہ دوسرا نوازش نامہ بشکل وارنٹ کل ملا۔ اسی کے ساتھ ڈاک میں برہان اکتوبر کا بھی پہونچا۔ آپ کے مضمون

۱؎ مولانا کے بڑے بھانجہ ولد مولانا لطف اللہ صاحب

کا نیا شمارہ بھی نظر سے گذرا۔ جزاکم اللہ عنا وعن المسلمین خیرا لجزاء۔

وقت کی ایک بڑی ضرورت آپ اپنے اس محققانہ اور دلیرانہ مقالہ سے پوری فرما رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی مستقل رسالہ کی شکل میں آئندہ یہ شائع ہوکر زیادہ مفید ثابت ہوگا۔[1] مجھے اس کی شرمندگی ہے کہ اپنے مشاغل کی کثرت کی وجہ سے کسی قسم کی کوئی مدد آپ کی علمی معنوں میں نہ کرسکا۔ انتہا یہ ہے کہ گذشتہ کارڈ میں آپ نے کوئی بات پوچھی تھی، اس وقت اس کارڈ کو تلاش کر رہا ہوں۔ جہاں جہاں ملنے تھے سب ہی جگہ ڈھونڈا، نہ ملا۔ اور یاد بھی نہ رہا، کہ آپ نے کیا دریافت فرمایا تھا۔ بہرحال اب تو وارنٹ ہی کی دھمکی آچکی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ میری شرط بھی پوری ہوچکی ہے۔ ایسی صورت میں اس کے سوا اور کیا لکھوں کہ ؎

"وارنٹ سے گریز کی اب بظاہر کوئی راہ باقی نہیں رہی ہے اور حالات جیسے اس وقت ہیں اگر وہی رہے تو اپنے راہ بر کے ساتھ راہ رَو بننے کی انشاء اللہ کوشش کروں گا۔"

ہمارے محترم ومکرم جناب مولانا ابویحییٰ فضل اللہ الکبیر المتعال اور اپنے متولی صاحب سے فقیر کا سلام عرض کر دیجئے۔ اور جو کچھ فقیر نے لکھا ہے ان کو بھی سنا دیجئے گا۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ شفاہانہ گفتگو ہوگی۔ عزیزی میاں یحییٰ سلمہ تعالیٰ کی خدمت میں اس دعاگو کی دعائیں پہونچا دیجئے۔

آپ اپنے اس کارڈ میں جو اس سے پہلے آیا تھا اس فقیر کے ساتھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس کا قطعی استحقاق نہ تھا۔ اسی قسم کے حسن ظن کو اس جہول وظلوم کے ساتھ قائم فرمالیا ہے۔ اکبر مرحوم کا ایک شعر ہے ؎

اکبر کی حقیقت اصلی کو پوچھو اس کے محلے والوں سے
ہاں شعر تو اچھا کہتا ہے، دیوان تو ان کا دیکھا ہے

اچھا شاعر اور صاحب دیوان ہونا دوسری بات ہے اور محلہ والوں کے سامنے آدمی کیا سمجھا جاتا ہے۔ اس کی اصلی حقیقت وہی ہوتی ہے۔ آپ جیسے صادق الایمان والدین بزرگوں کے

---

[1] "اسلام کا نظام عفت وعصمت" کے نام سے یہ کتاب شائع ہوئی اور پھر اس کا انگریزی ترجمہ کویت سے پہلی بار چھپا۔ پھر ہندوستان سے شائع ہوا۔ ظفیر

حسنِ ظن کو دیکھ کر اس کی امید قائم کرلیتا ہوں کہ شاید معاملہ کرنے والا حسنِ ظن کی رعایت فرمائے۔ تجربہ سے زیادہ اسی کی تائید ہوتی رہی ہے۔

دعاگو

مناظر احسن گیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۲۱)

۱۲ر نومبر ۱۹۵۲ء

محترمی مولانا ظفیر الدین و عزیز محترم مولانا یحییٰ سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و علی من لدیکم۔ لاتدری نفس ماذا تکسب غدا۔ لندے پھندے لاری کے انتظار میں گھر سے ہم نکلے بھی انتظار کی زحمت بھی اٹھائی، سب کچھ ہوا، لیکن جو مقصد تھا جوں کا توں ہنوز روزِ اوّل ہے۔ مشیتِ الٰہی کی حکمتوں کو کون جانتا ہے۔ آپ لوگ جس دن روانہ ہوئے اس کی صبح سے مکارم سلمہ پر اسہال کا شدید حملہ ہوا۔ پہلے تو خیال گذرا کہ ناف ٹل گئی ہے۔ بلوائی گئی، لیکن سلسلہ جب نہ رکا تو اب خیال بھی ہے کہ پرانی پیچش کا ان کو جو عارضہ ہے، اسی کی تجدید اس شکل میں ہوگئی ہے۔ اس وقت وہ شدید پرہیزی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

خود میرے معدے کی رفتار بھی چار دن سے خراب ہوگئی ہے۔ ریاحی دورہ رہ رہ کر قلب کے پاس اٹھتا ہے۔ کبھی محسوس ہوتا ہے کبھی دب جاتا ہے۔ اسی سے گونہ اطمینان ہے۔ سمجھتا ہوں کہ ریاح ہی ہے ورنہ قلب پر جو حملہ حیدرآباد میں ہوا تھا، وہ تو جان لیوا ہی ہوتا۔ ایسی صورت میں ہم دونوں بھائیوں کا سفر پر روانہ ہو جانا آپ لوگ خود بتائیں کہ کس حد تک قرینِ مصلحت ہوسکتا ہے۔ حیدرآباد سے آج کل طلبی کی بھرمار ہے۔ خطوط اور تار کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ اپنے قدر افزائیوں سے زندگی اب تنگ ہوگئی ہے۔ خدا جانے میری زحمت کو وہ راحت خیال کرکے اتنا اصرار بے جا کیوں کرتے ہیں۔ لاضرر ولاضرار۔ نہ ہم کسی کے لئے زحمت ہوں نہ کوئی میرے لئے باعث زحمت ہو۔ زندگی کا صحیح دستور العمل یہی ہے۔ لیکن بہت کم اس کا خیال کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سفر کا ارادہ ہمیشہ کے لئے ملتوی کر دیا گیا ہے۔ بلکہ مقررہ تاریخ ۱۵ر نومبر تک پہونچنا اب بظاہر دشوار ہے۔ صرف اس کی اطلاع دینا مقصود ہے۔

آئندہ اپنے آنے کے پروگرام سے مطلع کروں گا۔

مناظر احسن گیلانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲۲)

مولانا المحترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کیا عرض کروں۔آپ سے اپنی ندامت اور شرمندگی کا حال کن الفاظ میں پیش کروں۔ اتفاقات بھی عجیب ہیں۔آپ حضرات کی تشریف بری کے بعد یکے بعد دیگرے صحت پر مختلف قسم کے حملے ہوتے رہے۔کبھی سینہ کا درد کبھی معدہ کی خرابی تاآنکہ اب ادھر پندرہ بیس دن سے تنفس کا قدیم مرض جس کے متعلق خیال تھا کہ ختم ہو چکا ہے۔اچانک حملہ ہو گیا۔زکام نزلہ سے ابتدا ہوئی۔

آج اپنے حال سے بہرحال آگاہ کر رہا ہوں۔آپ کے مضامین دارالعلوم اور برہان دونوں میں نظر سے گذرے ہیں عفت وعصمت والا مقالہ واقعی اب تو کتاب بن چکا ہے۔البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ جب کتابی شکل میں طبع ہونے کے لئے پریس میں آپ کی کتاب جائے تو میرے پاس بھیج دیجئے گا۔میں بطور مقدمہ اس کے شروع میں انشاءاللہ کچھ لکھ دوں گا۔بڑی مسرت اس خبر سے ہوئی کہ مدرسہ کی دیوار[1] اوپر آچکی ہے۔انشاءاللہ تعالیٰ اس اسلامی قصبہ میں آپ کی یہ یادگار باقی رہ جائے گی۔

مناظر احسن (۲۹ر دسمبر ۵۲ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲۳)

مولانائے محترم دمتم بالھناء والعافیۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔کل آپ کا نوازش نامہ بہت دنوں کے بعد موصول ہوا۔

---

[1] دارالعلوم مئو: اس کی عمارت میں جتنی محنت ہو سکتی ہے کی گئی، اور بالآخر وہ تیار ہو کر رہی۔ظفیر

میں اپنا حال کیا لکھوں۔ موسم سرما کی شدت نے میرے قدیم مرض تنفس اور دمہ کو پندرہ سولہ سال کے بعد زندہ کردیا۔ ایک ماہ کے علاج و معالجہ انجکشن وغیرہ کے بعد کچھ افاقہ کی صورت ہوئی۔ لیکن یہ افاقہ بھی دیرپا ثابت نہ ہوا۔ پندرہ سولہ روز کے بعد پھر حملہ ہوا۔ اور شدید حملہ۔ حملہ کے دنوں ایک قدم چلنا بھی ناممکن ہوجاتا ہے۔ باہری سویا کرتا تھا۔ اور چوکی لگادی گئی تھی۔ چوکی تک جانا بھی گویا پہاڑ پر جانا تھا۔ باری حق سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ہے کہ آٹھ دس روز سے زور مرض کا ٹوٹا ہے۔ اب مسجد جاتا ہوں۔ ورنہ دو ڈھائی مہینہ سے مسجد کی حاضری سے بھی محروم کردیا گیا تھا۔ اسی زمانہ میں مولانا طیب صاحب بھی تشریف فرما ہوئے۔ ان کے ساتھ مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ازہر میاں بھی تھے۔ یہ لوگ کلکتہ سیرت کے جلسہ میں جارہے تھے۔ دو دن مولانا کا قیام گیلانی میں رہا۔ آپ کے مضامین و مقالات مختلف رسائل میں جو شائع ہوتے رہتے ہیں، نظر سے گذرتے رہتے ہیں۔ داعی ہوں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ دین کی خدمت کی زیادہ سے زیادہ توفیق سے آپ کو سرفراز فرمائے۔ اب ہم لوگ تو چل چلاؤ میں ہیں۔ آئندہ آپ ہی جیسے سعادت مندوں کے ساتھ مسلمانانِ ہند کی امیدیں وابستہ ہیں۔ مجھے اس کا بے حد افسوس ہے کہ اپنی مسلسل علالت کی وجہ سے سانحہ پہونچنے کی تمنا پوری نہیں ہورہی ہے۔

آپ بجائے بہاری، دربھنگی یا ترہتی کے اپنے گاؤں کی جو نسبت آج کل ارقام فرماتے ہیں۔ پڑھنے والوں کو اس کے پڑھنے میں شدید دشواری ہوگی۔ مختصر تو مذکورہ بالا الفاظ ہی ہوسکتے تھے[1] فقط

مناظر احسن گیلانی (۲۸ مارچ ۱۹۵۲ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲۴)

۱۳ جون ۱۹۵۲ء

گرامی قدر محترم و مخدوم مولانا ظفیر الدین صاحب! ایدکم اللہ بروح منہ

---

[1] گاؤں کی طرف نسبت لکھنا میں نے بند کردی۔ ظفیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مدت کے بعد آپ کا نوازش نامہ موجب عزت افزائی ہوا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ جو صورت پیش آئی، میرے خیال میں شاید یہی مناسب تھی۔ حالی کی زبان مدت سے چلا رہی تھی کہ سہ میں ترے قابل نہیں ہوں تو میرے قابل نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ والآخرۃ خیرلک من الاولیٰ کی صورت غیب سے آپ کے سامنے آئے گی۔[1] واللہ علی مایشاء قدیر۔ اس فقیر کو ایسے زمانہ میں اپنے نیاز کا شرف بخشا۔ جب وہ اپنی افادیت کو کھو چکا تھا۔ تاہم ممکنہ حد تک باز نہ آئے گا۔ مولانا طیب صاحب کو بھی انشاء اللہ توجہ دلاؤں گا اور بھی جو احباب ہیں۔ آپ ضرور حسب وعدہ تشریف لائیں۔ رمضان المبارک سے پہلے درد سینہ کہئے یا مرض وجع الفواد کا ایک شدید حملہ پھر ہوگیا تھا لیکن "الموت جنۃ للموت" وقت سے پہلے وہ آنے سے رہی۔ فقط والداعی لفضل الحکم

مناظر احسن گیلانی

(۳۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدی ! دمتم بالصلاح والعافیۃ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ وصل مکتوبکم الکریم وورد قبلہ مکاتیب شتی ولکن کنت لشیٔ رقیبا۔ لقد قرأت فی بعض الجرائد الیومیۃ ان فی بہار کتاب جدید (اسلامی اسکول) وھناک یریدون اسناذ التعلیم الدینیات۔ فقدمت الیھم معروضۃ من تلقائکم والمتولی الذی بیدہ الحل والعقد قد اخبرنی انہ انشاء اللہ سیسعی فی امرہ ھذا ولکن ما جاء الجواب وما ادری ما قصوابہ۔ وھذا الذی عاقنی کنت منتظرا وارجو انشاء اللہ تعالیٰ انہ سیکون الامر علی ما تشتھی۔

اور ہر طرح خیریت ہے۔ طبیعت البتہ بگڑتی سنبھلتی رہی۔ آپ کی کتاب کی نظر ثانی کی صورت کیا ہوگی۔ فقط

مناظر احسن گیلانی

(۲۰ جولائی ۱۹۵۳ء)

---

[1] حضرت والا کی یہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲۶)

۵ ستمبر ۱۹۵۳ء

مولانائے محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا نوازش نامہ بھی آیا تھا، اور اس سے پہلے آپ کی کتاب کا مسودہ مولانا غنی دے گئے تھے میں نے خاص طور پر مسلسل تین چار دن آپ کے مسودہ کو بغور دیکھا اور مناسب مقامات پر کچھ ضرورت اگر محسوس ہوئی، تو حسب اجازت رد و بدل بھی کر دیا۔ البتہ آخر میں کچھ ایسا پتہ چلا کہ بعض مضامین اور شواہد کے پیش کرنے میں اعادہ و تکرار کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ میں نے مطالعہ کو روک کر چاہا کہ آپ کو اطلاع دوں، لیکن اب یاد نہیں آتا کہ دوسرے خطوط کے ساتھ آپ کو بھی خط لکھا یا نہیں۔ جواب آپ کا نہیں آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً میں نے آپ کو خط لکھا ہی نہیں یا لکھا تو وہ پہونچا نہیں۔ بہرحال مسودہ آپ کا رکھا ہوا ہے۔ آپ اس کو منگوالیں۔ "المستشار موتمن" کے لحاظ سے جہاں تک اس فقیر سے ممکن ہو سکا ہے ایتمان کا حق اپنے نزدیک ادا کر دیا ہے۔ ضروری نہیں کہ آپ کے لئے میرا یہ مشورہ قابل قبول ہو۔ جو پسند آئے اسے قبول فرمائیے اور جو نہ آئے اسے رد فرما دیجئے۔ چند دن ہوئے مونگیر سے خبر کیا خوشخبری تھی کہ عزیز مولوی یحییٰ سلمہٗ کے یہاں ولادت ہوئی۔ آپ کے متولی صاحب اپنے حال میں ہوں اور آپ مناسب خیال فرمائیں تو فقیر کی طرف سے پوتی کی مبارکبادی عرض کر دیجئے۔ فقط

مناظر احسن گیلانی

ھل وصل الیکم مکتوب من لہاد؟ ان ھولاء یقطعون الامر من قبل ثم بعد ذلک یعلمون انما یریدون، ان یخدعوا الناس فویل لہم ثم ویل لہم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲۷)

مولانا محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کے اس خط سے پہلے ایک عریضہ فقیر ارسال کر چکا ہے جس میں مسودہ کے متعلق لکھ

چکا ہوں۔ جہاں تک دیکھنا مناسب تھا دیکھ لیا گیا ہے۔ آخر میں کچھ ایسا تھا جس کے متعلق خاکسار نے مشورہ دیا ہے کہ آپ خود نظر ثانی کریں تو اچھا ہے۔ روز انتظار آپ کے ان مولوی صاحب کا کر رہا ہوں جو کتاب دے گئے تھے۔ ممکن ہے امروز و فردا میں آجائیں۔ آپ کے حالات کا علم ہو۔ جب کبھی موقع ہے ضرور تشریف لائیے۔ مولوی شاہ محمد یحییٰ سلمہ سے سلام مسنون کہہ دیجئے۔

مناظر احسن گیلانی (۱۲ ستمبر ۱۹۵۲ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲۸)

۳۰ جولائی گیلانی (بہار)

گرامی قدر حبی و محبی للہ مولانا ظفیر الدین زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی آپ کا عنایت نامہ موجب مسرت ہوا۔ کافی یاس و قنوط کے بعد اعزہ و احباب کو خدا کا شکر ہے اس فقیر کی واپسی الی الحیوٰۃ الدنیا پر مسرت ہوئی۔ ان کی اس خوشی میں میں بھی ساتھ نہ دوں۔ تو کیا کروں۔

شکر ہے کہ آپ کی قلمی جولانیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ دارالعلوم و برہان[1] میں مقالات بستر علالت پر نظر سے گذرے۔ کتاب "عفت و عصمت" کی طباعت کی خبر سے بھی مسرت ہوئی البتہ اس سے تردد ضرور رہا کہ آپ کی صحت بھی متاثر ہو رہی ہے۔ یہ قلمی جد و جہد لوگوں کی نظروں میں سکون کی حالت ہے لیکن جس پر گذرتی ہے وہی جانتا ہے کہ انجر پنجر کس طرح ڈھیلے پڑتے چلے جاتے ہیں۔ فقط

مناظر احسن گیلانی

---

[1] رسالہ دارالعلوم دیوبند۔ اور رسالہ برہان دہلی۔ ظفیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۲۹)

۱؍ستمبر ۱۹۵۴ء گیلانی (بہار)

مولانا سلمہٗ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط جس میں اپنے آشوبِ چشم کی مصیبت کا ذکر فرمایا ہے ملا اور دل کو اس نے تشویش میں ڈال دیا۔ دعا کرتا ہوں کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ شفاءِ عاجل فرمائے۔ آپ جس شغل میں ہیں سارا دار و مدار اس کا آنکھوں ہی پر ہے۔ آپ کا مضمون دار العلوم والا واقعی اس قابل تھا کہ بکثرت عام مسلمانوں میں پھیلے۔ کل بھی بمبئی سے ایک پرچہ "البلاغ" میں اس کی ایک قسط نظر سے گذری یہ حجاج کا پرچہ ہے غالباً آپ تک بھی پہونچا ہوگا۔ "نظامِ عصمت وعفت" کے متعلق مولانا عتیق الرحمٰن صاحب کو میں بھی لکھتا ہوں۔ آج کل کتب فروشوں کی حالت بہت زبوں ہے بے چارے بہت پریشان ہیں۔ گھر میں بھی ان کی اہلیہ طویل علالت کا شکار ہوگئی ہیں۔ حال ہی میں ان کا خط آیا تھا۔ اپنا حال کیا لکھوں۔ یوں گیلانی آگیا ہوں لیکن دوا اور پرہیز کا سلسلہ ہنوز پوری قوت کے ساتھ جاری ہے۔ کچھ نہ کچھ شکایت کسی نہ کسی بات کی رہتی ہے۔ اب وقت بھی اپنا آخر ہے۔ یہ قصے تو رہیں گے۔

عزیز محترم مولانا سید شاہ محمد یحییٰ[1] صاحب کو سلام فرما دیجئے۔ آج کل یہاں رحمت اللہ[2] گیلانی آئے ہوئے ہیں۔ خیال ہے کہ کچھ ابتدائی انگریزی پڑھوا کر ان کو اسکول میں داخل کر دیا جائے جس کے ہیڈ ماسٹر صلاح الدین سلمہٗ ہیں۔

مناظر احسن گیلانی

---

[1] حضرت مولانا کے چھوٹے بھانجے اور حضرت مولانا لطف اللہ کے چھوٹے صاحبزادے۔ ظفیر

[2] حضرت مولانا کے بھتیجے اور داماد۔ ظفیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفکرِ ملت حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانیؒ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں نے دورۂ حدیث کی تکمیل ۱۳۶۲/۱۹۴۴ء میں کی۔ اس کے بعد علمی تشنگی کی سیرابی کے لئے مختلف علماء کی طرف رجوع کیا۔ ان میں حضرت مفتی صاحب مرحوم بھی تھے۔ انہوں نے ندوۃ المصنفین دہلی قائم کیا تھا۔ اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کر چکے تھے۔ میں بھی اس کے معاونین میں داخل ہو گیا۔ رسالہ برہان دہلی اور ادارہ کی کتاب منگوانے لگا۔ خیال تھا کہ شاید ندوۃ المصنفین کوئی شعبہ نوجوانوں کی تربیت اور تحقیق و تصنیف کا بھی کھولے۔ مفتی صاحب نے لکھا بھی کہ اس شعبہ کے کھولنے کا ارادہ ہے۔

بس یہاں سے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میری خط و کتابت شروع ہوئی۔ حالانکہ کبھی کی دید و شنید اور ملنا جلنا نہیں تھا۔ سب غائبانہ معاملہ تھا، کوئی شبہ نہیں کہ مفتی صاحب نے بھی خاکسار کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیا جیسا کہ ان کے خطوط سے ظاہر ہے۔

میں نے جب اپنی پہلی کتاب نظامِ مساجد مکمل کر لی تو اس کی طباعت کا دھیان ستانے لگا۔ حضرت مولانا گیلانیؒ کے مشورہ سے جہاں اور علماء کو لکھا مفتی صاحب کو بھی لکھا۔ حضرت مفتی صاحب نے اس موقع سے جیسی ہمت بندھائی، وہ ان کا ہی حصہ تھا۔ پہلے اس کتاب کے ابواب کو رسالہ برہان دہلی میں کئی قسطوں میں شائع فرمایا۔ پھر اس کی طباعت کی ذمہ داری بھی قبول فرمائی۔ اور کتاب چھاپ کر مجھے مصنفین کی شاہراہ پر ڈال دیا۔

یہی معاملہ نظام عفت کے ساتھ بھی فرمایا۔ میری یہ دونوں کتابیں جب چھپ چکیں تو اس کے بعد کلکتہ میں آل انڈیا جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس تھا اس میں خاکسار بھی شریک ہوا۔ اسی اجلاس

کے موقع سے پہلی دفعہ مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اور یہ بھی مولانا محمد یحییٰ صاحب ندوی کی سعی سے ہوئی۔ پھر اسی اجلاس کے موقع سے بعد اجلاس مولانا اکبرآبادی سے پہلی ملاقات ہوئی۔ جہاں موصوف مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل تھے۔

قدرت جب سانحہ ضلع مونگیر سے ۱۳۷۶ھ میں دارالعلوم دیوبند کھینچ لائی تو مفتی صاحب سے ملنے ملانے کا راستہ کھل گیا۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے ذہین، دوراندیش اور معاملہ فہم تھے۔ مجلس شوریٰ کے رکن تھے، اور خاکسار کے بہی خواہ۔ دہلی پہلی دفعہ مولانا محمد یحییٰ ندوی لے گئے تو مفتی صاحب نے باصرار ندوۃ المصنفین میں قیام کا حکم دیا۔ اور تین دنوں تک ہم دونوں کی بڑی اچھی میزبانی فرمائی۔ اس کے بعد جب کبھی دہلی جانا ہوا ندوۃ میں ہی قیام کیا۔ کیونکہ مفتی صاحب کا یہی حکم تھا۔

ندوۃ المصنفین میں کئی کئی نوکر رہا کرتے تھے، مگر میں نے دیکھا کہ گھر سے کھانا ہم لوگوں کے لئے خود لاتے، اور بیٹھ کر کھلاتے، خود نہ بھی کھاتے تو بھی دسترخوان پر بیٹھے رہتے۔ اور مہمانوں کو کھلاتے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میرے ساتھ مولانا بدرالحسن قاسمی بھی ندوہ میں مقیم تھے۔ شام میں بدرالحسن رات کا کھانا کھلانے مجھے بھی کریم ہوٹل لے گئے اور ہم دونوں نے وہاں کھانا کھالیا۔ وہاں سے واپس ہوئے تو دیکھا حضرت مفتی صاحب تشریف فرما ہیں۔ کھانے کے تذکرہ پر مولانا بدرالحسن نے بتایا کہ ہم لوگ ہوٹل سے کھا آئے۔ مفتی صاحب مسکرائے۔ فرمایا جی ہاں کریم ہوٹل کا کھانا مشہور ہے۔ اچھا کیا کہ وہاں جاکر کھانے کا مزہ چکھ لیا۔ مفتی صاحب نے مولوی بدرسلمہ کو اشارہ سے بلایا۔ دیکھا کہ مفتی صاحب نے ہاتھ میں بیس روپے کا نوٹ لے رکھا ہے۔ فرمایا مولوی صاحب! اسے قبول کریں۔ ان کو تامل ہوا۔ مگر جب باربار اصرار ہوا تو میں نے کہا بھائی لے لو تاکہ مفتی صاحب کو تکلیف نہ ہو۔ اس نے ہنستے ہوئے لے لیا۔ اب ایسے باوضع کہاں رہے۔

مفتی صاحب بڑے باوضع تھے، زندگی بھر تعلقات کو نباہنا جانتے تھے اور خاکسار کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ اب ایسے باوضع علماء بہت کم ملتے ہیں مگر کوئی نیا اہل علم ندوہ آجاتا اور خاکسار موجود ہوتا تو میرے تعارف میں ایسے بلند و وقیع کلمات فرماتے تھے کہ میری گردن شرم سے جھک جاتی تھی۔ نوراللہ مرقدہ۔

بات لمبی ہوجائے گی اس لئے اگلی باتیں چھوڑتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں آپ کے مکاتیب

کا مطالعہ کریں۔ اور ان سے محظوظ ہوں۔ اور دیکھیں ایک اجنبی طالب العلم سے کیسا تعلق رکھتے تھے۔

حضرت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مفتی عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی، پہلے یہیں مدرس عربی ہوئے۔ یہیں افتاء کی مشق کی، بعد میں جب محدث العصر حضرت کشمیری رحمہ اللہ ڈابھیل منتقل ہو گئے، آپ بھی اس قافلہ میں شریک تھے جو حضرت شاہ صاحب کے ساتھ ڈابھیل گیا۔ ڈابھیل میں آپ نے تدریسی خدمات کے ساتھ افتاء کی خدمت بھی انجام دی جس زمانہ میں نمک کی تحریک چل رہی تھی آپ نے اس کی حمایت میں فتویٰ دیا۔ اس پر ارباب مدرسہ نے پابندی عائد کی تو مدرسہ چھوڑ کر ملازمت سے کنارہ کش ہو گئے، کلکتہ جاکر درس قرآن دینے لگے۔ ۱۹۳۸ء میں ندوۃ المصنفین قائم کیا۔ رسالہ برہان نکالا۔ آخر عمر میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ اور اسی بیماری میں آپ نے ۱۰ شعبان ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۲ مئی ۱۹۸۴ء وفات پائی، رحمہ اللہ تعالیٰ اور درگاہ شاہ ولی اللہ میں دفن کیے گئے۔

آپ کے حالات کے لئے برہان دہلی کا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی نمبر[1] مطالعہ فرمائیں۔ اس میں ایک مقالہ خاکسار کا بھی شریک اشاعت ہے۔

طالب دعاء

محمد ظفیر الدین غفرلہ

مفتی دارالعلوم دیوبند

---

[1] مفتی صاحب ۱۹۰۱ء/۱۳۱۹ھ میں پیدا ہوئے، تاریخی نام ظفر الحق تھا۔ آپ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی کے بڑے صاحبزادہ تھے۔ ۱۹۲۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی، امتحانات میں اول آئے، حضرت کشمیری کے مخصوص شاگردوں میں تھے۔ پہلے دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کی خدمت انجام دی۔ پھر حضرت شاہ صاحب کے ساتھ ڈابھیل گئے اور وہاں پانچ سال علیا کے مدرس اور مفتی رہے۔

(۱)

برادرمکرم دام مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کرم نامہ دو تین ہفتے ہوئے موصول ہوا تھا۔ جواب میں تاخیر ہوگئی۔ آپ کے ذوقِ علمی اور شوق تحریر کا حال معلوم ہوکر دلی مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی صلاحیتوں سے ملت کو استفادہ کا موقع مرحمت فرمائے۔ ایسے ہی ناسازگار حالات ہوتے ہیں، جن سے مسلسل ٹکرانے سے بڑے بڑے ولولے سرد ہوجاتے ہیں۔ اور ابھرنے والی امنگوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ دلی آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ اور ان کی تکمیل کے لئے کوئی راہ کھل جائے۔

جہاں تک ندوۃ المصنفین[1] کا تعلق ہے۔ یہاں سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ ہم چند کارکن ہیں۔ اور ہر ایک اپنے کام میں اس طرح غرق رہتا ہے کہ ان کو سر اٹھانے کی فرصت نہیں ملتی۔ پھر کرایہ کا مکان تنگ اور ناکافی جگہ۔ خود رفقاء ادارہ کے لئے دفتر میں قیام کی گنجائش نہیں۔ سب جدا جدا رہتے ہیں۔ طعام کا بھی کوئی مشترک بندوبست نہیں۔ جنگ کی ہولناکیوں سے چھٹکارا ہو تو بہت سی تجویزیں زیرِ غور ہیں۔ جو انشاء اللہ بہت جلد عملی صورت میں سامنے آسکتی ہیں۔ بہت سے فضلائے دیوبند جو تالیف و تصنیف کے کام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ ندوۃ المصنفین میں قیام کے خواہش مند ہیں۔ لیکن سر دست کوئی انتظام نہیں۔ خیال ضرور ہے۔ آپ ازراہ کرم دو تین مہینے کے بعد پھر یاددہانی کا ایک خط تحریر فرمائیں۔

ایک لائن مولوی فاضل کی بھی ہے۔ یہاں فتح پوری[2] میں داخل ہوکر تیاری کی جائے۔ وہیں قیام رہے۔ اسی کے ساتھ کچھ یہ مشغلہ بھی ہو۔ لیکن فتح پوری سے جو وظیفہ ملتا ہے وہ برائے نام ہی ہوتا ہے۔ بہرحال یہ چیز غور طلب ہے۔

عتیق الرحمٰن عثمانی

ندوۃ المصنفین دہلی قرول باغ

۲ر ستمبر ۱۹۴۲ء ۱۲ر رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ

---

[1] یہ ادارہ ۱۹۳۸ء میں مفتی صاحب کی محنتوں اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کے تعاون سے قائم ہوا۔ اس کے ایک رکن مولانا سعید احمد اکبرآبادی بھی رہے، رسالہ برہان کی ادارت تا زندگی ان کے ہی سپرد رہی۔ ظفیر

[2] مدرسہ فتح پوری دہلی۔

(۲)

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ مع مضمون ملا۔ برہان کی ترتیب کا تعلق اب تمامتر مولانا سعید احمد ایم اے اکبرآبادی سے ہے۔ آپ کا مضمون ان کو دے دیا جائے گا۔ اور میں سفارش بھی کردوں گا۔ مجھے ادارے کے اوپر کے کاموں سے سر اٹھانے کی فرصت نہیں ہے۔ تاہم مناسب مشورے کے لئے ہروقت حاضر ہوں۔ یہ معلوم ہوکر مسرت ہوئی کہ مضمون نویسی سے آپ کو خاص لگاؤ ہے۔ وقت کی ضرورتوں اور ملت کے تقاضوں کے لحاظ سے ہمارے فضلاء میں یہ بہت بڑی کمی ہے۔ ندوۃ المصنفین اسی کمی کو پورا کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ جگہ کا بندوبست ہوجائے تو ہمارا ارادہ جلد سے جلد ایک ایسا شعبہ قائم کرنے کا ہے جس میں فارغ شدہ علماء کو انگریزی زبان پڑھائی جائے۔ اور تقریر وتحریر کی مشق کرائی جائے اور اخذ واستنباط کے جدید طریقے سکھائے جائیں۔

آپ جیسے بہت سے احباب اپنے حلقے میں موجود ہیں۔ جن میں کام کرنے کی امنگ بھی ہے۔ اور صلاحیت بھی۔ مگر ان کے لئے کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں وہ اس لائن پر کام کریں۔ فقط والسلام

عتیق الرحمن عثمانی

ندوۃ المصنفین دہلی قرول باغ

۲راپریل ۴۶ء

(۳)

مخلص مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ ملا تھا۔ چند ہفتوں سے گھر کی علالتوں اور الجھنوں میں اس طرح پھنسا ہوا تھا کہ ارادہ کے باوجود گرامی نامے کا جواب نہیں لکھ سکا۔ شعبہ متعلقہ[1] کے قیام کا برابر خیال ہے۔ تاہم دہلی جیسے شہر میں کسی جدید کام کی ابتداء اس زمانے میں سہل نہیں۔

"احکام مساجد" پر ایک رسالہ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کا بھی ہے۔ اسے دیکھ لیجئے گا۔ کتاب کی ترتیب[2] دل پذیر اور جدت آمیز ہونی چاہئے۔ تاکہ جدید تعلیم کے احباب بھی اس کا مطالعہ کر سکیں۔ مساجد کی اجتماعی اہمیت پر بحث ضروری ہے اور یہ کہ اس زمانے میں امام مسجد کس حیثیت کا ہونا چاہئے۔ شریعت میں اس منصب کی کیا اہمیت ہے۔ عہد مشہود لہا بالخیر میں مساجد سے کیا کام لیا جاتا تھا۔ مساجد کا قدرتی اجتماع کس قدر نتیجہ خیز ہو سکتا ہے۔ یہ اور اس طرح بہت عنوانات ہیں، جن پر مختصر اور جدید انداز میں کلام کی ضرورت ہے۔

"تذکرہ مصنفین" بہت مفید کام ہے ضرور کیجئے۔ تذکرے تو کتنے ہی لکھے گئے ہیں لیکن درس نظامی کے مصنفوں کی ترتیب کے پیش نظر کوئی قابل ذکر کتاب اس موضوع پر غالباً نہیں لکھی گئی۔ اس سلسلہ میں آپ کو مختلف کتابوں سے مدد لینی ہوگی۔

فہرست قواعد و مطبوعات بھیجی جارہی ہے۔ مضمون کے متعلق مولانا سعید احمد سے معلوم کر کے لکھ سکوں گا۔ فقط والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

ندوۃ المصنفین دہلی، قرول باغ

۲۹ر اپریل ۱۹۴۶ء

---

[1] جس میں نوجوان علماء کو رکھ کر تصنیف و تمرین کرائی جائے۔ یہ شعبہ قائم نہیں ہو سکا۔ ظفیر

[2] اسلام کا نظام مساجد نام سے یہ کتاب ۱۹۵۰ء میں ندوۃ المصنفین سے شائع ہوئی۔

(۴)

مخلص مکرم جناب مولوی ظفیر الدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ ملا، "نظام مساجد" کی تکمیل سے مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مقبول اور نافع فرمائے۔ ترتیب مضامین اور زبان کے لحاظ سے قاضی زین العابدین محلہ اندرکوٹ میرٹھ شہر کی نظر ثانی مفید رہے گی۔ میرے حوالہ سے ان کو لکھئے اور حق المحنت بھی طے کر لیجئے۔ میٹریل (مواد) کے پیش نظر مولانا محمد ادریس ادارہ شرقیہ جامع مسجد دہلی کی نظر ثانی بہتر رہے گی۔ ان سے بھی خط وکتابت کیجئے۔ یہ دونوں بھی کسی نہ کسی درجہ میں ندوۃ المصنفین سے بھی وابستہ ہیں۔ رفقائے خاص میں کسی کو فرصت نہیں۔ یوں معمولی مشورہ کے لئے ہم سب حاضر ہیں۔ خلافت راشدہ کے سائز پر ۲۵۰ صفحات کی کتاب کی لاگت (اگر صرف ایک ہزار چھپے) تو ۷۵۰ آئے گی۔ مولانا عبدالحفیظؒ صاحب مرحوم کی تالیف کے جب تک صفحات متعین نہ ہوں۔ لاگت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ایک بات البتہ طے شدہ ہے کہ برہان سائز کی لاگت خلافت راشدہ والے سائز سے بہت معمولی ہے۔ والسلام

عتیق الرحمٰن

۱۷ر جولائی ۴۷ء

(۵)

مخلص مکرم جناب مولوی ظفیر الدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کرم نامہ ملا۔ یادآوری کا دلی شکریہ۔ الحمد للہ ہم سب زندہ سلامت ہیں۔ اور قرول باغ میں جو کچھ گذر چکا ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے زندہ بچ نکلنا ہی حق تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔ مطبوعات کا تمام قابل ذکر ذخیرہ خاکستر ہو چکا ہے۔ کچھ حصہ جو دفتر میں رہتا تھا ضرور بچا ہے

لہ تلمیذ شیخ الہند ضلع دربھنگہ کے رہنے والے تھے، ان کی ایک کتاب ان کے لڑکے دلارے میاں (انیس الرحمٰن) چھپوا ناچاہتے تھے۔

لہ ۱۵ راگست ۱۹۴۷ء کو ملک کی آزادی کا اعلان ہوا۔ اس کے متابعد دہلی کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی اور ان کا قتل عام شروع ہو گیا۔ ندوۃ المصنفین دہلی کا سرمایہ خاکستر کر دیا گیا۔

بعض کتابیں جو پریس میں تھیں، اگر وہ تیار ہوگئیں تو وہ بھی بچ گئیں۔ کوشش یہی ہے کہ "برہان" جنوری سے جاری ہوجائے۔ لیکن دہلی کی فضا میں آثار سکون کے بعد پھر تلاطم سا معلوم ہوتا ہے۔ ادھر اجڑے اور لٹے ہوئے کام کے سرے ملانا بھی کچھ ایسا سہل نہیں ہے۔ اس لئے ہوسکتا ہے جنوری کے بجائے فروری سے اشاعت شروع ہو۔

آپ ازراہِ کرم جنوری کے پہلے ہفتے میں ایک خط اور تحریر فرمائیں۔ کتابیں روانہ کرنے کا بندوبست اس وقت ہوسکے گا۔ "ناحضر" سے پہلو تہی نہیں کی جائے گی۔ ممبری کی بقیہ فیس جب جی چاہے بھیج دیجئے۔ فیض الباری کا نسخہ مہیا کردیا جائے گا۔ ۱۶ روپے قیمت ہے۔ والسلام

عتیق الرحمان عثمانی

۲۱ر دسمبر ۱۹۴۷ء

(۶)

مخلصم و مکرم جناب مولوی ظفیرالدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ ملا تھا۔ جواب میں تاخیر ہوگئی۔ کتاب (نظام المساجد) کی تکمیل سے مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنت ٹھکانے لگائے۔ اور کتاب جلد طبع ہوجائے۔

ندوۃ المصنفین کے کاموں کا شیرازہ ابھی تک بکھرا ہوا ہے۔ اس کی اپنی ایسی بہت سی مطبوعات ناپید ہیں۔ جن پر ادارے کی بقاء کا مدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک ۱۹۴۸ء اور ۱۹۴۹ء کی کتابیں بھی شائع نہیں ہوسکیں۔ بحالت موجودہ آپ کی گرانقدر تالیف کی اشاعت کی یہاں سے کوئی صورت نہیں ہے۔ البتہ وقت کی ضرورت کے لحاظ سے آپ اس[۱] کا کوئی باب "برہان" میں شائع کرنے کے لئے دے سکتے ہیں۔ والسلام

عتیق الرحمان عثمانی

ندوۃ المصنفین دہلی

۳۰ر مئی ۱۹۴۹ء دوشنبہ

---

[۱] نظام مساجد کا کوئی باب مطلوب تھا۔ وہ شائع ہوا۔

(۷)

مکرمی! السلام علیکم

کرم نامہ ملا تھا۔ مضمون انشاء اللہ اگست کے برہان میں شریک اشاعت ہوگا۔ ابھی مسودے پر نظر نہیں ڈال سکا۔ بشرط فرصت دیکھوں گا۔ خدا کرے آپ کی محنت مثمر ہو۔ اور مسلمانوں کو اس سے نفع پہونچے۔ مسودے کی اگلی قسط بھی بھیج دیجئے۔ پورا مضمون سامنے ہوتا ہے تو اشاعت کے لئے توازن قائم کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ اس نازک اور مشکل وقت میں جو کام بن آئے غنیمت ہے۔ بسا ایسا ہوتا ہے کہ سروسامان کے انتظار میں اصل کام ہی رہ جاتا ہے۔ بہت اچھا ہوا کہ ایک مفید علمی اور اصلاحی خدمت سامنے آگئی۔ والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

دفتر برہان دہلی اردو بازار

۴ رمضان ۶۸ھ شنبہ۔ ۲ر جولائی ۴۹ء

(۸)

مورخہ ۱۔ ۸۔ ۴۹ء

مخلصم ومکرم جناب مولوی ظفیر الدین صاحب السلام علیکم

گرامی نامہ پہونچا تھا۔ بہت اچھا ہوا۔ کتاب کا مسودہ[۱] مولانا گیلانی کی نظر سے گذر گیا۔ موصوف نے خدمت[۲] بھی ایک اچھی سپرد کی ہے۔ اس کام کے لئے آپ کو تاریخ مکہ، وفاء الوفا سمہودی (تاریخ مدینہ منورہ) اردو میں اخبار الاندلس اور آثار الصنادید۔ بڑی کتابوں میں خطیب بغدادی کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ان کتابوں میں مختلف ممالک کی مساجد کے بکھرے حالات ملیں گے۔ بہرحال کام شروع کیجئے۔ قدرت مدد کرے گی۔ یہاں بفضلہ تعالیٰ خیریت ہے۔ قسط ثانی غالباً زیر نظر ہوگی؟ والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی ندوۃ المصنفین دہلی

---

[۱] کتاب سے مراد: اسلام کا نظام مساجد [۲] تاریخ مساجد کا کام

(۹)

مولانائے محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کرم نامہ ملا۔ مضمون کی دوسری قسط پہونچ گئی تھی جو ستمبر کے برہان میں دے دی گئی ہے۔ میں نے ایک مفصل خط آپ کو مکان کے پتہ پر لکھا تھا جو شاید آپ کو نہیں ملا۔ الحمدللہ بخیریت ہوں آپ کے لئے اور آپ کے مقاصد کے لئے دعا گو ہوں۔ حالات جیسے کچھ ہیں ظاہر ہیں۔ پوری قوم انتشار دماغی میں مبتلا ہے۔ عام مایوسی اور جمود کا دور دورہ ہے۔ ایسے نازک اور مشکل وقت میں برہان جیسے علمی رسالے کا زندہ رہ جانا بسا غنیمت ہے۔

میں غالباً ۱۲ ستمبر تک حجاز کے لئے یہاں سے روانہ ہوں گا۔ والسلام

عتیق الرحمن عثمانی

۲ ستمبر ۴۹ء۔ ندوۃ المصنفین دہلی

(۱۰)

دوشنبہ مکتوب ۱۹۳ مورخہ ۱۸ مئی ۵۰ء

مخلصم ومکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہونچا تھا۔ بارہا خط لکھنے کا ارادہ کیا لیکن غیر معمولی مشغولیتیں مانع رہیں۔ اس کے باوجود معترف ہوں کہ کوتاہی بہر حال کوتاہی ہے۔

مضمون بھی پہنچ گیا تھا۔ جو جون کے برہان میں آرہا ہے۔ ازراہِ تعلق سفر حجاز میں بھی متعدد مرتبہ آپ کا خیال آیا۔ ماشاء اللہ آپ کا قلم شدہ شدہ پختہ سے پختہ تر ہوتا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے وجود کو ملت کے لئے نافع بنائے۔

قنوت نازلہ کے متعلق تفصیلی گفتگو تو زبانی ہی ہو سکتی ہے۔ خلاصہ بہر حال آپ کے ہی دماغ میں ہے۔ احناف کے سب سے بڑے ترجمان امام طحاوی اس کے قائل ہیں کہ قنوت نازلہ تمام جہری نمازوں میں نہیں۔ صرف فجر کی نماز میں پڑھی جائے گی۔ اور اس کو امام ابی حنیفہ کا مسلک قرار دیتے ہیں۔ الفاظ قنوت مختلف حدیثوں میں ملتے ہیں۔ آپ جن الفاظ کو موجودہ حوادث اور اسلام کی عام تعلیمات کے زیادہ قریب خیال کرتے ہیں منتخب کر لیجئے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، ذہن ادھر ہی جاتا ہے کہ قنوت نازلہ صرف اس وقت پڑھنی چاہئے کہ مسلمانوں کا کوئی طائفہ دشمن کے مقابلہ میں مصروف قتال ہو اور دشمنوں کے نرغے میں گھر گیا ہو۔ ہاتھ باندھنا میرا بھی معمول نہیں ہے۔ قنوت میں ہاتھ باندھنا مجھے تو خلاف سنت معلوم ہوتا ہے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کے ساتھ اگر کچھ مزید دعائیں بھی کسی وجہ سے پڑھی جائیں تو ان میں ہاتھ باندھنے کا کیا مطلب ہے۔ اس مسئلہ میں بعض بزرگوں کو بھی غلط فہمی ہوئی ہے۔ اور اور انھوں نے اسے امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے مشہور و معروف اختلاف کے سلسلے میں منسلک کر دیا ہے۔ حالانکہ قنوت کی دعا سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ہاتھ چھوڑ کر پھر قنوت کے لئے باندھنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ فقط والسلام۔ عتیق الرحمٰن عثمانی

حضرت والد ماجد[۱] کا بھی یہی مسلک تھا۔

---

[۱] عارف باللہ مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندی اولین مفتی دار العلوم دیوبند

(۱۱)

مخلص مکرم مولوی ظفیرالدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کرم نامے نے نوازا۔ میں رمضان المبارک میں علیل ہوگیا تھا۔ عید کے بعد کچھ سفر پیش آگئے۔ معذرت خواہ ہوں۔ حالات فی الحقیقت تاریک ہیں۔ روشنی کی کوئی کرن دور بھی نظر نہیں آتی۔ پھر اردو کتابوں کی اشاعت کا معاملہ تو بالکل ہی الجھ کر رہ گیا ہے۔ نظام مساجد جیسی علمی کتاب پر اس وقت کون مکتبہ رقم صرف کرسکتا ہے۔ بہرحال آپ مسودہ بھیج دیں۔ کوئی صورت بن پڑی تو اپنے ہی یہاں سے اشاعت کا بندوبست کیا جائے گا۔ تاریخ مساجد[۱] کا بھی کام کر ڈالئے۔ جو کام آپ کے اختیار کا ہے وہ تو ہوجائے۔ "نبی اور اکابر امت کے مصائب" کا کوئی ٹکڑا برہان کے لئے ارسال فرمائیے۔ آپ کے لئے اور آپ کے عزائم کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ معلوم نہیں میرا قنوت نازلہ والا خط آپ کو مل بھی گیا تھا؟ "مساجد کی اہمیت اسلام میں" برہان کے لئے ضرور دیجئے۔ نظام مساجد کا حجم کتنا ہے کس تقطیع پر شائع کرنے کا خیال ہے۔ خدا کرے یہ کتاب وجود پذیر ہوجائے۔

والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

ندوۃ المصنفین اردو بازار دہلی

۲۳ر اگست ۱۹۵۰ء یکشنبہ

(۱۲)

مخلص مکرم مولوی محمد ظفیرالدین صاحب ادام مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عنایت نامہ پہونچا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد مضمون پہونچا۔ آپ کے طلب فرمودہ پرچے روانہ کردیئے گئے ہیں۔ خدا کرے "نظام مساجد" کی اشاعت کا جلد کوئی سروسامان ہوجائے۔ مجھے اس کا بہت خیال ہے۔ مسودہ جلد پہونچنے کی فکر کیجئے۔ جہاں جہاں مناسب اختصار ہوسکتا ہو، ہوجانا چاہئے۔ کسی جگہ بیان کا کوئی حصہ مکرر نظر آوے تو اس کو حذف کردینا بہتر ہے۔ مقصد یہ ہے

---

[۱] اس کا مسودہ ایک انقلاب کے نذر ہوگیا۔ اس کا ایک حصہ ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔

کہ کتاب کا انداز بیان بھرپور بھی ہو۔ اور جامع و مختصر بھی۔ تصنیف و تالیف کی نزاکتوں سے آپ بخوبی واقف ہیں۔

استفسار کا مختصر جواب یہ ہے "جلکر" کی وہ صورت جسے فقہاء "بیع السمک فی الماء" سے تعبیر کرتے ہیں ظاہر ہے اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔ البتہ یہ بھی ظاہر ہے کہ بیع فاسد مفید ملک ہے۔ اور چونکہ یہاں معاملہ مدرسہ کا ہے کسی کی ذات کا نہیں ہے۔ اس لئے بیع فاسد سے حاصل شدہ رقم ضروریات مدرسہ پر خرچ کی جا سکتی ہے۔ یہ رقم اگر کسی کی شخصی ملک نہیں ہوتی تو اس کا صدقہ کر دینا ضروری ہوتا۔ یہاں خود مدرسہ تصدق کا بہت اچھا مصرف موجود ہے۔ نفس عقد کے جواز کے لئے اصل معاملے میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ مثلاً تالاب کو اجارے پر دے دینا۔ اب اجارہ پر لینے والا خواہ اس سے مچھلیاں حاصل کرے یا سنگھاڑے کی بیل ڈالے، یا کوئی اور کام کرے۔ نفس عقد میں تھوڑی سی ترمیم اور رد و بدل کے بعد جواز کی صورت نکل سکتی ہے لیکن اس کے لئے بالمشافہ گفتگو کی ضرورت ہے۔ فتویٰ کی حیثیت میں ان کو سامنے نہیں رکھا جا سکتا۔ اکتوبر کے برہان میں آپ کا مضمون شائع ہو رہا ہے۔ والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

۱۴ اکتوبر ۵۰ء

(۱۳)

مخلصم و مکرم جناب مولوی ظفیر الدین صاحب دام مجدہم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسودہ[1] پہونچ گیا۔ خدا کرے یہ کتاب جلد زیور طبع سے آراستہ ہو کر وجود میں آجائے۔ اس طرح کی کتابوں کی اشاعت کے لئے یہ وقت خاص طور پر نہایت سنگین ہے۔ پھر بھی اصلاحی سنجیدہ لٹریچر بہرحال وجود میں آنا چاہیئے۔ مولانا مناظر احسن صاحب مدظلہم سے مقدمہ ضرور لکھائیے اس سے برکت بھی ہوگی۔ اور کتاب کی اصلاحی اور افادی حیثیت بھی اجاگر ہو جائے گی معلوم تو یہی ہوا ہے کہ مولانا سید سلیمان صاحب ہندوستان واپس آنا چاہتے ہیں۔

---

[1] اسلام کا نظام مساجد کا مسودہ برائے طباعت

اور اہل پاکستان ان کی شخصیت اور غیر معمولی قابلیت سے نفع اٹھانے کے اہل ثابت نہیں ہو رہے ہیں۔ بنا بریں موصوف یہاں ورود فرما ہو جائیں تو ان سے بھی کچھ تبرک ضرور حاصل کیجئے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ کتاب ہی دارالمصنفین سے شائع ہونی چاہئے تھی۔ مجھے فرصت بہت کم ہوتی ہے۔ تاہم کسی کسی حصہ پر نظر ڈالنے کی کوشش کروں گا۔

جزئیات کا معاملہ نازک ہوتا ہے۔ چھپے چھپائے مختصر مسائل کے اعتبار سے مولوی محمد شفیع صاحب کی آداب مساجد بھی معتبر کتاب ہے۔ جو آپ نے ضرور دیکھی ہو گی۔ بڑی کتابوں میں بحر، شامی، کبیری[1] کافی ہیں۔ جزئیات پر بہر حال نظر ڈالی جائے گی۔ والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

(۱۴)

۲۶ دسمبر ۶۵ء

مخلصم و مکرم مولوی ظفیر الدین صاحب دام مجدہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ برکاتہ

کرم نامہ پہونچا۔ میں ان دنوں بیحد مشغول رہا۔ افسوس آپ کو غیر معمولی زحمت انتظار اٹھانی پڑی۔ مضمون اور مقدمہ دونوں مل گئے تھے۔ جنوری کے برہان میں مضمون شائع ہو جائے گا ان شاء اللہ۔

الجواب[2] الکافی کے بڑے حصے کا ترجمہ مولوی ابوالعلا محمد اسماعیل صاحب (گودھرہ) کر چکے ہیں۔ انہوں نے ایک باب برہان کے لئے بھی بھیجا ہے۔ ابھی میں نے اس پر نظر نہیں ڈالی۔ مشورے کے بعد کسی جدید اور مفید کتاب کا ترجمہ کیجئے۔ آپ کی کتابت مسلسل ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مراحل آسان فرمائے۔

وقائع دارالحکومت میری نظر سے گذری ہے۔ بے شبہ اس میں دہلی اور نواح دہلی کی بہت سی مسجدوں کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب اگرچہ کمیاب ہے۔ تاہم دستیاب ہوتی ہے

---

[1] البحرالرائق۔ ردالمختار للشامی، غنیۃ المستملی معروف بہ کبیری

[2] الجواب الکافی حافظ ابن القیم کی عمدہ تصنیف ہے اس کا ترجمہ شروع کیا گیا تھا۔ ظفیر

تاریخ بیجاپور کے متعلق معلوم کر کے لکھوں گا کہ ملتی ہے یا نہیں۔ امید ہے آپ بہمہ وجوہ بخیر و عافیت ہوں گے۔ والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

(۱۵)

مخلصم جناب مولوی ظفیرالدین صاحب دام مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ ملا۔ میں ایک مہینے سے بمبئی کے سفر پر تھا۔ کاموں کا ہجوم ہے۔ تفصیلی خط پھر لکھوں گا۔ مضمون پہونچ گیا تھا۔ ابھی اس پر نگاہ نہیں ڈالی۔ "نظامِ مساجد" کی کتابت الحمدللہ مکمل ہو گئی۔ اِن دنوں کاغذ نہیں مل رہا ہے۔ جیسے ہی کاغذ دستیاب ہوگا، کتاب پریس کو دے دی جائے گی۔ مصباح اللغات کا دی پی دفتر سے روانہ کر دیا گیا ہے اور ممکن رعایت بھی کر دی گئی ہے۔ بوقت فرصت ترجمے کے لئے کوئی مناسب کتاب منتخب کی جائے گی۔ وقائع دارالحکومت دہلی کی قیمت غالباً ۲۵ ہے۔ امید ہے آپ بہمہ وجوہ بخیر و عافیت ہوں گے۔ والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

(۱۶)

مخلص مکرم دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمدللہ بخیر و عافیت ہوں۔ پرچے کے لئے دفتر کو ہدایت کر دی گئی تھی مل گیا ہوگا۔ تاریخی واقعات کے لئے ابھی تک برہان میں گنجائش نہیں نکل سکی۔ اغلب ہے کہ اپریل کے پرچہ میں شائع ہو جائے۔ نظامِ مساجد کے پروف آرہے ہیں۔ کاغذ کی کمیابی نے پریشان کر رکھا ہے۔ تھوڑے کاغذ کا بندوبست ہو گیا ہے۔ توقع ہے اسی مہینے کے آخر تک کتاب تیار ہو جائے گی۔ والامر بید اللہ سبحانہٗ

جناب مولانا حبیب الرحمٰن[1] صاحب دام مجدہم السامی کے علم وفضل اور تقدس وتقوی سے ہم سب ہمیشہ ہی متاثر ہیں۔ مولانا کے تعلق سے آپ سے اور بھی خصوصیت ہوگئی ہے۔ دیباچے والا حاشیہ کاٹ دیا گیا تھا۔ کتاب برہان سائز پر لکھائی گئی ہے۔ علمی کتابوں کے لئے یہی سائز موزوں رہتا ہے۔ حالانکہ اس سائز پر لاگت تقریباً دگنی آتی ہے۔ تاریخ مساجد کا کام احتیاط سے ہونا چاہیئے ورنہ حجم بے قابو ہو جائے گا۔ آپ کی ہمت قابل تحسین ہے۔ والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

۷ر مارچ ۱۹۵۱ء

(۱۷)

برادر مکرم مولوی ظفیر الدین دام مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نامۂ خلوص ملا۔ الحمدللہ یہاں سب بخیر وعافیت ہیں۔ یہ معلوم ہو کر آپ کو خوشی ہوگی کہ "نظام مساجد" چھپ گئی ہے آج مڑائی شروع ہوگئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ دس روز میں جلد بندی ہو جائے گی لکھئے آپ کو کتنے نسخوں کی ضرورت ہوگی روانہ کر دیئے جائیں گے۔ "آنحضرت کے مصائب" جس انداز سے آپ نے مرتب کئے ہیں بحالت موجودہ غالباً وہی انداز ٹھیک رہے گا۔ یہ چیز عام مسلمانوں کے کام کی ہے۔ اس کو پڑھ کر ان میں عزم وہمت اور ثبات واستقلال کا ایک جدید ولولہ بیدار ہوگا۔ کتاب کی ترتیب تبلیغی اور اصلاحی کے بجائے علمی ہوگئی تو عامۃ المسلمین اسے پڑھ کر الجھنے لگیں گے۔ بنا بر این اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کہ مسودہ آپ میرے پاس بھیجیں۔ یوں نہایت شوق سے اسے دیکھنے کے لئے تیار ہوں۔ بھیج دیجئے گا۔ مناسب مشورہ عرض کر دیا جائے گا۔ والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی دہلی

یکم اپریل ۱۹۵۱ء

---

[1] محدث جلیل حضرت الاستاذ مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی مدظلہ جن کو جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس میں امیر الہند بنایا گیا۔ تلمیذ رشید محدث کبیر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ کی شام میں وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۱۸)

مخلص مکرم جناب مولوی ظفیر الدین صاحب دام مجدہم

بہت دن ہوئے خط ملا تھا۔ پچھلے کئی ہفتے مسلسل سفروں میں گذرے اور بیحد عدیم الفرصت رہا۔ امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے بشکر ہے نظام مساجد کی کتابت وطباعت آپ کو پسند آگئی۔ مشکلات کار میں ہر روز اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ کتاب اُس وقت طبع نہ ہو جاتی تو شاید پھر طبع ہونا دشوار رہتا۔ اللہ تعالیٰ اسے نافع خلائق بنائے۔ فقہی جزئیات پر نظر ڈالنے کا ضرور خیال تھا اور تھوڑے حصہ پر نظر ڈالی بھی لیکن پھر فرصت میسر نہ ہوئی۔ جزئیات کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں ہوتا کہ ہر صحیح چیز لکھی ہی جائے۔ زیر بحث جزئیہ اس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جب مسجدیں عام طور پر گارے مٹی سے تعمیر کی جاتی تھیں۔ گارے میں بقدر ضرورت تھوڑے سے گوبر کی ملاوٹ ناگزیر ہوتی تھی۔ بنا براین میری رائے میں اس جزئیہ کے اندراج کی ضرورت ہی نہیں تھی والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

(۱۹)

برادرم مخلصم مولوی ظفیر الدین صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ ابھی ابھی ملا۔ آج ہی آپ کے پہلے خط کا جواب لکھا ہے۔ دونوں منی آرڈر پہونچ گئے تھے۔ انعام الحق صاحب کے نام برہان جاری کر دیا گیا ہے۔ ۲۲ آپ نے کیوں بھیجے۔ وہ تمام کتابیں آپ کی تھیں۔ بہرحال مزید رقم ہرگز نہ بھیجیں اور ان بائیس کی بھی کتاب منگا لیجئے۔ مقالہ آنحضرت کے مصائب اگر برہان کے معیار کا ہے تو ضرور بھیجئے۔ میرے خیال میں اس کا معیار ہلکا ہے۔ معیار بڑھ بھی سکتا ہے۔

تاریخی مساجد کے سلسلے کا ایک مضمون اس دفعہ برہان میں آرہا ہے۔ اس میں دیوبند کی چند تاریخی مسجدوں کا تذکرہ ہے۔ ابتدا میں آپ کا حوالہ بھی ہے۔ امید ہے کہ آپ بہمہ وجوہ بخیر و عافیت ہوں گے۔

فقہی جزئیات پر دیوبند کے مفتی مہدی حسن صاحب بلکہ زیادہ بہتر ہو کہ مولانا اعزاز علی صاحب سہارنپور کے مفتی سعید احمد صاحب، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نظر ڈال لیں تو اچھا ہے۔ میں بھی وقتاً فوقتاً نظر ڈالوں گا۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے بھی عرض کروں گا۔ وہ بہت ضعیف ہو گئے ہیں۔ گرمی کی شدت کا آپ کے یہاں کیا انداز ہے۔ دہلی تو روزہ داروں کے اجر میں خوب خوب اضافہ کر رہی ہے۔ والسلام

عتیق الرحمن عثمانی

۷ رمضان المبارک ۷۰ھ

(۲۰)

مخلص مکرم جناب مولوی ظفیر الدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمت نامہ ابھی ملا الحمد للہ بخیریت ہوں۔ ادارے کے کام ہو رہے ہیں۔ تاریخ ملت کے حصوں پر آپ کا مضمون[۱] پڑھ کر مولانا عبدالماجد صاحب[۲] نے بھی وہ حصص طلب فرمائے ہیں۔ "جامع اموی دمشق" جلد ارسال فرمائیے۔ کوئی اور بھی دلچسپ اور معیاری مضمون لکھئے۔ حلقۂ برہان میں بحمد اللہ اب آپ کافی نیک نام ہیں۔ مضامین کم لکھئے مگر جو کچھ لکھئے معیار کے مطابق لکھئے۔ معیار کی بقا بڑی بات ہے۔ آپ کا وہ ہلکا مضمون شاید دارالعلوم میں دیکھا تھا۔ بس دیکھا ہی تھا پڑھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ والسلام

عتیق الرحمن عثمانی

۱۱ ستمبر ۵۱ء

---

[۱] تاریخی حقائق۔ اس کی متعدد قسطیں شائع ہوئیں۔

[۲] مولانا عبدالماجد دریاآبادی مشہور ادیب اور مفسر قرآن

(۲۱)

۱۲ر نومبر ۵۱ء

مخلص محترم جناب مولانا دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ کارڈ ملا تھا، شکر ہے بخیریت ہوں۔ بہت دنوں سے آپ کو خط لکھنے کا خیال کر رہا تھا۔ مصروفیتوں کی وجہ سے ٹلتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ کے خط سے تذکیر ہو گئی۔ جامع دمشق دسمبر کے برہان میں آ رہا ہے آپ نے بہت ہی دل پسند عنوان تلاش کیا ہے۔" اسلام کا نظام عفت و عصمت" بہت خوب ہے۔ جی جما کر لکھئے، قدیم کتابوں کے علاوہ جدید کتابوں سے بھی مدد لینی چاہیئے۔ تفسیروں میں سید رشید رضا کی 'المنار' اور وحی محمدی اور نداء للجنس اللطیف مفید ثابت ہو گی۔ محمد رسول اللہ، المثل الکامل' اسلام دین، عام خالد، نظام العالم والامم، الی خیر العالم الاسلامی اور اس طرح کی دوسری کتابیں مفید ہوں گی۔ الذریعہ الی مکارم الشریعۃ، ادب الدنیا والدین غالباً آپ کے پیش نظر ہو گی۔ پہلے برہان کے لئے مضمون مرتب کیجئے۔ پھر غور و فکر کے بعد کوئی رائے دے سکوں گا۔

نظام مساجد، معارف، مدینہ، صدق، الفرقان، نقیب، الجمعیۃ وغیرہ کو بھیج دی گئی ہے۔ اس سے اطمینان ہے کہ کتاب مجموعی حیثیت سے بہت اچھی ہے۔ مقام شکر ہے کہ ایک اچھی خدمت ہو گئی۔ "واقعات دار الحکومت دہلی" کے مؤلف بشیر الدین صاحب ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے صاحبزادے تھے۔ انگریزی داں روشن خیال۔ تاریخی کام اچھے کر گئے ہیں۔ احتیاط کے ساتھ ان کی کتابوں کے حوالے لئے جا سکتے ہیں۔ والسلام

عتیق الرحمن عثمانی

(۲۲)

مخلصم و مکرم
دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کارڈ ملا۔ کلکتہ میں اندازے سے کچھ دن زائد لگ گئے، مضامین پہونچ گئے تھے۔ نادم ہوں کہ میری غفلت سے آپ کو زحمت انتظار اٹھانی پڑی۔ "نظام عفت وعصمت" کی پہلی قسط مارچ کے برہان میں آرہی ہے۔ کاموں کے ہجوم اور مسلسل سفروں کی وجہ سے اب تک اس مضمون کے مطالعہ کا موقع نہیں ملا تھا۔ اب انشاء اللہ دو تین روز میں برہان میں آنے والی قسط کے پروف پڑھوں گا۔ جہاں تک اندازہ ہوتا ہے یہ کتاب وقت کی ضرورتوں کے عین مطابق رہے گی۔ اسے جلد سے جلد مکمل کر لیجئے۔

'رحمتِ عالم کا پیش کردہ[1] نظام حیات" یہ سرخی ابھی جچی نہیں مضمون کے مطالعہ کے بعد ہی کوئی بہتر عنوان ذہن میں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں برکت عطا فرمائے، تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کی خدمت سے یہ شغف اس بات کی نشانی ہے کہ قدرت کو آپ سے بہت کچھ خدمت لینی ہے۔ "آنحضرت کے مصائب[2]" مکتبۂ برہان سے شائع کر دی جائے گی۔ کسی مستقل تالیف اور مضمون میں جو فرق ہوتا ہے وہ آپ پر واضح ہے۔ بہتر ہو نظر ثانی اور اضافوں کے وقت اس کا خیال رکھا جائے۔ رسالے کے مفید ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ امید ہے آپ بہمہ وجوہ بخیر و عافیت ہوں گے۔ والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

---

[1] یہ مضمون اسی عنوان سے رسالہ برہان دہلی میں شائع ہوا۔ بعد میں اسلام کا نظام حیات کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔

[2] اسوۂ حسنہ یعنی مصائب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یہ کتاب ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوئی۔

(۲۳)

برہان دہلی ۲ر نومبر ۱۹۵۲ء

مخلص ومحترم جناب مولانا دام مجدہم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مکرمی نامہ ایسے دنوں میں پہونچا تھا کہ میں کلکتہ تھا۔ بیس روز کے بعد وہاں سے واپسی ہوئی تو احمد آباد کی تعلیمی کانفرنس میں شرکت کے لئے جانا ہوا۔ اس کانفرنس کا صدر میں ہی تھا۔ اکابر جمعیت ایک بڑی تعداد میں اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اجتماعات بھی خوب رہے۔ اور کانفرنس اپنے مقصد کے لحاظ سے نہایت کامیاب رہی۔ انہی مسلسل سفروں کی وجہ سے جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ آزردگی خاطر سے ملال ہوا۔ آپ نے حقیقت حال کی تصویر کھینچی ہے۔ میں انشاء اللہ آئندہ آپ کے لئے مناسب کسی جگہ کا خیال رکھوں گا۔ مدرسہ عالیہ (کلکتہ) کے لئے مولانا سعید احمد کو بھی لکھوں گا۔ سردست وہاں کوئی آسامی نہیں ہے اور کبھی کوئی صورت دہلی میں نکل آئی تو اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے۔ اس طرح ندوۃ المصنفین بھی آپ کی صلاحیت وقابلیت سے استفادہ کرسکتا ہے کیا کہوں ۴۷ء کے انقلاب کے بعد ادارہ کی بساط ہی الٹ گئی۔ "نظام عفت وعصمت" پر باضابطہ کام شروع کردینا چاہیئے میں انشاء اللہ جلد اس باب میں ضروری مشورے پیش کروں گا۔ معلوم نہیں جدید کتابوں میں سے آپ کے پاس کون سی کتابیں ہیں۔ دو چار نام تحریر فرمایئے۔ والسلام

عتیق الرحمن عثمانی

(۲۴)

باسمہ تعالی

ندوۃ المصنفین دہلی ۲۲ر جولائی ۱۹۵۶ء

مخلص جناب مولانا ظفیر الدین صاحب دام مجدہم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بہت دن ہوئے خط ملا تھا۔ بلکہ کہنا چاہیئے تعزیت نامہ پہونچا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ

لہ الحمد للہ یہ کتاب بھی چھپ کر شائع ہوگئی اور پسند کی گئی۔ اس کا انگریزی ترجمہ پہلے کویت سے شائع ہوا پھر ہندوستان سے بھی شائع ہوا۔ ظفیر

حضرت مولانا گیلانی مرحوم کی رحلت سے بزم علم وعمل ویران ہوگئی۔ ان جیسی خصوصیات اور کمالات کا عالم دین اب ڈھونڈے نہیں ملے گا۔ وہ اپنے زمانے کے شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم، ابن خلدون، ابن خلکان سبھی کچھ تھے ان کی ذات میں ابن تیمیہ اور شیخ اکبر دونوں کی روحیں مجتمع ہوگئی تھیں۔ وہ مجدد الف ثانی بھی تھے اور شیخ عبدالحق محدث بھی، زندہ دل، روشن ضمیر، پاک نہاد اور پاک باطن، مجسمۂ خلق اور پیکر مروت، فیض بخش وفیض رساں شہید علم اور زاہد شب زندہ دار تھے[1] ہم لوگوں سے نہایت گہرے اور مخلصانہ تعلقات رکھتے تھے۔ ندوۃ المصنفین کی علمی خدمت دل وجان سے کرتے تھے۔ مجھ سے آخری ملاقات لکھنؤ کے اس تاریخی اجتماع میں ہوئی تھی جو علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم کی یاد میں ندوۃ العلماء میں ہوا تھا۔ گیلانی برابر بلاتے رہے۔ کتنی بار ارادہ بھی کیا مگر اس سعادت سے محروم ہی رہا۔ اب یہ حسرت ہمیشہ کانٹا بن کر کھٹکے گی۔ سوانح قاسمی کی وجہ سے الدین القیم جلد اول کا کام مکمل نہ کرسکے۔ حالانکہ بار بار اس کی اہمیت کا احساس فرمایا کرتے تھے۔ تعلیم وتربیت پر بھی نظر ثانی کے خواہاں تھے، افسوس کہ بہت سے کام پڑے رہ گئے، مگر جو کچھ کر گئے وہی کیا کم ہے۔ معارف وحقائق کے خزانے چھوڑ گئے ہیں۔ ان کے معلومات کی جمن بندی ہوجائے تو قدیم وجدید ضرورتوں کے بیشمار گوشے پُر ہوجائیں۔

"آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے"

اب آخر شعبان سے برابر علیل ہوں۔ دو مہینہ تک شدت رہی اب تخفیف ہے مگر اثر باقی ہے۔ دیوبند کتابیں بھیج دی گئی تھیں۔ وہاں اصل کام، رد مودودیت کا ہے میں تو صرف اس کام کو آپ کے لئے موزوں نہیں سمجھتا۔[2] والسلام

عتیق الرحمن عثمانی

---

[1] حضرت مفتی صاحب نے مولانا گیلانی پر اپنے اس تعزیت نامہ میں دل نکال کر رکھ دیا ہے اور بلا شبہ جو کچھ مفتی صاحب کے قلم سے بے ساختہ نکلا ہے وہ سو فیصد صحیح ہے۔ ظفیر

[2] نو ماہ کے بعد دارالافتاء بھیج دیا گیا۔ ظفیر

(۲۵)

ندوۃ المصنفین دھلی ۱۹ راگست ۱۹۵۶ء

برادرم ومخلص جناب مولانا ظفیرالدین صاحب دام مجدہم.

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کارڈ ملا۔ گیلانی نمبر[۱] کے متعلق ابھی تک فیصلہ نہیں کیا جاسکا۔ جی تو چاہتا ہے کہ ادارہ کے محسن اور دَورِ حاضر کے بے مثل عالم دین کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ایک خاص نمبر نکالا جائے۔ بڑا مرحلہ مصارف کا ہے۔ حالات بالکل بے جان ہیں۔ بہرحال آپ نے توجہ دلائی ہے غور کیا جائے گا۔ غالبًا آپ گیلانی ہو آئے ہوں گے۔ تعلیم وتربیت پر نظرثانی کی تکمیل آپ کردیں تو بڑا کام ہوجائے۔ اس میں بڑی ضرورت فارسی عبارتوں کے اردو ترجمے کی بھی ہے اور کچھ حک وفک بھی ہونا چاہئیے تاکہ تکرار باقی نہ رہے۔ کتاب ادارہ سے ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ اب نایاب ہے۔ مولانا مرحوم کے مسودات وکتابوں کی فہرست ضرور بننی چاہئیے اور یہ کام خوش اسلوبی سے آپ ہی کرسکتے ہیں[۲]۔

مصائب سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم بھیج دیجئے۔ دیکھ کر اندازہ لگاؤں گا۔ اغلب ہے دیوبند میں آپ ہی کا تقرر ہوجائے۔ شوریٰ کا جلسہ ہونے والا ہے۔ اس سے پہلے سب کمیٹی رپورٹ تیار کرے گی۔ ابتدائی فیصلہ اسی رپورٹ میں ہوگا۔ یہ بات بہرحال نظرانداز کرنے کے لائق نہیں ہے کہ یہ آسامی خاص طور پر ردّ مودودیت ہی کے لئے پُر کی جارہی ہے[۳]۔ اچھا ہوا آپ کا عندیہ معلوم ہوگیا۔ اس کی روشنی میں فیصلہ کرنے میں

---

[۱] حضرت مولانا مناظراحسن گیلانی کی وفات پر نمبر کے لئے میں نے لکھا تھا اس کا یہ جواب موصول ہوا۔ [۲] بحمداللہ نظام تعلیم وتربیت کے دونوں حصوں پر عنوانات کا اضافہ کیا اور فارسی وعربی عبارتوں کا ترجمہ بھی کیا گیا۔ دوسرا ایڈیشن اس اضافہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ پہلے حصہ میں مختصر تمہید میں اس کا اظہار کیا گیا ہے۔ ظفیرالدین کو کاتب نے غلطی سے ظفراللہ لکھا ہے۔ ظفیر۔

[۳] خاکسار کا تقرر ہوا، پہلی کتاب میں نے لکھی "جماعت اسلامی کے دینی رجحانات" پھر نو ماہ کے بعد دارالافتاء میں بھیج دیا گیا۔ ظفیر

(۲۶)

برہان دھلی ۱۸ مارچ ۱۹ء

مخلصم مکرم مولانا ظفیر الدین صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ. گرامی نامہ ملا۔ پہلا خط بھی پہونچ گیا تھا عبید الرحمٰن شکر ہے اب اچھا ہے۔ ایک مہینہ تک کافی پریشانی رہی یہ مرض یوں بھی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ الحمدللہ صحت ہوگئی۔ مولوی جہانگیر کی معرفت مضمون بھی پہونچا خوب عنوان ہے۔ انشاءاللہ اچھی چیز رہے گی۔ جی لگا کر اور قلم جما کر لکھئے۔ مضمون کی وسعت میں بہت سی باتیں سما سکتی ہیں۔ سوال انداز بیان اور ترتیب کی دلپذیری کا ہے۔ مادی دنیا ارتقاء کی جس منزل پر پہونچ گئی ہے، اس کے اسباب ونتائج اور پس منظر کو پوری طرح سامنے رکھنے کی ضرورت ہے، اور یہ بھی کہ خود مسلمانوں نے اپنے مذہب نظام امن وامان پر کہاں تک عمل کیا۔ اس سلسلے میں سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب " الجہاد فی الاسلام" سید رئیس احمد جعفری کی " اسلام اور رواداری" (دو جلدیں) اردو کی کتابیں بھی دیکھنی چاہیئے۔ ہمارے یہاں تو یہ دونوں کتابیں نہیں ہیں۔ موخرالذکر کتاب البتہ پاکستان سے آسکتی ہے۔ انشاءاللہ تفصیلی باتیں پھر کبھی ہوں گی۔

کیا لکھوں بے فرصتیوں میں گھرا رہتا ہوں۔ یہ سطریں بھی انتہائی عجلت میں لکھ رہا ہوں۔ لغات القرآن ۶ جلدیں کامل مجلد ہدیۃً حاضر ہیں، قبول فرمائیے۔ کیا آپ نے اس سے پہلے بھی کوئی مضمون بھیجا تھا جو ابھی تک شائع نہیں ہوا۔

رمضان المبارک میں وطن کا قصد ہے یا دیوبند ہی رہنا ہوگا؟ امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ "مصائب سرور کونین"[1] اب تک رکھی ہوئی ہے جلد ارادہ کر رہا ہوں حالات ناساعد ہیں، کاغذ کی گرانی بھی روز افزوں ہے۔ دن کافی ہوگئے ہیں مسودے پر نظر ثانی کی ضرورت ہو تو لکھئے اچھا ہے زیادہ اپ ٹو ڈیٹ ہوجائے گا۔ فقط والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

---

[1] الحمدللہ حضرت مفتی صاحب نے ندوۃ المصنفین سے اس کو بھی شائع فرمایا۔ اور نام "اسوۂ حسنہ" رکھا۔ اور دوسرا نام "مصائب سرور کونین" بھی رہنے دیا۔ ظفیر

سہولت رہے گی۔ امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ میری صحت کی گاڑی بھی کھسک رہی ہے۔ والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

(۲۷)

مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۵۹ء

مخلصم و مکرم مولانا محمد ظفیر الدین صاحب! دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: گرامی نامہ ملا۔ بہتر یہی ہوگا کہ اضافوں کو مناسب جگہ رکھ دیا جائے۔ اور عنوان قائم کر دیئے جائیں۔ ترتیب[1] بدلنے میں طول ہے۔ یوں بھی مولانا کی تحریر کے انتشار میں جو لطف ہے وہ قائم ہی رہنا چاہیئے۔ دوسرا حصہ اور کاغذ روانہ کیے جائیں گے۔ ایک ضروری بات یہ ہے کہ بہت سے مقامات میں مولانا مرحوم نے فارسی کی عبارتیں بے ترجمہ نقل کی ہیں۔ ان کا ترجمہ ہونا چاہیئے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ اصل ترتیب، الفاظ، اضافے سب مولانا ہی کے رہیں گے۔ آپ اضافوں کو مناسب موقعوں میں پہونچائیں گے۔ عبارتوں کا ترجمہ کریں گے۔ کہیں ضرورت سے زیادہ تکرار پائیں گے تو مکررات کو حذف کر دیں گے۔

ترتیب فتاویٰ کے کام کے متعلق سرسری گفتگو ہوئی تھی اس دفعہ مجلس عاملہ کے موقع پر یاد دلا دیجئے گا۔ کوئی بات بنے تو کی جائے گی۔ کام کرنے والا ہمیشہ ہر چیز سے بے نیاز ہو کر کام کرتا ہے۔ مشیت الٰہی نے آپ کے لئے یہ بہترین موقع فراہم کر دیا ہے۔ اور ایک اہم کام آپ کے ہاتھوں سے ہوگیا۔ امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ فقط والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

---

[1] مراد مولانا گیلانی کی کتاب "مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت" ہے۔ دوسرا ایڈیشن خاکسار کے عنوانات کے اضافہ کے ساتھ شائع ہوا۔ ضخامت دوگنی کے قریب ہوگئی۔ ظفیر

(۲۸)

مورخہ ۱۲ر جنوری ۱۹۶۰ء

مخلص و مکرم مولانا محمد ظفیر الدین صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! خط ملتے رہے۔ کلکتہ سے واپس آکر یہاں کاموں کے ہجوم میں گھر گیا۔ طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی۔ اس وقت آپ کے خطوط سامنے نہیں ہیں۔ صرف رسید کے طور پر کارڈ لکھ رہا ہوں۔ مضمون رکھا ہوا ہے۔ "برہان" میں اس کی گنجائش شاید مشکل ہی سے نکلے۔ مجھے تو اس میں پروپیگنڈے اور غیر ضروری القاب و آداب کی بو آتی ہے۔ اہم اہم مضامین دو سال سے پڑے ہوئے ہیں۔ اس کی گنجائش نکلے تو کیسے۔

مطبوعات ادارہ بے تکلف منگا لیا کریں۔ آپ رفیق ادارہ ہیں۔ یوں بھی مستحق ہیں۔ مجھے بھیجنے کا انتظار نہ کریں۔ لغات کشوری کسی کے معرفت بھیج دی جائے گی۔ انشاء اللہ جلد ہی ملاقات ہوگی۔ فقط والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

(۲۸)

مورخہ ۷ر جولائی ۱۹۶۰ء

مخلص و مکرم مولانا محمد ظفیر الدین صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کارڈ ملا۔ "نظام تعلیم و تربیت حصہ اول" پر نظر ثانی کی تکمیل سے مسرت ہوئی۔ اب انشاء اللہ کتاب کی افادیت بڑھ جائے گی۔ یوں بھی یہ کتاب بہت دنوں سے نہیں ملتی۔ اچھا ہوتا کہ جلد از جلد ثانی بھی مکمل ہو جاتی۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ "نظام امن و امان"[۱] کے بعد

---

[۱] یہ کتاب بھی بعد میں جامعہ مفتاح العلوم مئو ضلع اعظم گڈھ سے اسلام کا نظام امن نام سے شائع ہوئی۔ اس کی ضخامت کوئی چار سو صفحات ہیں۔ ظفیر

ہی سہی۔ آپ کی صحت کی جانب سے تردد ہے۔ دعائے صحت و عافیت کرتا ہوں۔ جن کتابوں کے لئے آپ نے پہلے کبھی لکھا تھا ان کے نام ذہن میں نہیں ہیں۔ پھر لکھئے بھیج دی جائیں گی۔ اب تک کتابیں نہ جا سکیں۔ یہ محض دفتر اور مولوی ظفر احمد خاں صاحب کی کوتاہی ہے۔ مجھے تو یہ بات یاد بھی نہیں رہی تھی۔ اتنی معمولی باتوں کا آپ کو بھی زیادہ خیال نہ کرنا چاہیئے۔ دفتر کی دنیا کی یہ باتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ ندوۃ المصنفین کی جس کتاب کی آپ کو ضرورت ہوگی۔ بے معاوضہ آپ کو دی جائے گی۔ دماغ میں صرف اس بنیادی چیز کو رکھیں۔ باقی امور ..... ہیں۔ مولوی ظفر احمد خاں صاحب اس وقت سامنے نہیں ہیں۔ ورنہ ان سے دریافت کرتا۔ اگرچہ جواب پہلے سے معلوم ہے کہ بات نظرانداز ہوگئی اور اب خط بھی سامنے نہیں ہے۔ بہرحال آپ تکلیف فرما کر مطلوبہ کتب کے نام تحریر فرمائیں یا ور کسی ذریعہ سے منگالیں۔ تاخیر جواب کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

فقط والسلام۔

عتیق الرحمٰن عثمانی

(۲۹)

۱۶ نومبر ۱۹۶۰ء

مخلص و مکرم مولانا محمد ظفیر الدین صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کارڈ پہونچا تھا۔ پھر مضمون مع گرامی نامہ ملا۔ مطلوبہ کتب ان صاحب کو دے دی گئی تھیں۔ مضمون کا بقیہ بھی جلد بھیج دیجئے۔ تاکہ پہلے کی طرح تکلیف دہ فترت نہ ہونے پائے۔ "نظام تعلیم و تربیت" کا کام یقیناً بہتر ہوگا۔ ابھی تک دیکھ نہیں سکا۔ دوسری جلد کا انتظار ہے۔ کیا اس پر کچھ نہیں ہوگا۔ کتاب جلد کتابت کے لئے دی جارہی ہے۔ مدت مدید سے ناپید ہے۔

میری خواہش ہے کہ آپ جیسا عالم دین ضروریات وقت کو زیادہ سے زیادہ بہتر طریقے پر پہچاننے کی کوشش کرے۔ دیوبند کا ماحول اس کے لئے سازگار نہیں ہے۔

لیکن انسان کو ماحول ساز بننے کی سعی کرنی چاہیئے۔"عمل قوم لوط" کے مسئلے کی اس اہمی دور میں کیا اہمیت ہے؟ اپنا قیمتی وقت زندگی کے مسائل پر صرف کیجئے۔ دارالعلوم کے احاطے کے لئے البتہ یہ رسالہ[1] ایک حد تک مفید ہے۔ انشاءاللہ بہت جلد ملاقات ہوگی۔ مولانا سید احمد رضا[2] صاحب (بجنوری) کا بہت دنوں سے انتظار ہے۔ کیوں نہیں آئے۔ ان سے سلام فرمائیے۔ امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ فقط والسلام

عتیق الرحمن عثمانی

(۳۰)

۴ رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ

۱۱ فروری ۱۹۶۱ء

مخلص و مکرم مولانا محمد ظفیرالدین صاحب! دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مضمون پہونچ گیا۔ علالت کی خبر سے تردد ہوا۔ امید ہے اب طبیعت ٹھیک ہوگی۔ کبھی تو دیوبند کی آب وہوا بہت اچھی خیال کی جاتی تھی۔ اب وہ بات نہیں رہی۔ رطوبت بڑھ گئی ہے۔ ہم لوگ ڈابھیل سے بیمار یا نحیف اور کمزور ہوکر آیا کرتے تھے، اور دیوبند کے پانی سے صحت یاب ہوجاتے تھے۔

بہتر ہوکہ "نظام امن وامان" کو کسی مناسب جگہ پر برہان میں بند کردیا جائے۔ پورا مضمون رسالے میں آئے۔ اور پھر وہی کتاب کی صورت میں چھپ جائے۔ یہ چیز ادارے کے شان کے مناسب نہیں۔ ایک آدھ قسط اور لکھ لیں اور پھر نظر ثانی کا کام ہو۔ پورا مضمون سامنے ہوگا تو غیر ضروری امور حذف کردیئے جائیں گے۔ تعبیر و بیان میں مزید حسن آنی چاہیئے۔ نظر ثانی میں ضروری اضافے بھی ہوں گے۔ عنوان اہم ہے

---

[1] یہ کتاب "نسل کشی" اور "اسلام کا نظام سیرت" کے نام سے شائع ہوئی۔

[2] مولانا احمد رضا بجنوری داماد حضرت کشمیری۔ کچھ سال دارالعلوم دیوبند سے متعلق رہے۔

جدید کتب بھی پیش نظر رہنی چاہئیں۔ اس باب میں مولانا سعید احمد سے بھی مشورہ کیجئے۔ انہوں نے بعض جدید کتابیں منگائی ہیں۔ آپ کے لئے دعا صحت و عافیت کرتا ہوں۔

فقط والسلام
عتیق الرحمن عثمانی

(۳۱)

۲ر اکتوبر ۱۹۶۱ء

مخلص و مکرم مولانا محمد ظفیر الدین صاحب دام مجدہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ پہونچا، مجلس عاملہ کی ابھی کوئی تاریخ نہیں لگی۔ گریڈ کے اضافہ کے لئے زمین ہموار ہونا چاہیئے۔ طے شدہ گریڈوں میں دو ایک گریڈ پیشگی لینا چاہتے ہیں۔ یا گریڈ کی تبدیلی چاہتے ہیں۔ کیا آپ کی جگہ کے تمام گریڈس پورے ہو چکے ہیں؟ جناب مہتمم صاحب سے بات کرنی چاہیئے۔ معاملے کا تعلق براہ راست انہی سے ہے۔ ہم لوگ مناسب سعی کے لئے حاضر ہیں پچھلے دور میں آپ کے متعلق غلط فہمی پھیلائی گئی ہے۔[1] ترتیب فتاویٰ کا مقدمہ بھیج دیجئے۔ مگر پہلے اس پر احتیاط سے نظر ثانی کر لیجئے۔ مولانا سعید احمد صاحب کا پتہ یہ ہے۔

علی منزل، ٹرگی روڈ، سول لائن، علی گڈھ

اسوہ حسنہ پر الفرقان لکھنؤ نے غیر منصفانہ اظہار رائے کیا ہے۔ طرز ادا و زبان کی شکایت کی ہے خط لکھ کر ان سے معلوم فرمائیے۔ اور اپنے طور پر طرز ادا کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنانے کی سعی کیجئے۔ اسوۂ حسنہ دوم کا کیا رہا۔ تعلیم و تربیت کتابت کے لئے دے دی گئی ہے۔ اب جلد ثانی کی تکمیل بھی ہونی چاہیئے۔ مارچ کا برہان روانہ کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ فقط والسلام

عتیق الرحمن عثمانی

---

[1] اسٹرائک ہوئی تو بعض حاسدوں نے کہا کہ اس میں میرا بھی حصہ ہے مگر خود حضرت مہتمم صاحب اور دوسرے ممبران شوریٰ نے تردید کی۔ ظفیر

(۳۲)

۶ر ستمبر ۱۹۶۶ء بوقت شب ۱۱ بجے

مخلص و مکرم مولانا محمد ظفیر الدین صاحب ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

گرامی نامہ مولوی محمد ظفر احمد خان صاحب کے نام پہونچا۔ پہلا خط مجھے بھی مل گیا تھا۔ کیا عرض کروں۔ ہجوم کار اور حالات کی تلخیوں میں ایسا گھرا رہتا ہوں کہ اکثر ضروری کام بھی رہ جاتے ہیں۔ یادداشت کی بھی وہ بات نہیں رہی۔ ادارے کے حالات اس جنگ کے بعد ناقابل بیان ہیں۔ پھر بھی جینا ہے اور کام کرنا ہے۔ اچھا ہوا آپ نے مولوی محمد ظفر احمد خاں صاحب کے خط میں تنبیہ کر دی۔ اور میں نے گھبرا کر مولوی صاحب سے وہ خط مانگا۔ کتابیں آج کوئی صاحب لے گئے ہیں۔ اظہار رائے بہت ہی عجلت میں کیا ہے۔ چند سطریں لکھ دی ہیں۔ ان دنوں آپ کیا کر رہے ہیں ؟

انشاء اللہ شوریٰ کے وقت ملاقات ہوگی۔ اگرچہ شوریٰ کی موجودہ نوعیت اچھا خاصا فتنہ بن گئی ہے۔ تخریب کاروں کا گروہ دارالعلوم کو بھی اپنی ہوس رانی کا شکار بنانا چاہتا ہے۔ "تجلی" پڑھ کر آپ متاثر ہوئے یہ آپ کے تعلق خاص کی دلیل ہے۔ میں تو بہت سے قدیم دوستوں کی حالت دیکھ دیکھ کر ورطۂ حیرت میں غرق رہتا ہوں۔ میرا ایک انٹرویو "دعوت" وغیرہ میں آرہا ہے اس کو ضرور پڑھ لیں۔ آپ کے حالات سے تعلق رہتا ہے۔ دعائے عافیت کرتا ہوں۔ والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

(۳۳)

۷ نومبر ۱۹۸۰ء

مخلصم و محترم جناب مولانا دام مجدہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'

گرامی نامہ پہونچ گیا تھا۔ شکر ہے اب بہتر ہے۔ معمولی آثار ضعف باقی ہیں۔ نمبر مسلسل ہی ٹھیک رہیں گے۔ دیباچے میں اضافے کا تذکرہ کافی ہوگا۔ میری رائے پہلے ہی سے شروع کے اوراق نکال دینے کی ہے۔ ان میں[1] بچکانہ پن ہے۔ ادارے کا معیار دوسرا ہے۔ فریدالدین احمد صاحب اور آفتاب میاں کو اس کی ناگواری ضرور ہوگی۔ سوانح حیات آپ مرتب فرمائیں۔ بہت ہی خوب ہوگا۔ آپ مکان کب تشریف لا رہے ہیں۔ ۲۵ نومبر کو دیوبند کا پروگرام ہے۔ اس وقت ضروری باتیں ہوجائیں گی۔ مولانا کے کچھ حالات زبانی عرض کردوں گا۔ موقع مل گیا تو یادداشت بھی تیار ہوجائے گی۔ بہت اچھا ہے۔ دیباچہ[2] آپ لکھیں۔ فہرست مضامین میں زائد حصے کا اضافہ ضروری ہے۔ جہاں تک احادیث کے اضافے کا تعلق ہے جتنا اضافہ ہوجائے بہتر ہے۔ مگر یہ اضافہ بھرتی کا نہ ہو۔ پندرہ حدیثیں اور بڑھ جائیں تو بہتر ہے۔ یوں جیسی رائے ہو۔ جتنا کچھ تیار ہے۔ جلد ارسال فرمائیں۔ وقت بہت کم ہے اور اچھی کتاب مشکل سے ہوتی ہے۔ آپ کے کام میں اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی ہے۔ مزید برکت کے لئے دعا ہے۔ اب جلد پنجم کا نقشہ بنائیے۔ انشاء اللہ مناسب خدمت کی جائے گی۔ اس میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کا مشورہ مناسب ہوگا۔ مولانا محمد بدر عالم صاحب کی خواہش تھی کہ جلد[3] پنجم ابواب اخلاق پر مشتمل ہو۔ ایک بات طے شدہ ہے کہ اب ہر جلد میں اختصار ضروری ہے۔ ورنہ کتاب مکمل نہ ہوگی۔ طویل بحثیں تو پڑھی بھی نہیں جاتیں۔ برادر عزیز حافظ مولوی محمد ازہر شاہ صاحب کو سلام و دعا۔

عتیق الرحمٰن عثمانی

---

[1] یہ ترجمان السنہ جلد چہارم کا قصہ ہے شروع میں آفتاب صاحب کا مقدمہ تھا اس میں خاکسار نے کوئی سو احادیث کا اخیر میں اضافہ کیا ہے [2] اس کا دیباچہ کسی مصلحت سے چھاپا نہیں گیا [3] خاکسار نے جلد پنجم مرتب کرلی تھی، کچھ حصہ انقلاب کے نذر ہوا بڑا حصہ خاکسار کے پاس مسودہ کی صورت میں محفوظ ہے۔ افسوس یہ ہے کہ مفتی صاحب نہیں رہے اور ندوۃ المصنفین دہلی برباد ہوگیا۔

(۳۴)

۲ر فروری ۱۹۸۲ء

مخلصم ومحترم جناب مولانا صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ پہونچا۔ پہلے ہی سے اندازہ ہو رہا تھا کہ آپ حضرات تنخواہوں کے نہ ملنے[۷] کی وجہ سے پریشان ہوں گے۔ ہم لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح تعطل کی یہ صورت ختم ہو۔ ندوۃ المصنفین کے حالات سے آپ بڑی حد تک واقف ہیں۔ یہ ایک بے نوا ادارہ ہے جس کی پشت پر کوئی سرمایہ نہیں ہے۔ آپ کو ادارہ سے تعلق اخلاص رہا ہے۔ جو بہت قابل قدر ہے۔ کوشش کی جائے گی کہ بہت جلد آپ کی خدمت میں کچھ پیش کیا جاسکے[۸]۔ میری طبیعت بدستور ہے۔ عوارض میں گھرا ہوا ہوں۔ اور حالات کی تلخیوں کا بھی مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔ والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

دفتر برہان جامع مسجد دہلی ۶

---

[۷] دارالعلوم کا جو سرمایہ بینک میں تھا وہ اختلاف کے زمانہ میں منجمد ہوگیا تھا۔ اور تنخواہیں بند ہوگئی تھیں۔

[۸] مگر ایسا نہ ہوسکا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محدث جلیل امیر الہند حضرت الاستاد مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی

سنہ ۱۹۴۰ء تک خاکسار کی تعلیم نیم سرکاری مدرسہ عربی میں ہو رہی تھی۔ مولوی امتحان کے بعد آزاد مدارس میں تعلیم کا فیصلہ کر لیا گیا اور اس کے لئے اساتذہ کے مشورے سے جامعہ مفتاح العلوم مئو کا انتخاب عمل میں آیا۔

رمضان گذار کر وطن سے چھپرہ آیا اور وہاں سے روانہ ہو کر مئو پہونچا۔ مفتاح العلوم کے دو اساتذہ کی اس زمانے میں بہت شہرت تھی۔ ایک مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی دوسرے مولانا عبد اللطیف نعمانی کی۔

۹ر شوال سنہ ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء میں مفتاح العلوم مئو آ گیا اور بعد امتحان ہدایہ کی جماعت میں داخلہ ہو گیا۔ دورۂ حدیث تک کی تعلیم یہیں میں نے مکمل کی، دورہ انہی دو اساتذہ سے پڑھا۔ پھر خوش قسمتی سے یہیں ایک سال کے لئے ابتدائی عربی درجہ کا مدرس بنا لیا گیا۔ درس کے ساتھ افتاء کا کام بھی سپرد ہوا۔ الحمد للہ یہ خدمت بھی انجام دیتا رہا۔

شفقت تو تمام ہی اساتذہ کرام کی رہی، لیکن حضرت الاستاد مولانا اعظمی نے زیادہ توجہ فرمائی۔ اور خط و کتابت کا سلسلہ جدائی کے بعد آپ سے زیادہ قائم رہا۔ جب کسی کام میں مشورہ کی ضرورت ہوئی، خط لکھ کر رائے معلوم کر لی۔ حضرت کو بھی دلچسپی رہی کہ یہ کچھ لکھنا پڑھنا جان لے۔ کوئی شبہ نہیں حضرت کی یہ دلچسپی میرے بہت کام آئی، اور میں لکھنے پڑھنے کی راہ پر لگ گیا۔ اور جو کچھ میری قسمت میں تھا حصہ میں آیا۔

حضرت کے بہت سارے خطوط میرے پاس آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے موجود تھے بلکہ

ہیں۔ میں نے چاہا کہ خطوط کا ایک حصہ خواص وعوام کے سامنے آجائے تاکہ وہ بھی استفادہ کرسکیں اور حضرت کی یہ یادگار تحریریں محفوظ بھی ہوجائیں۔ آج یہی خطوط قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں۔ ان خطوط میں رہبری اور رہنمائی کے خواہش مندوں کے لئے بہت سارے نیک مشورے ہیں، فائدہ اٹھانے والے ذہن بہت کچھ ان سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

حضرت الاستاد اپنی علمی دینی شہرت میں عرب وعجم دونوں جگہوں میں یکساں مقبول ہیں۔ بہت ساری کتابوں کے مصنف ہیں، ان میں عربی بھی ہیں اور اردو بھی، اخیر زندگی میں خدمتِ حدیث کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا قلمی ذخیروں سے خصوصی دلچسپی تھی۔ اور الحمدللہ آپ کی تصحیح وتعلیق سے مزین ہوکر حدیث کے بہت سارے مجموعے گمنامی سے نکل کر باہر آئے اور جن کتابوں کے دیکھنے کے لئے بہت سارے علماء بے چین تھے، چھپ کر ان کے سامنے آئیں اور اس طرح مدتوں کی تمنائیں برآئیں۔

میرے سب کچھ حضرت اقدس ہی تھے۔ جب تک حضرت بقید حیات رہے خاکسار اکتسابِ علم کرتا رہا۔ بڑی عنایتیں تھیں، مگر افسوس ۱۰ر رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۶ر مارچ ۱۹۹۲ء یوم دوشنبہ کو سرِ شام علم وعمل کا یہ آفتاب عالمتاب ہماری نظروں سے روپوش ہوگیا۔ اور اپنے مولیٰ حقیقی سے جاملا۔ رب العالمین آپ کے درجات بلند فرمائے۔ حضرت اقدس کا گہرا تعلق مفتاح العلوم مئو سے رہا۔ جہاں عرصہ دراز تک اس کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین رہے اور بہت دنوں تک جامعہ مفتاح العلوم کی نظامت بھی سنبھالی اخیر میں وہاں سے علیحدہ ہوکر المعہد العالی اور مرقاۃ العلوم مئو میں آئے، بلکہ خود حضرت نے اسے جاری فرمایا۔ اور آج اسی میں آرام فرما ہیں جہاں جلالِ علمی اور جمالِ تقویٰ کی بارش جاری رہے۔

حضرت مولانا عبد اللطیف

چند خطوط حضرت الاستاد مولانا نعمانی کے بھی مل گئے۔ میں نے غنیمت جان کر ان کو بھی اس میں شامل کرلیا۔ مولانا علمی فضائل وکمالات کے ساتھ سیاسی خدمات میں بھی برابر پیش پیش رہے۔ لیکن آپ کا اصل میدان درس وتدریس تھا، جب تک زندہ رہے دورۂ حدیث اور دوسری بڑی کتابوں کے اسباق پڑھاتے رہے۔ شیخ الحدیث بھی رہے اور صدر المدرسین بھی، اور کبھی کبھی ناظم مدرسہ بھی۔ حضرت

مولانا اعظمی اور نعمانی دونوں نے ایک ساتھ زندگی گذاری۔ مولانا اعظمی بڑے تھے اور مولانا نعمانی چھوٹے، وہ ایک سال پہلے فارغ ہوئے تھے۔ مفتاح العلوم میں دونوں کا عرصہ دراز تک ساتھ رہا اور مثالی ارتباط قائم رہا۔ اور جامعہ مفتاح العلوم مئو نے نمایاں خدمات انجام دیں۔

مولانا نعمانی کی وفات پہلے ہوئی، اور کئی سال پہلے حضرت مولانا اعظمی قدس سرہٗ کا وصال بھی حال میں ہوا۔ حضرت الاستاذ مولانا نعمانی مفتاح العلوم کے ایک گوشہ میں آسودۂ خواب ہیں۔

طالب دعا۔ محمد ظفیر الدین غفرلہ

(۱)

عزیزم ظفیر سلمہٗ السلام علیکم

مجھ کو پہلے بھی تمہارے گھر کے حالات معلوم ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ مولوی عبداللطیف صاحب[1] دو ماہ جیل میں نظر بند رہنے کے بعد آ گئے۔ مدرسہ میں پڑھانے لگے۔ تمہاری نسبت ابھی میرا خیال ہے کہ تم کو توقف کرنا چاہیئے۔ جن دو لڑکوں[2] نے تقریر کی تھی۔ ان کے ناموں کی تفتیش ہو رہی تھی۔ خبر نہیں اب کیا ہو رہا ہے۔

اس سال تم کیا پڑھنا چاہتے ہو۔ بہرحال دوبارہ حالات معلوم کرنے کے بعد آنا ہو تو آنا، یوں نہ چلے آنا۔ والسلام ۴؍ نومبر ۴۲ء

حبیب الرحمٰن الاعظمی

۴؍ نومبر ۴۲ء ذی قعدہ ۶۲ھ

(۲)

میں مستی پور جلسہ میں جا رہا تھا۔ چھپرہ کے ایک ملاقاتی نے باصرار اتار لیا۔ اس لئے وارث العلوم بھی چلا گیا کہ شاید تم وہاں[3] ہو۔

مدرسہ میں سال آئندہ دورہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور امید ہے کہ جماعت کافی بڑی ہوگی۔ اگر تم آنا چاہو گے تو ان شاء اللہ انتظام ہو جائے گا۔

سب حضرات بخیریت ہیں۔ سلام پہونچا دیا گیا۔ والسلام

یکم رجب ۶۲ھ مفتاح العلوم مطابق ۵ جولائی ۴۳ء

---

[1] حضرت الاستاد مولانا عبداللطیف نعمانی ۱۹۴۲ء کی تحریک میں گرفتار کر لئے گئے تھے کہ وہ کانگریس کمیٹی کے ذمہ داروں میں تھے۔

[2] ۱۹۴۲ء کی تحریک میں خاکسار نے دس دنوں تک حکومت برطانیہ کے خلاف بہت ساری تقریریں کی تھیں۔ اخیر میں امریکن فوج آئی۔ تو کنٹرول ہو گیا اور میں مئو سے پیدل گیارہ دنوں چل کر وطن دربھنگہ آ گیا تھا۔ میرے نام بغاوت کا وارنٹ تھا ظفیر

[3] وارنٹ کے منسوخ ہونے کے بعد اگلے سال مئو جا کر دورۂ حدیث میں شریک ہو گیا تھا۔

(۳)

بخیریت ہوں۔ اور خیریت کے لئے داعی۔ کل پرسوں تک شاید میرا جانا اعظم گڑھ ہو تو یاددہانی کر دوں گا۔ اور اگر نہ ہوا تو خط لکھ دوں گا۔ منی آرڈر بنام مولوی عبدالجبار صاحب پہونچ گیا۔ مولوی صاحب بھی بخیریت ہیں۔ یہاں چارشنبہ کو عید ہوئی۔ بچے بخیریت ہیں۔ تمہارے اساتذہ واحباب بھی بخیروعافیت ہیں۔ اس سال امید ہے کہ مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہوگا۔ ابھی تاریخ مقرر نہیں ہوئی۔ اپنے والد صاحب کو سلام کہو۔

۴ر شوال ۶۳ھ مئو۔ مطابق ۲۲ر ستمبر ۴۴ء

(۴)

سلام مسنون و دعائے عافیت کے بعد معلوم ہو کہ رمضان سے لے کر اب تک ایسی الجھنوں میں تھا کہ تم کو بلا واسطہ خط لکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ بہرحال اب غور وفکر کے بعد تمہارے حق میں میں نے یہی بہتر خیال کیا ہے کہ چند دنوں یہیں مدرسہ میں رہو۔ مدرسہ سے کھانے کے علاوہ کچھ وظیفہ مقرر کر دیا جائے گا۔ فتویٰ نویسی یا تدریس جس کا تم کو شوق ہو اس کی مشق ہم لوگوں کے زیر نگرانی کرو۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ لہٰذا اگر صحت ہو گئی ہو تو جلد آجاؤ۔ میں نے اس سال کمیٹی میں اپنی یہ تجویز رکھ کر پاس کرالی ہے کہ مدرسہ میں اپنے یہاں کے فارغ التحصیل دو تین لڑکے مختلف شعبوں میں رکھ کر ان سے مختلف چیزوں کی مشق کرائی جائے۔ اگر تمہارے آنے میں دیر ہو تو فوراً مطلع کرو اور اندازہ سے اپنے آنے کی تاریخ بتاؤ۔

والسلام مفتاح العلوم مئو اعظم گڈھ

۲۶ ذالحجہ ۶۳ھ ۱۳ر دسمبر ۴۴ء

(۵)

خیریت ہے۔ والد صاحب بالکلیہ تو نہیں لیکن پہلے سے اچھے ہیں۔ مدرسہ کے حالات بدستور سابق ہیں۔ آئندہ جمعہ تک شاید کمیٹی ہو تو اس میں ممکن ہے میری گفت گو آئے۔ سید صاحب راندیر سے واپس آگئے۔ ان کا ایک خط تمہارے نام آیا ہے۔ جو میرے پاس موجود ہے۔ اس میں انھوں نے اپنی نسبت لکھا ہے کہ "انشاء اللہ رمضان میں قیام رہے گا"

میں اب تک اعظم گڈھ نہیں جاسکا۔ ممکن ہے کل پرسوں چلا جاؤں۔ سب لوگ بخیریت ہیں۔ مولوی عبدالجبار صاحب و مختار صاحبان سلام کہتے ہیں۔

۲۶؍شعبان ۶۴ھ ۴؍ستمبر ۴۵ء

(۹)

میں شعبان کی آخری تاریخ کو اعظم گڈھ گیا تھا۔ وہاں معلوم ہوا کہ تم نے سید صاحب کی اجازت سے والدین کی مرضی مقدم رکھی ہے۔ میرے پاس بھی تمہارے شاید دو خط آئے۔ دوسرے کا جواب میں نے اس لئے نہیں دیا کہ رمضان میں ایک بار اعظم گڈھ جانے کا قصد تھا۔ وہ تو پورا نہیں ہوا لیکن اس عرصہ میں یہاں کے حالات نے تمہارے لئے تذبذب کی صورت ختم کر دی۔ مختصر قصہ یہ ہے کہ ناظمان نے از راہ کینہ پروری (جس کی بنیاد وہی تحریر تھی جس کو مدرس دوم صاحب نے اپنی لاپرواہی سے ناظم کو دکھا دیا تھا) کمیٹی میں تمہارے خلاف ایک مقدمہ دائر کر دیا۔ کچھ شبہ نہیں کہ اس میں مجھ سے زیادہ مولوی عبداللطیف صاحب نے تمہاری طرف سے صفائی پیش کی۔ لیکن دوسری کمیٹی میں ان لوگوں کی کوشش سے اکثریت نے تمہاری عارضی ملازمت کا سلسلہ ختم کر دیا۔ کمیٹی میں صرف میں نے یہ کہا کہ ان کو ضرور رکھنا چاہیئے۔ باقی کسی نے تائید نہیں کی۔ دوم صاحب نے کوئی رائے دینے سے انکار کر دیا۔ بہرحال اب ندوۃ والی صورت متعین ہے۔ اور اس کے لئے سید صاحب جس امر کی ضرورت ظاہر فرمائیں اس کی کوشش کی جائے گی۔ میرا معاملہ یہ ہے کہ میں نے اب تک قبول ملازمت سے انکار کیا ہے۔ اب وہ لوگ شاید پھر جلسۂ عام کرکے مجھ کو مجبور کرنے کی کوشش کریں۔ نتیجہ کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ مگر ارادہ تب بھی نہیں ہے۔ والسلام

۳؍ستمبر ۴۵ء ۲۵؍شعبان ۶۴ھ

لہ جیسا کہ پہلے گرامی نامہ میں ہے مجھے فتویٰ نویسی اور تدریس پر لگا دیا گیا۔ محرم سے شعبان تک ایک سال خدمت تدریس اور فتویٰ نویسی انجام دی تھی۔ اس کا اثر حضرت الاستاد پر یہ ہوا کہ آپ بھی تدریس پر تشریف نہیں لائے۔

(۷)

ایک کارڈ اس سے قبل ملا ہوگا۔ اب جبکہ تمہارا مشورہ طلب خط پہونچ گیا تو یہ دوسرا خط لکھ رہا ہوں۔ میرے نزدیک موجودہ حالت میں یہی بہتر ہے کہ نگرام کی ملازمت قبول کرلو[1]۔ آج غالباً سید صاحب بھی لکھنؤ روانہ ہوں گے۔ مولانا اویس اور مولانا حمید الدین صاحبان کی خدمت میں سلام مسنون۔ مولوی عبد الجبار صاحب سلام کہتے ہیں۔ نگرام میں رہ کر تعلیم کے ساتھ مطالعہ بھی کروگے تو بہت کافی نفع ہوگا۔ مولانا اویس صاحب کے والد صاحب سے بہت مدد ملے گی۔ انشاء اللہ۔

۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۵ء ۱۶ر شوال ۶۴ھ از مئو

(۸)

رقعہ ملا، حالات معلوم ہوئے۔ اور حالات معلوم[2] کرکے خوشی ہوئی۔ احکام[3] مسجد کچھ کتاب الصلوٰۃ اور بعض کتاب الوقف میں ہیں۔ اور بعض دیگر متفرق ابواب میں۔ مصر میں ایک مفید رسالہ چھپا ہے جس کا نام اصلاح المساجد عن البدع والفوائد ہے۔ میں دردِ کمر وغیرہ سے پریشان رہتا ہوں۔ آج کل کام نہیں کرتا۔ صرف مدرسہ پڑھانے جاتا ہوں۔ ابھی لکھنؤ سے دعوت نامہ آیا ہے۔ مگر جانے کی ہمت نہیں ہوتی۔ بہرحال اگر ارادہ کیا تو منگل تک اطلاع کروں گا۔ مولانا محمد انیس صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ خط کے جواب میں بھی اسی لئے دیر ہوئی کہ کسی کام میں جی نہیں لگتا۔ والسلام۔ والد صاحب و مولوی عبد الجبار صاحب سلام و دعا کہتے ہیں۔

۲۴ر ذی الحجہ ۶۴ھ ۲ر جنوری ۱۹۴۶ء مئو

---

[1] مفتاح العلوم کی عارضی ملازمت ختم ہونے کے بعد خاکسار ندوہ برائے تعلیم چلا گیا تھا اور اس کے آخری درجہ عربی میں داخلہ کرالیا تھا مگر مولانا اویس نگرامی مصر ہوئے کہ نگرام مدرسہ معدن العلوم کی صدر مدرسی قبول کرلو۔ اور مشکوٰۃ وغیرہ کا درس دو، حضرت کے مشورہ کے بعد نگرام چلا گیا۔ ظفیر [2] نگرام میں تدریسی خدمات کی تفصیل معلوم کرکے خوشی کا اظہار فرمایا۔
[3] نظام مساجد کے کام کے سلسلہ میں مشورہ چاہا گیا تھا۔

(۹)

ابھی میری طبیعت مضمحل ہی رہتی ہے۔ گو پہلے سے کچھ قوت محسوس کرتا ہوں۔ لکھنؤ نہ آسکا۔ اس کا افسوس ہے۔

ثلاثیات سے یہ مراد ہے کہ صاحب تصنیف (مثلاً بخاری و دارمی) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین راویوں کے واسطے ہوں۔ مثلاً حدیث بخاری، حدثنا المکی بن ابراھیم حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمۃ الاکوع قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من یقل علی مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

انما کا ترجمہ جز ایں نیست (یعنی اس کے سوا نہیں کہ) ہونا چاہیئے۔ میں مختلف ترجمے کرتا ہوں۔ انما انا بشر (میں تو بس بشر ہوں) انما بعثت معلماً (میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا) الی غیر ذالک

۱۶ محرم ۶۵ھ ۲۱ جنوری ۴۶ء

(۱۰)

خیریت ہے۔ مدرسہ جاتا ہوں۔ اور کام جاری ہے۔ آج کل الکشن کی دھوم دھام ہے۔ مولوی عبداللطیف صاحب زیادہ اسی کام میں مصروف رہتے ہیں۔ مولوی عبدالجبار صاحب بخیر ہیں۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ تم یکسوئی کے ساتھ اپنا کام کر رہے ہو۔ محنت کا یہی وقت ہے۔ اور اس وقت کی محنت کام بہت آئے گی۔ میرا حال یہ ہے کہ اسی عمر میں تھک گیا۔ اب کام نہیں ہوتا۔ مطالعہ سے جی گھبراتا ہے۔ اس لئے اس وقت کو غنیمت سمجھو۔ والسلام

۲۸ جنوری ۴۶ء ۲۳ محرم ۶۵ھ

(۱۱)

خط پہونچا۔ حالات معلوم ہوئے۔ انشاءاللہ یہ صورت مفید تر ہوگی۔ محنت سے مطالعہ کر کے پڑھاؤ۔ اور مولانا کے کتب خانہ سے فائدہ اٹھاؤ۔ طلبہ میں سچی مذہبیت اور دینداری کا جذبہ پیدا کراؤ۔ خود بھی استقلال اور اخلاص سے کام کرو۔ آج عالم اور مولوی کہلانے والے

سلہ یعنی تدریسی خدمت اور اس کے ساتھ تصنیف و تالیف۔ ظفیر

بہت ہیں. مگر صحیح معنوں میں عالم عنقا ہو رہے ہیں. مولوی ادریس صاحب کے والد بزرگوار کی خدمت میں سلام مسنون۔

۳ر ذی الحجہ ۶۴ھ ۹ر نومبر ۴۵ء

(۱۲)

عزیزم سلمہ اللہ السلام علیکم

خیریت ہے. آج کل یہاں قصبہ میں کچھ کچھ ہیضہ کی شکایت ہے. اب تمہاری طبیعت اچھی ہو گی. کل میں نے بھی ایک خط سید صاحب کو محض دریافت خیریت کے لئے بھیج دیا ہے. اور سب حالات ویسے ہی ہیں جیسے تم نے دیکھے تھے. والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی مئو
۱۹ر رمضان ۶۵ھ ۱۴ر اگست ۴۶ء

(۱۳)

۱۴ر شوال سے میں بھی بیمار تھا. تقریباً ۲۰ دن صاحب فراش رہا. لرزہ بخار کا عارضہ تھا. اب چلتا پھرتا ہوں. ایک وقت مدرسہ بھی جاتا ہوں. مگر نقاہت وضعف بہت ہے. آج پہلے دن خطوط کے جوابات لکھنے بیٹھا ہوں. خوشی ہوئی کہ اس سال تم نے بیضاوی پڑھانے کی ہمت[1] کی۔ خداوند تعالیٰ مدد فرمائے. مولوی صاحب سلام کہتے ہیں۔

حبیب الرحمن الاعظمی مئو
۱۶ر ذیقعدہ ۶۵ھ ۱۲ر اکتوبر ۴۶ء

(۱۴)

عزیز من اسعدک اللہ فی الدارین

مجھے یاد نہیں کہ آنعزیز کے کسی خط کا جواب نہ دیا گیا ہو. میں بحمد اللہ تعالیٰ مع الخیر ہوں. رشید احمد سلمہ اللہ کی طبیعت اب تک بالکلیہ صاف نہیں ہوئی ہے. پڑھنا لکھنا اب تک

---

[1] بنگرام مدرسہ معدن العلوم میں اوّلاً اس کتاب کے پڑھانے کا موقع ملا تھا۔ ظفیر

متروک ہے۔ گو پہلے سے بہت اچھا ہے.....

تکمیل کا خیال بہت مبارک خیال ہے۔ میں اپنی سستی و مشغولیت کی وجہ سے کسی سے کیا وعدہ کروں۔ خصوصاً اس وقت کہ علمی کام میں نے تقریباً بالکل چھوڑ رکھے ہیں۔ صرف تین اسباق مدرسہ جاکر پڑھا آتا ہوں۔ میں کیا کہوں۔ مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ علم کی روشنی ہندوستان میں برابر کم ہوتی جارہی ہے۔ مدرسہ کی تعداد بڑھ رہی ہے اور علم کم ہوتا جارہا ہے۔ علماء کو بھی احیاء علم کا خیال نہیں ہے۔ ایسے افراد شاذ و نادر دیکھنے میں آتے ہیں۔ جن کو علمی ترقی کا خیال ہو۔ بڑے سے بڑے مدرسہ میں بھی غوغا کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

بہرحال میں ابھی کچھ نہیں کہتا۔ البتہ یہ لکھو کہ کن (علمی) کمزوریوں کی تلافی کا خیال ہے۔ تو شاید غور کرکے میں کوئی صورت بتا سکوں۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی مئو

۲۱ فروری ۱۹۴۷ء ۲۸ ربیع الثانی ۶۶ھ

(۱۵)

عزیزمن! سلمہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بے شک اس سے بھی پہلے کا تمہارا ایک خط آکر رکھا ہے۔ مگر اب میں بہت پریشان اوقات ہوں۔ ع لا ینبغی ارب الا الی ارب

مجھے رشید صاحب[1] کے آمد کی اطلاع ملی تھی مگر اعظم گڈھ تک جانے کا موقع بھی نہ نکال سکا۔ مجھے تمہاری فکر ہے۔ غافل نہیں ہوں۔ اگر ڈابھیل پسند ہو تو وہاں بھی لکھ سکتا ہوں مگر کام میں عجلت نہ چاہیئے۔ جو کیا جائے خوب سوچ کر کیا جائے۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی مئو

۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ

---

[1] علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۶)

اس سے قبل ایک جوابی کارڈ ملا تھا۔ اس تردد میں کہ جواب کہاں بھیجوں وہ پڑا رہ گیا۔ نیا بھوجپور ضلع آرہ میں مدرسہ اشرفیہ کے ناظم تین مبلغوں کی تلاش میں ہیں۔ میں نے ان کو تین نام دیئے ہیں۔ ان میں ایک تمہارا نام بھی ہے۔ سردست ۴۵، ۵۰ دیں گے۔ آس پاس کے دیہاتوں میں تبلیغ کرنا ہوگی۔ چندہ وصول کرنا نہیں ہوگا۔ عبدالقیوم آروی کا نام بھی دے دیا ہے۔ ان کا پتہ یاد ہو تو ان کو مطلع کر دو۔ اور لکھ دو کہ جو رائے ہو اس سے مجھ کو آگاہ کریں۔ بعد رمضان یہ کام شروع ہوگا۔ اگر نگرام جانے کو تمہارا دل نہ چاہے تو کچھ دن یہ کام بھی دیکھو۔

میں چھ جولائی کو چھپرہ ایک کام سے گیا تھا۔ ٹرین میں بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے ہمت نہیں ہوئی۔ ورنہ مستی پور تک تفریحاً جانے کو دل چاہتا تھا۔ اس مصیبت کی وجہ سے لکھنؤ گئے ہوئے ایک مدت ہو گئی۔ معلوم نہیں یہ مصیبت کب ختم ہوگی۔

نظام مساجد ابھی نہ بھیجو۔ میں بہت پریشان اوقات ہوں۔ کوئی کام نہیں ہوتا۔ نہ جی لگتا ہے۔ خطوط کے جوابات بھی بجبر لکھتا ہوں۔ سب عزیز بخیر ہیں۔ مولوی عبدالجبار صاحب بھی بخیریت ہیں۔ سلام کہتے ہیں۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی۔ مئو

۲۰ شعبان ۶۶ھ ۱۰ جولائی ۴۷ء

(۱۷)

اس سے پہلے ایک خط لکھ چکا ہوں کہ اگر نگرام جانے کو جی نہ چاہے تو مدرسہ اشرفیہ بھوجپور جدید کی طرف سے تبلیغ کا جو سلسلہ جاری ہونے والا ہے۔ اس میں داخل ہو جاؤ۔ یعنی مبلغ کی حیثیت سے وہاں کی خدمت قبول کر لو۔ تنخواہ پچاس روپے ماہوار دلوا دی جائے گی۔ ان شاء اللہ اگر یہ نہ ہو تو پھر امامت و تقریر کے لئے ابھی ایک عالم کی طلبی کا خط اٹاوہ سے آیا ہے۔ مدرسی کی جگہ بھی مل سکتی ہے۔ تعجب ہے ابکی دفعہ تم نے جواب میں کیوں اتنی تاخیر کی۔ بہر حال بھوجپور کی نسبت فوراً اپنے خیال سے مطلع کرو۔ تاکہ ان لوگوں کو کچھ لکھ دیا جائے اس سے پہلے میں نے عبدالقیوم آروی کے پاس تم سے خط لکھنے کے لئے کہا تھا۔

اس کا بھی کچھ حال معلوم نہیں مجبوراً آج خود ہی اس کو بھی لکھ رہا ہوں۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی مئو

۱۷ ر رمضان المبارک ۶۶ھ ۵ راگست ۱۹۴۷ء

(۱۸)

عزیزم سلمہ اللہ   السلام علیکم

جواب میں دیر ہوئی، آج کل طبیعت ناہموار ہے۔ کچھ بخار رہتا ہے اور یوں بھی یکسوئی نصیب نہیں ہے۔ تمہارے متعلق سوچ رہا ہوں کہ اگر کسی دوسری جگہ معقول انتظام نہ ہو تو کیا کروں۔ مئو بلالوں۔ لیکن یہاں ذریعۂ معاش کی کیا صورت کروں۔ کبھی سوچتا ہوں کہ کوئی تنخواہ مقرر کر کے تم کو دوکان پر بٹھادوں کہ یہیں صبح سے ۳ بجے تک لکھا پڑھا کرو۔ اس لئے کہ اتنے وقت میں شاذ ونادر بکری ہوتی ہے۔ لیکن ابھی اس صورت پر بھی دل کو اطمینان نہیں ہے۔ ایک اور صورت بھی دماغ میں ہے۔ بہرحال غور کر کے پھر لکھوں گا۔ ابھی کچھ دن اور گذار دو۔ بھوجپور میں نیا انتظام ہے۔ مالی دقت سامنے ہے۔ اس درمیان میں جو نئی بات پیش آئی ہو ان سے مطلع کرو۔ مولانا صاحبان سے سلام کہہ دو۔ مولوی عبدالجبار وغیرہ سلام کہتے ہیں۔

حبیب الرحمن الاعظمی مئو

۴ ر ذی قعدہ ۶۶ھ ۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

(۱۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ   السلام علیکم

خیریت ہے، خدا کرے تم بھی بعافیت ہو۔ آج کل بے حد عدیم الفرصۃ ہوں۔ ناظم صاحب[1] نے اپنے عہدہ سے سبکدوشی حاصل کر لی ہے۔ عارضی طور پر یہ بار بھی مجھے ہی اٹھانا پڑا۔ تعمیر[2] کا کام بہت تیزی سے جاری ہے۔ بقرعید سر پر ہے۔ اس کے ساتھ دورہ (حدیث)

---

[1] یعنی حضرت مولانا محمد ایوب صاحب ناظم مدرسہ مفتاح العلوم مئو نے

[2] حضرت الاستاذ نے مفتاح العلوم کے بہت سارے کمرے تیار کرائے

کے اسباق کی تعلیم بھی جاری ہے۔ اس لئے نظام[1] مساجد کی طرف توجہ کرنے کے لئے کہاں سے وقت لاسکتا ہوں، تاہم مجھے اس کی فکر ہے۔

تجہیز و تکفین پر ایک اچھا رسالہ ۱۲۳۰ھ کا لکھا ہوا طبع ہوچکا ہے مفصل و معتبر ہے۔ ضخامت ۳۶ صفحات، زبان اردو، مصنف مولانا سید حیدر علی رامپوری کے شاگرد مولوی محمد عمران رامپوری ہیں۔ اس رسالہ کو سامنے رکھنے کے بعد ضرورت ہو تو دوسرا رسالہ لکھو۔ یا اسی کو ملخص و مرتب کرو۔ مولانا صاحبان سے سلام کہہ دو۔ عید اضحیٰ میں مکان جانا ہو تو اطلاع کرنا۔

حبیب الرحمن الاعظمی
۲۸ ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

(۲۰)

عزیزم سلمہ اللہ السلام علیکم

تمہارے خطوط پہونچتے رہے۔ ایک خط کا جواب اس لئے نہیں دیا کہ اس کے بعد ہی کانفرنس کی شرکت کے لئے لکھنؤ جانا تھا اور تم نے بھی لکھنؤ جانے کو لکھا تھا لیکن وہاں تم سے ملاقات نہ ہوئی، معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے تم نہ آسکے۔ تمہارے بھائی صاحب[2] ملے تھے۔ دوسرے خط کا جواب اس لئے نہیں دیا کہ اس خط سے یہ فیصلہ مشکل ہوگیا کہ تم جواب پہونچنے کے وقت مکان پر ہوگے یا نگرام، اس لئے گھر خط لکھوں یا نگرام۔

بہرحال سانحہ[3] اگر پسند ہے تو وہیں قیام کرلو۔ نگرام سے جی اکتا گیا ہے تو بے دلی کے ساتھ وہاں رہنے سے اچھا یہی ہے کہ دوسرا انتظام کرلیا جائے۔ اس وقت میرے پاس ڈابھیل سے متواتر خطوط اور تار آرہے ہیں کہ کوئی ایسا مدرس دیجئے کہ مشکوٰۃ و جلالین وغیرہ بخوبی پڑھا سکے۔ یہاں پر تو کوئی جانے کے لئے آمادہ نہیں ہے۔ اگر تم آمادہ ہو تو میں وہاں

---

[1] میں طلب جا جتا تھا پورے مسودے پر حضرت نظر ثانی فرمادیں [2] حضرت مولانا عبدالرحمن موجودہ امیر شریعت بہار و اڑیسہ
[3] یعنی دارالعلوم معینیہ سانحہ ضلع مونگیر ۱۶ جنوری ۱۹۴۸ء میں وہاں سے منتقل ہونا پڑا اور یہاں کی مدرسی قبول کرلی۔

لکھوں: پچھتر روپے دینے کے لئے وہاں کے مہتمم نے لکھا ہے۔ مگر میں نوّے کے لئے لکھوں گا۔ اگر خیال ہو تو فوراً جواب دو۔

مولوی عبدالجبار و رشید احمد سلمہما اللہ بخیر و عافیت ہیں۔ رشید احمد سلمہ اللہ امسال دورہ میں ہیں۔ حق تعالیٰ سے التجا ہے کہ ان کو علم نافع و عمل صالح کی دولت عطا فرمائے۔ اور تعلیم و تعلم کا شوق و اشاعت دین کا جذبہ دے ع

فرزند مرا عشق بیاموز و دگر ہیچ

حبیب الرحمٰن الاعظمی مئو۔ اعظم گڈھ

۱۲ ربیع الاول ۶۷ھ ۲۴ جنوری ۱۹۴۸ء

(۲۱)

عزیزم السلام علیکم

خیریت ہے۔ تمہاری خیریت مطلوب ہے۔ بہتر ہے۔ خدا کرے وہیں دلجمعی نصیب ہو جائے۔ "نظام مساجد" کو پہلے تو کچھ کچھ دیکھا تھا۔ اب بہت دنوں سے ادھر توجہ نہیں ہوئی۔ خط آنے کے بعد بھی موقع نہ پا سکا۔ میں بار بار لکھ چکا کہ اب میں بالکل بیکار ہو گیا ہوں۔ صبح کو ناشتہ کے بعد مدرسہ جاتا ہوں۔ ۱۲ ۱/۲ بجے یا ایک ڈیڑھ بجے واپس آتا ہوں۔ کھانا کھاتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں۔ پھر مدرسہ جاتا ہوں تو ساڑھے سات آٹھ بجے شب میں واپس آتا ہوں۔ بتاؤ، "نظام مساجد" کب دیکھوں۔ پھر ایک دفعہ ہمت کروں گا کہ کم از کم یہ کام تو ہو جائے۔ دیکھو خدا کو کیا منظور ہے۔ مولوی عبدالجبار صاحب سلام کہتے ہیں۔

والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی۔ مئو اعظم گڈھ

۵ ربیع الثانی ۶۷ھ ۱۶ فروری ۴۸ء

(۲۲)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم

خیریت ہے اپنی خیریت لکھو۔ مہتمم مدرسہ ڈابھیل کا پرسوں ایک خط ملا ہے۔ انہوں نے مزید ایک مدرس کی ضرورت ظاہر کی ہے۔ اگر تم آمادہ ہو تو فوراً مجھے مطلع کرو۔ مشکوٰۃ جلالین، ہدایہ وغیرہ غالباً پڑھانے کو ملیں۔ ابوداؤد یا نسائی کا بھی امکان ہے۔ کم از کم ایک سو پچیس کے لئے لکھوں گا۔ کھانا اپنے پاس سے کھانا ہوگا۔ جانے کے لئے سفرخرچ وہ دیں گے۔ جواب بہت جلد دو۔ میں اپنی رائے زبانی ظاہر کرچکا ہوں۔ وہاں مطالعہ کے علاوہ اہل علم کی صحبت بھی حاصل ہوگی۔ قاضی اطہر وغیرہ خوش معلوم ہوتے ہیں۔ وہاں کا طرزِ تعلیم یہ ہے کہ عبارت پڑھنے کے بعد استاد پوری عبارت کا خلاصہ خوب واضح بیان کرجائے۔ پھر ترجمہ مع تطبیق، اس سے طالب علم خوب خوش ہوتے ہیں۔ درمیان میں حاشیہ یا لغت دیکھنے سے طلبہ کو بداعتقادی پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہاں کا حال ہے۔

مولوی یوسف صاحب بنوری[1] وہاں صدر مدرس ہیں۔ اور اچھی نظر رکھتے ہیں۔ چند کتابوں کے مصنف ہیں۔ ایک دفعہ تم نے قیام اللیل[2] کے لئے لکھا تھا وہ نہ میرے پاس ہے نہ مدرسہ میں۔ مگر میں اس کو پڑھ چکا ہوں۔ مجھے یاد آتا ہے کہ ملتان کی چھپی ہوئی ہے۔ بہت اچھی کتاب ہے۔ اور اس کا مصنف بلند پایہ محدث وحافظ ہے۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی مئو اعظم گڈھ

۱۴ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ ۱۸ ستمبر ۱۹۴۸ء

---

[1] صاحب معارف السنن تلمیذ حضرت کشمیری

[2] مصنف محمد بن ابونصر مروزی میں نے بعد میں یہ کتاب کہیں سے حاصل کرلی تھی۔

(۲۳)

عزیزم سلمہ اللہ   السلام علیکم

میں نے ڈابھیل[۱] جو خط لکھا تھا۔ اس کے جواب میں ایک تار اور ایک خط آیا ہے۔ میں نے ایک سو پچاس کے لئے زور دیا تھا، مگر انھوں نے سر دست ایک سو پچیس ۱۲۵ منظور کئے ہیں۔ اور بہت تاکید کی ہے کہ اگر منظور کر لیں تو بہت جلد بھیج دیجئے۔ تعجب ہے کہ میں نے ان سے پہلے تمہیں کو خط لکھا تھا مگر تمہارا جواب اب تک نہیں آیا۔ بہرحال اب جو رائے ہو مفصل لکھو۔ میں اپنی رائے پہلے خط میں مفصل لکھ چکا ہوں۔ میں نے شاید لکھا ہے کہ دورہ کی بعض کتابیں بھی ممکن ہے ملیں۔ ان کے خط سے معلوم ہوا کہ اگر دورہ میں چل سکیں تو (۱۵۰) ہی دیں گے۔ اب یہ تمہاری محنت وہمت پر موقوف ہے۔ جلد سے جلد جواب دو۔ بلکہ اگر منظور ہو تو منظوری کی اطلاع تار سے دے کر روانگی کے وقت کی بابت خط لکھو۔ یا کوئی دریافت طلب بات ہو تو اس کو بھی میرے خیال میں موقع مناسب ہے۔ اور ان اطراف کے لوگ بھی اب وہاں پہونچ گئے ہیں۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی۔ مؤاعظم گڈھ
یکم اکتوبر ۱۹۴۸ء، ۲۷ ذی قعدہ ۶۷ھ

(۲۴)

عزیزم سلمہ اللہ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کل ایک خط لکھ چکا ہوں۔ اسباق کی طرف سے اطمینان رکھو۔ ہمت کرکے دورہ کا کوئی ایک سبق از قسم ابوداؤد و نسائی بلکہ مسلم شریف میں بھی مضائقہ نہیں ہے لے لو معقولات کی نسبت میں ان کو لکھ دوں گا۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی
یکم اکتوبر ۴۸ء یوم الجمعہ ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ

---

[۱] حضرت: تقاضہ پر ڈابھیل گیا۔ دو ماہ پڑھایا مگر سخت بیمار ہو کر واپس آنا پڑا۔

(۲۵)

عزیزم سلمہ اللہ! السلام علیکم

تمہارے سب خطوط مل گئے۔ میں نے پرسوں تار دے دیا ہے کہ "مولوی ظفیر الدین ۱۲۵ سے کچھ زائد پر راضی ہو گئے ہیں۔ لہٰذا آج ان کو خط لکھ دیتا ہوں کہ سر دست ۱۳۵ دیجئے اور اگر دورہ کی کتاب دیجئے اور اس میں وہ آپ کے معیار کے مطابق ہوں تو ۱۵۰۔ یہ معاملہ کی گفتگو ہے اس کو یاد رکھنا۔

معقولات کے اسباق کی نسبت نیز ہدایہ آخرین کے باب میں بھی ان کو لکھ دوں گا۔

میرے خیال میں اواخر ذی الحجہ[۱] میں وہاں پہونچ جانا چاہئے۔ فقط

حبیب الرحمٰن الاعظمی۔ مئو

۱۸؍ اکتوبر ۴۸ء ۱۴؍ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ

(۲۶)

عزیزم سلمہ اللہ! السلام علیکم

سید[۲] صاحب سے اعظم گڈھ میں ملاقات ہوئی تھی۔ اب شاید گھر گئے ہوں۔ تمہارا ذکر بھی انہوں نے کیا تھا۔ تاریخ المساجد کا مواد اردو تاریخ جدولیہ میں بھی ہے۔ اقبال نامہ، جہانگیری میں بھی مجھ کو دو ایک مسجدوں کا ذکر یاد آتا ہے۔ بنارس کی دو ایک مختصر تاریخیں کبھی میں نے پڑھی تھیں۔ موقع ہو گا تو ان کی تلاش کراؤں گا۔ جونپور کی جامع مسجد کی نسبت مجھے یاد ہے کہ وہ ۸۵۲ھ میں بنی ہے۔ بہت سی تاریخوں میں جامع دمشق کا ذکر موجود ہے۔ ہندوستان کی تاریخیں پڑھی جائیں تو بہت سی مسجدوں کا حال منتشر طور پر ان میں موجود ہے۔ انشاء اللہ میں خیال رکھوں گا۔ اب ایسی جو بات نظر سے گذرے گی تم کو اطلاع دوں گا۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

۱۰؍ جون ۱۹۵۰ء ۲۴؍ رمضان ۱۳۶۹ھ

---

[۱] شروع محرم میں حاضر ہو گیا تھا [۲] علامہ سید سلیمان ندوی

(۲۷)

بنارس ۱۰ رمضان المبارک ۶۹ھ

عزیزم سلمہ اللہ السلام علیکم

میں دل بہلانے کو دو ایک دن کے لئے بنارس آگیا ہوں۔ یہاں پہونچ کر ایک کتاب دیکھنے کا موقع ہوا۔ اس میں بنارس کی مسجدوں کی ایک فہرست درج ہے۔ اس کی رو سے بنارس میں ۲۶۷ مسجدیں ہیں۔ مسجدوں کا پورا پتہ نام متولی وغیرہ بھی درج ہے۔ قدیم شاہی مساجد کا تفصیلی تذکرہ بھی کیا ہے۔ اس کتاب کا نام مرقعِ بنارس ہے۔ میں نے عزیزم مولوی محمد عبدالحمید صاحب مکی مدرس مظہر العلوم کچی باغ بنارس سے کہہ دیا ہے کہ مذکورہ بالا فہرست کی ایک نقل تمہارے پاس بھیج دیں۔ سید صاحب کی خبر اخبارات میں پڑھی ہوگی۔ مولوی عبدالجبار صاحب سلام کہتے ہیں۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

۵ جولائی ۵۰ء ۲۹ رمضان ۱۳۷۰ھ

(۲۸)

پٹھان ٹولہ مئو ۱۱ ربیع الثانی ۷۰ھ

۲۰ جنوری ۱۹۵۱ء

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمہارا خط ابھی ملا۔ مختار ملے نہیں کہ میں دریافت کرسکوں۔ میں نے تو یہی سمجھا تھا کہ اس نے تمہارے خط کے جواب میں میری واپسی کی اطلاع کردی ہوگی۔

بمبئی میں مولانا عتیق الرحمن[1] مدیر برہان بھی ملے تھے۔ اور دیر تک تمہاری نسبت مجھ سے سوالات کرتے رہے۔ نظام مساجد کے چھپوانے کا خیال بھی انہوں نے ظاہر کیا۔ میں نے تمہارے باب میں ان سے اطمینان بخش کلمات کہے۔ اور انہوں نے حسن ظن کی بنا پر یہ کہا کہ

---

[1] حضرت مفتی عتیق الرحمن عثمانی ناظم ندوۃ المصنفین دہلی

اطمینان کے لئے یہ تعلق ہی کافی سے زائد ہے۔

چند دنوں سے میں نے حماسہ اور ابن ماجہ پڑھانا شروع کر دیا ہے۔ برہان میں تمہارا مضمون پڑھا۔ زادک اللہ علماً واسعدک فی الدارین ونفعک بالعلم وعملک ماینفع وسلک بک مسلک المحبۃ ورضاہ۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۲۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم

میں نے کسی خط میں تاریخ مساجد کی نسبت دریافت کیا تھا کہ تمہارے پیش نظر دنیا کی تاریخ مساجد ہے یا تاریخ مساجد ہند، یا اور کچھ۔ میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ ممکن ہے کہ میں بھی کچھ حوالے بتا سکوں۔ اس سلسلہ میں اب تک کیا کام ہوا ہے۔ میں نے حضرت مولانا شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ایک مرثیہ لکھا ہے۔ شاید اس ماہ کے برہان اور معارف میں آجائے۔ الفرقان میں تمہارا مضمون پڑھا۔ بارک اللہ فیک۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

مارچ ۱۹۵۰ء

(۳۰)

مئو۔ ۱۵ ا ۱۳۷۰ھ

۲۲ فروری ۱۹۵۱ء

گرامی سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم

مولوی عتیق الرحمٰن صاحب[1] سے گفتگو ہوئی تھی۔ اس سے میں نے اس وقت اندازہ لگایا تھا کہ کتاب ضرور چھپ جائے گی۔ آج کل ان کا کوئی خط نہیں آیا، ورنہ ان سے پوچھتا کہ کیا دیر ہے۔ جونپور کی ایسی کوئی تاریخ جس میں وہاں کی عمارات کا ذکر ہو اس وقت ذہن میں نہیں ہے۔

---

[1] حضرت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی ناظم ندوۃ المصنفین دہلی

سوچوں گا۔ ہماری جامع مسجد جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہاں کی بنوائی ہوئی ہے۔ اس کے امام کی تنخواہ کے باب میں ایک فرمان میرے پاس محفوظ ہے۔ اس کی نقل ان شاء اللہ بھجواؤں گا۔ تاریخ مساجد[1] کا خیال رکھوں گا۔ جب جب کوئی بات یاد آئے گی لکھوں گا۔

حبیب الرحمٰن

(۳۱)

۲۰ اگست ۱۹۵۱ء

عزیزمن   السلام علیکم

دونوں خط ملے۔ سید[2] صاحب دام ظلہ کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ مجھ کو بھولے نہیں ہیں۔ مجھ کو بھی کسی کے پاکستان چلے جانے کا کوئی رنج نہیں لیکن حضرت مولانا شبیر احمد (عثمانی) رحمۃ اللہ علیہ اور سید صاحب کے پاکستان منتقل ہو جانے کا صدمہ دل سے کبھی نہیں جا سکتا۔

پہلے جب کبھی جی گھبراتا تھا تو دن بھر کے لئے اعظم گڈھ چلا جاتا تھا۔ سید صاحب سے جی بھر کے باتیں ہوتی تھیں، اور سارا غم غلط ہو جاتا تھا۔ افسوس کہ اب یہ سہارا بھی نہیں رہا۔ شاید نومبر میں ایک آدھ گھنٹے کے لئے دارالمصنفین گیا تھا۔ پھر جب سے آج تک نوبت نہیں آئی۔ سید صاحب کو میرا سلام لکھو، اور لکھو کہ دعا میں نہ بھولیں۔ وہاں کا پتہ بھی لکھ بھیجو تاکہ میں خود بھی براہِ راست مکاتبت کر سکوں۔

دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ تم کو مکمل صحت و عافیت نصیب فرمائیں۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی

---

[1] تاریخ مساجد کا ایک حصہ بحمد اللہ ۱۹۹۰ء میں چھپ کر شائع ہوا۔ دوسرے حصہ کا مسودہ لٹ گیا۔ خدا کرے کبھی واپس مل جائے۔ نظام مساجد ۱۹۸۵ء میں چھپ کر شائع ہو چکی، اس کا انگریزی ترجمہ ظہیر الدین صاحب نے مکمل کر لیا ہے۔ حضرت مولانا علی میاں کا تعارف بھی لکھوا لیا ہے۔

[2] حضرت العلامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۲)

پٹھان ٹولہ۔ مئو
یکم ذی قعدہ ۸۰ھ

عزیزمن! سلام مسنون

خیریت سے ہوں۔ نظام مساجد[1] کی ایک جلد اور کئی خطوط ملے۔ مگر میں اپنی ذہنی الجھنوں میں ایسا مبتلا ہوں کہ یاد آنے پر جواب نہیں لکھ سکا۔ مدتوں سے سکون و اطمینان قلب نصیب نہیں ہے۔ تردّدات و افکار کا ہجوم ہے۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ مطالعہ میں جی لگتا ہے نہ تصنیف و تالیف میں۔ حتی کہ اب درس کے کام سے بھی دستکش ہو گیا ہوں۔ اگرچہ بظاہر یہ بے تعلقی چند ماہ کے لئے ہے۔ مگر درحقیقت اب یہ کام کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ بڑی فکر اس کی بھی ہے کہ تحصیل معاش کی کون سی سبیل اختیار کی جائے، اس لئے کہ غیر متوکلین کے لئے اختیار اسباب ضروری ہے۔ تم کو انتظار کی بڑی تکلیف اٹھانی پڑی ہوگی۔ مگر کیا کروں کہ اس احساس کے باوجود آج سے پہلے اس تکلیف کو دور کرنے میں تمہاری مدد نہ کر سکا۔

نظام مساجد کو جگہ جگہ سے دیکھا، جی بہت خوش ہوا۔ کاش پہلا زمانہ ہوتا تو میں انشاء اللہ تعالیٰ کئی جگہ نفس مضمون کے متعلق اور بعض بعض مقامات پر تعبیر وادائے مفہوم کے باب میں مشورے دیتا۔ مگر افسوس کہ آج تو بہت جبر کر کے ایک کارڈ بھی لکھ سکتا ہوں۔ دعا کرو حق تعالیٰ اطمینان نصیب فرمائیں۔

قرۃ العین مولوی رشید احمد سلمہ کا جی نہ کسی علمی شغل میں لگتا ہے، نہ کسی دنیاوی کام میں، بیکاری کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ عزیزم مختار احمد[2] نے بھی جب کہ اس بڑھاپے میں مجھ کو عزیزوں کی اخلاقی ہمدردی کی زیادہ ضرورت تھی۔ آنا جانا بالکل کم کر دیا ہے۔ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ صرف رشید صاحب[3] اپنی قدیم روش پر باقی ہیں، جزاہ اللہ عنی خیرا۔ میں جواب لکھ کر پچھتا تا ہوں کہ شاید یہ جواب تمہارے لئے انتظار جواب سے زیادہ رنجیدہ ہوگا۔ واللہ المستعان۔ حبیب الرحمٰن الاعظمی

---

[1] یہ خاکسار کی سب سے پہلی تصنیف ہے جو ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوئی۔ ظفیر [2] مولانا مختار احمد مئوی مرحوم میرے ساتھی اور حضرت کے شاگرد تھے [3] مراد حضرت الاستاذ مولانا عبدالجبار صاحب مئوی شیخ الحدیث مرقاۃ العلوم ہیں۔ ظفیر

(۳۳)

پٹھان ٹولہ

یکم محرم الحرام ۱۳۷۱ھ ۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء

عزیزم سلمہ اللہ السلام علیکم

بعافیت ہوں۔ خدا کرے تم بھی خیریت سے ہو۔ کئی دن ہوئے میں نے بھی سید صاحب کو ایک خط لکھ دیا ہے۔ ابھی تک جواب نہیں آیا۔ شاید ڈاک دیر میں پہونچتی ہے۔ دار العلوم میں تمہارا مضمون پڑھا۔ جی خوش ہوا۔ زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہو۔ کام میں لگے رہنا ان شاء اللہ رائیگاں نہیں جائے گا۔ میں نے پرسوں نرسوں عربی میں ایک مقالہ، رحلۃ السید احمد شہید الی المجان" کے عنوان سے لکھا ہے۔ صاف ہو جائے تو ممکن ہے اس کو الحج (مکہ) میں اشاعت کے لئے بھیج دوں۔ سید صاحب کا جواب آجائے گا تو انشاء اللہ خبر دوں گا۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۳۴)

۱۳ صفر ۱۳۷۱ھ ۱۴ نومبر ۱۹۵۱ء مئو

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم

قد قامت الصلوٰۃ کے باب میں مدت ہوئی بنارس میں بڑی بحثیں ہو چکی ہیں۔ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے کہ اس کے بعد بیٹھا نہ رہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے کھڑا ہونا ممنوع ہے۔ کتاب میرے پاس نہیں ہے ورنہ عبارت نقل کر دیتا۔

میرے خیال میں آج کل ایسے مضامین کی سخت ضرورت ہے جن سے عربی خواں طلبہ میں دینی جوش اور علم و تحقیق کا ولولہ پیدا ہو۔ کچھ نہیں تو عربی زبان میں مہارت اور اس پر قدرت حاصل کرنے کا جذبہ ابھرے۔ غور سے دیکھو کہ ہمارے مدارس کی "پیداوار" اب کیا، اور کتنی رہ گئی ہے۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۳۵)

پٹھان ٹولہ۔ مئو

۱۴ ارجمادالاولی ۲۱ فروری ۵۲ء

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

بحمدہٖ تعالیٰ بخیریت ہوں۔ اس دفعہ جواب میں تاخیر قصداً ہوئی۔ دو ماہ سے سخت الجھن میں تھا۔ حادثہ یہ پیش آیا کہ میرے طلب یا خواہش بلکہ وہم و گمان کے بغیر مرکزی پارلیمنٹری بورڈ نے مجھے کانگریس کی طرف سے اسمبلی کا امیدوار نامزد کر دیا۔ اور میری ہر طرح کی بیزاری و کنارہ کشی کے باوجود امیدوار رہنا پڑا۔ اور ہر چند کہ میں اس کام کے لئے نہ ایک قدم چلا نہ کسی سے اس کے لئے ایک لفظ بولا۔ پھر بھی زبردستی کانگریسی امیدوار کی حیثیت سے ۹ دوسرے امیدواروں کے مقابلہ میں کھڑا رکھا گیا۔ پرسوں خدا خدا کر کے ۶۰۰۰ ووٹوں کی اکثریت سے میری کامیابی کی خبر مجھ کو سنائی گئی[1] اس بات کی خوشی تو ضرور ہے کہ ناکامی کی رسوائی سے اللہ نے بچالیا۔ لیکن ممبری کا سودا نہ پہلے تھا نہ اس کامیابی کے بعد ہی کوئی انس ہے خدا ہی کو بہتر معلوم ہے کہ آگے کیا ہوگا۔ انتظار تھا کہ نتیجہ معلوم ہو جائے تو پورا قصہ ایک ہی دفعہ سنا دیا جائے۔ میں نے اس سلسلہ میں پہلی بار آج صرف تین جگہ دوستوں کو خط لکھا ہے۔ سید صاحب کو باوجودیکہ ادھر میں نے دو خط لکھے لیکن اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بھی شرم معلوم ہوئی۔ باوجودیکہ پوری داستان معلوم ہونے کے بعد میرا کوئی عمل دخل کاروبار میں ثابت نہیں ہوتا۔ پھر بھی میں اس چیز کے ذکر سے شرمندگی محسوس کرتا ہوں۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

---

[1] پانچ سال ممبر اسمبلی رہے اور اس زمانہ میں دارالعلوم ندوہ میں حدیث کا درس بھی دیتے رہے۔

(۳۶)

مئو ۱۲ صفر ۱۳۷۱ھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم

سید صاحب[1] کے جواب کا اب تک انتظار ہے۔ سنا ہے کہ آج کل ان کی طبیعت کچھ ناساز ہے، عربی مضمون ابھی میں نے نہیں بھیجا ہے۔ البحر میرے پاس تو کئی سال سے معلوم نہیں کس طرح مفت آتا ہے۔ منگانے کی نسبت ابھی نہیں بتا سکتا ـــــ اب اصل میں پڑھانے کو میرا جی نہیں چاہتا۔ ورنہ مدرسہ والے اب تک بہت کوشاں ہیں۔

قد قامت الصلوٰۃ کے باب میں مدت ہوئی بنارس میں بڑی بحثیں ہو چکی ہیں طحطاوی علی الدر المختار میں ہے کہ اس کے بعد بیٹھا نہ رہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے کھڑا ہونا ممنوع ہے۔ کتاب میرے پاس نہیں ہے ورنہ عبارت نقل کر دیتا۔

میرے خیال میں ایسے مضامین کی آج کل سخت ضرورت ہے جن سے عربی خوان طلبہ میں دینی ولولہ اور علم و تحقیق کا جذبہ پیدا ہو، کچھ نہیں تو عربی زبان میں مہارت اور اس پر قدرت حاصل کرنے کا جذبہ ابھرے۔

غور سے دیکھو کہ ہمارے مدارس کی "پیداوار" اب کیا اور کتنی رہ گئی ہے۔ سید صاحب کی خاموشی محل تعجب ہے۔ اس اثنا میں میرے دو خط ان کے پاس جا چکے۔ اب مجھ کو یہ یقین ہو رہا ہے کہ یا تو خطوط گم ہو گئے یا خدا نخواستہ ابھی وہ جواب لکھنے کے قابل نہیں ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تا دیر قائم رکھیں۔ مولوی عبد الجبار سلام کہتے ہیں۔

حبیب الرحمن الاعظمی

---

[1] حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ

(۳۷)

۲۴ رمضان ۱۳۸۷ھ

عزیزم سلمہ اللہ   سلام مسنون

بحمدہ تعالیٰ بخیریت ہوں۔ تمہاری بے اطمینانی کی وجہ سے سخت تشویش لاحق ہے۔ مالیگاؤں میں ایک جگہ ہے۔ میں نے اس کے منتظم کو لکھ دیا ہے کہ سَو روپے دو تو میں مولوی ظفیر سلمہ کو خط لکھوں، ورنہ تم خود خط وکتابت کرو۔ دیکھو وہ کون سی صورت اختیار کرتے ہیں۔ مدرسہ کا انتظام ہاتھ میں لوگے، تو چند دنوں کے بعد سوائے کھانے مانگنے کے دوسرا کوئی کام نہ رہ جائے گا۔ امدادیہ وغیرہ کے مہتمم و مدرس حضرات کو دیکھ لو، یہاں یعنی سانحہ میں کیا تنخواہ مقرر تھی، اور وہ خشک تھی یا کھانا بھی تنخواہ کے علاوہ تھا؟

اس سال کے حوادث میں سے یہ ہے کہ پہلے دارالعلوم دیوبند نے مجھے کھینچنا چاہا مگر میں نے ایک طویل معذرت نامہ بھیج کر نجات حاصل کی، اس کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ سے تحریک ہوئی، اس کی طرف میرا کچھ رجحان بھی تھا، مگر یہ گوارہ نہ تھا کہ درخواست بھیجی جائے، اور انٹرویو کرایا جائے۔ یہ پاپڑ وہ بیلے جس کو غرض ہو، اور الحمدللہ یہاں وہ نہیں ہے۔ آئندہ بھی اللہ محفوظ رکھے۔ تنخواہ کے لحاظ سے دونوں جگہیں برابر تھیں۔

تمہارا معاملہ زیرِ غور رہے۔ اپنی تنخواہ وغیرہ بتاؤ، تو کچھ مزید سوچا جائے۔ اس کا افسوس و قلق ہے کہ میرے بچے[1] علمی کاموں سے دلچسپی نہیں لیتے۔

حبیب الرحمن الاعظمی

(۳۸)

مئو اعظم گڑھ   ۴ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ

عزیزم سلمہ اللہ   سلام مسنون

الحمدللہ بخیریت ہوں۔ بچے بھی اچھے ہیں۔ میں نے سہارنپور میں عبدالودود کو رسالہ تراویح

---

[1] بعد میں مولانا رشید احمد حضرت کے مسودات صاف کرنے لگے تھے اور اخیر تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ ظفیر

دیا تھا۔ کہ حضرت شیخ[1] کو دے دے اور تاکید کی تھی کہ جب شیخ دیکھ لیں، تو تم لے کر اس کو رجسٹرڈ بھیج دینا۔ بہت دن ہو گئے، اس کی کوئی خبر نہیں ملی، تم خود یا عبدالودود[2] سے کہو کہ وہ حضرت شیخ کو یاددہانی کرے، اگر دیکھ چکے ہوں تو لے کر روانہ کر دے۔ اس کو چھپوانے کی جلدی ہے۔

اب تم افتاء میں آگئے ہو گے، کیا حال ہے۔ اور کیا کام ہو رہا ہے، ہم لوگوں کے بعد وہاں کیا قصہ پیش آیا۔ اپنے حالات سے مطلع کرو[3]۔

اگر خدا نے چاہا تو اب اواخر ذی الحجہ میں دیوبند آنا ہوگا۔ میں گھر ہی پر ہوں۔ گرمی کی وجہ سے کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۳۹)

مئو۔ اعظم گڑھ

۱۰ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون و دعا۔

الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ بچے بھی مع الخیر ہیں۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ افتاء[1] کا بھی کام ہو رہا ہے۔ میں آج کل اعیان الحجاج[2] ترتیب دے رہا ہوں۔ خیال ہے کہ طبع ہو جائے تو اچھا ہے۔ رسالہ "رکعات تراویح" مکمل چھپ گیا۔ مگر ابھی پریس سے نہیں آیا۔ کارکنان مدرسہ کی سستی کو دخل ہے۔ مہتمم صاحب کا ایک خط آیا تھا۔ ان سے مل کر سلام کہہ دو۔ اسعد[3] صاحب سے مل کر سلام کہو۔ اور میری طرف سے حضرت شیخ[4] کی خیریت دریافت

---

[1] شیخ الحدیث حضرت مولانا ذکریا صاحب استاد مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور [2] اوری کے مولوی عبدالودود اس وقت دارالعلوم میں زیر تعلیم تھے [3] دارالافتاء میں آچکا تھا۔

[1] ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ میں خاکسار کا تبادلہ دارالافتاء میں ہو گیا تھا۔ اور ترتیب فتاویٰ کے ساتھ فتویٰ نویسی کی اجازت دی گئی تھی۔ چنانچہ دونوں کام انجام دیا کرتا تھا۔ ظفیر [2] یہ کتاب دو حصوں میں شائع ہو چکی ہے [3] مولانا اسعد مدنی صدر جمعیۃ علمائے ہند [4] شیخ الاسلام حضرت مدنی جو ان دنوں بیمار چل رہے تھے

کردو۔ اس سے پہلے ایک خط میں نے اسعد صاحب کو لکھا تھا۔ جواب بھی آیا تھا۔ پھر دوسرے ذرائع سے معلوم ہوا تھا کہ اب پہلے سے بہتر حالت ہے۔ مفتی صاحب[1] سے بھی سلام کہہ دینا۔ مولوی عبدالجبار خیریت سے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔

مراد آباد سے مولانا فخر الدین صاحب[2] نے لکھا تھا کہ شاہی میں چلے آئیے۔ میں نے معذرت کر دی۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۴۰)

لکھنؤ ۱۵ دسمبر ۵۴ء ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ

عزیزم اسلمہ اللہ سلام مسنون

دستی خط ملا۔ اور غالباً ڈاک سے بھی ایک خط ملا تھا۔ میں ابتدائے دسمبر سے لکھنؤ میں ہوں۔ درمیان میں ایک دفعہ مئو گیا تھا۔ خدا کے فضل سے اچھا ہوں۔ حق تعالیٰ تم کو صحت کے ساتھ فراغ بال و اطمینان نصیب فرمائیں۔ دارالعلوم میں ریویو میں نے دیکھا تھا۔ غالباً جمعہ ۱۷ دسمبر کو دیوبند جانا ہو۔ مفتی صاحب[3] سے ملاقات ہو گی (انشاء اللہ) وہ ترجمان السنہ کی تکمیل کے لئے مصر ہیں۔ مگر میں آمادہ نہیں ہوں۔ وہ کام بڑی محنت کا ہے اور مجھ سے اب اتنی محنت شاید نہ ہو سکے۔ پھر مستقل طور پر وطن میں قیام بھی نہیں رہتا۔ اور مجھ سے کام گھر ہی پر ہوتا ہے۔ خدا تم کو نیک توفیق عطا فرمائے۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۴۱)

۲۰ شوال ۷۸ھ ۲۹ اپریل ۵۹ء

عزیزم سلمہ اللہ! سلام مسنون

دستی خطوط پہونچے۔ دیوبند کے بعد سانحہ[4] میں کیا جی لگے گا۔ کم از کم اچھا کتب خانہ ہی ہوتا تو بھی غنیمت تھا۔ میں نے مفتاح العلوم[5] کے لئے مولانا ایوب اور مولانا عبداللطیف

---

[1] مفتی مہدی حسن مرحوم [2] مولانا فخر الدین احمد صاحب دیوبند آگئے تھے اور اپنی جگہ مراد آباد میں حضرت الاستاذ کو طلب فرمایا تھا۔
[3] مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی [4] اہل سانحہ کے اصرار پر سال بھر کی چھٹی لے کر دارالعلوم عینیہ سانحہ ضلع مونگیر جانا ہوا تھا [5] حضرت الاستاذ کی دلی خواہش تھی کہ طلبہ مفتاح العلوم مئو میں تدریس کے فرائض انجام دے۔

دونوں سے ذکر کیا۔ دونوں نے اس کو پسند کیا لیکن ہمارے یہاں پسند تو بہت سی چیزوں کی جاتی ہیں مگر ان پر عمل نہیں ہوتا۔ بہر حال میں پھر متوجہ کروں گا

تمہارا بھتیجا ملا تھا۔ انشاء اللہ نگاہ رکھوں گا۔ مولوی عبدالجبار صاحب بخیریت ہیں۔ سلام کہتے ہیں۔

حبیب الرحمن الاعظمی

(۴۲)

مئو۔ ۱۰ ذلقعدہ ۷۹ھ، مئی ۶۰ء

عزیزم سلمہ اللہ! سلام مسنون

وسط شوال میں میں الہ آباد اور لکھنؤ چلا گیا تھا۔ سفر ہی میں نزلہ و زکام کی شکایت ہو گئی۔ اور واپسی کے بعد ہفتوں تک پریشانی رہی۔ انہی دنوں میں تمہارا خط ملا تھا۔ کچھ تو اس وجہ سے اور کچھ دوسری ایک وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ ۲ شوال کو تمہارے متعلق فیصلہ کر لیا گیا تھا[۱] مگر بعد میں کچھ ایسی باتیں پیش آئیں کہ میں نے یہ کہہ دیا کہ اب مولوی ایوب[۲] خط لکھیں گے۔ میں نہیں لکھتا۔ مولوی عبداللطیف اس کے بعد لکھنؤ چلے گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آنے کے بعد ہی کے ساتھ گفتگو ہو گی۔ مولوی عبداللطیف میری رائے سے متفق ہیں بلکہ سخت مصر ہیں۔ دوسرے لوگ ڈھیلے ہیں۔ مظاہر حق کا اعلان رسالوں میں دیکھ کر آج ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے طے کیا تھا کہ یہ کام یہاں سے ہو گا۔ مگر اب بات قابو سے باہر ہو گئی۔ سانحہ کے لڑکے پہونچے اور حالات سنائے۔ محب اللہ اچھا ہے۔ مولانا عبدالجبار صاحب سلام کہتے ہیں۔ یہ اشاعت منزل[۳] کن لوگوں کا ادارہ ہے؟ اپنی خیریت اور حالات لکھو۔ مولوی عبداللطیف کے آنے کے بعد کوئی بات ہو گی تو لکھوں گا۔ مسند حمیدی کی پہلی قسط چھپنے کے لئے حیدرآباد روانہ ہو چکی۔ گرمی کی وجہ سے پریشانی رہتی ہے۔ کام نہیں ہوتا۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

---

[۱] مفتاح العلوم مئو میں تدریس کے لئے۔ مگر بعض لوگ ایسا معلوم ہوتا ہے اندر سے راضی نہیں تھے۔ [۲] حضرت مولانا ایوب صاحب ناظم جامعہ مفتاح العلوم مئو۔ ظلہ۔ [۳] حضرت الاستاد مولانا عبداللطیف نعمانی مد یہ مولانا عبداللطیف جاوید کا ادارہ ہے جس سے مظاہر حق جدید شائع ہوا

(۴۳)

مئو۔ یکم رمضان ۹۰ھ ۲۹ فروری ۷۰ء

عزیزم سلمہ اللہ! سلام مسنون

الحمدللہ اب پیچش سے آرام ہو چکا ہے۔ میں اس درمیان میں مالیگاؤں بھی چلا گیا تھا۔ عزیز الرحمٰن کے معرفت دونوں کتابیں مل گئی تھیں۔ ابن کثیر کے پارے بھی پہونچ گئے۔ تمہارے باب میں، میں نے کئی بار غور کیا۔ بعض نہایت مناسب صورتیں بھی ذہن میں آئیں مگر ان کے تحقق میں جو موانع ہیں ان پر قابو پانے کی سہل صورت سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ کسی سے کوئی بدمزگی نہ ہو۔ اور کام ہو جائے۔ میں یہ چاہتا ہوں۔ بال بچوں کو دیوبند لانے کی بات ابھی میری سمجھ میں نہیں آتی۔ مصارف اور پریشانیاں بہت ہیں۔ نیز وہاں بچوں کا جو ذہن بنے گا اس کے تصور سے بھی مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ بہرحال سوچوں گا۔[1] اوائل شوال تک ممکن ہے کہ کسی رائے پر قرار ہو جائے۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۴۴)

عزیزم سلمہ اللہ! سلام مسنون

امن[2] وامان کی ترتیب یہ مناسب رہے گی، کہ پہلے امن وامان کی اہمیت سے متعلق آیات و احادیث یکجا کر دی جائیں۔ اور ان کی تشریح کر دی جائے۔ پھر مختلف عنوانات کے ماتحت وہ جزئی احکام جن کا مبنیٰ ومنشا قیام امن ہے۔ قرآن پاک، احادیث اور کتب فقہ سے تتبع کر کے ذکر کئے جائیں۔ کہیں کہیں غیر اسلامی قوانین سے مقابلہ کر کے یہ بھی دکھایا جائے کہ اسلامی ہی قوانین قیام امن کے ضامن بن سکتے ہیں۔

---

[1] حضرت الاستاد کے اس تصور کی آج بہت قدر ہے۔ بڑا اچھا ہوا، بچوں کو دیوبند نہیں لایا۔ ورنہ کوئی شاید اچھا عالم نہ ہوتا۔ مگر الحمدللہ میرے تینوں لڑکے عالم دین ہوئے۔ اور بعد میں انگریزی امتحان بھی دے کر کامیابی حاصل کی۔ ظفیر

[2] کتاب جو بعد میں "اسلام کا نظام امن" کے نام سے مفتاح العلوم مئو سے شائع ہوئی۔ اس پر حضرت الاستاد کا قیمتی مقدمہ ہے اور حضرت الاستاد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوصلہ افزا تعارف، یہ بڑی تقطیع کے چار سو صفحات پر شائع ہوئی

بچوں کا معاملہ واقعی باعث تشویش ہے۔ بروقت اس پر غور ہوگا۔ جو صورت اس وقت زیر غور ہے وہ وجود پذیر ہوگئی تو حل نکل آئے گا۔ ورنہ تردد کی بات ہے۔ مولانا منت اللہ[1] صاحب سے اب دیوبند ہی میں بات ہوگی۔ انشاء اللہ۔

بچے اور مولوی عبدالجبار صاحب سلام کہتے ہیں۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۴۵)

عزیزم سلمہ اللہ! سلام مسنون

ڈاک سے پہلے دستی خط ملا تھا۔ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ تفصیلی خط تھا۔ اس کے بعد مہتمم صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ زبانی بھی حالات معلوم ہوئے۔ پیام مشرق کا جواب بھی القاسم میں پڑھا۔ مولوی اسلام الحق صاحب بھی ملنے آئے تھے۔ علامہ[2] جو پوچھ رہے تھے اس کی نسبت وقت آئے گا تو سوچ کر اظہار خیال کروں گا۔

مکان کے باب میں جو تجویز ہے مناسب ہے۔ انشاء اللہ رفتہ رفتہ پورا ہو جائے گا۔ خلجان کی کوئی بات نہیں ہے۔ مفید مشورہ دینے والے مل جائیں گے۔ میں جلد ہی مہتمم صاحب کے پاس خط لکھنے والا ہوں۔ مجھے مصنف ابن شیبہ کی ضرورت ہے۔ ان کو لکھوں گا کہ کتب خانہ سے برآمد کرا کے تمہیں دے دیں۔ تم اس کو بحفاظت مجھ تک پہونچا دو گے۔ آج کل مصنف عبدالرزاق[3] پر کام کر رہا ہوں۔ اس سلسلہ میں ابن ابی سلیم کی سخت ضرورت ہے۔ اس کی ایک جلد قلمی کتب خانہ دار العلوم میں ہے۔ مولانا عبدالجبار بخیریت ہیں وہ اور رشید احمد سلمہ، سلام کہتے ہیں۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی

---

[1] امیر شریعت بہار و اڑیسہ حضرت مولانا منت اللہ رحمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ۔

[2] حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

[3] گیارہ ضخیم جلدوں میں چھپ کر شائع ہوئی۔ اس کی طباعت بیروت میں ہوئی۔

(۴۶)

مئو ۲۰ ستمبر ۱۹۶۲ء ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

خط ملا۔ پڑھ کر مسرت ہوئی۔ مجلس[1] کی شرکت کے لئے خود میرا دل بہت چاہ رہا تھا۔ بہت دنوں سے حاضری نہیں ہوسکی تھی۔ مگر دو مہینے کے بعد ایک لمبے سفر سے جس دن آیا تھا اس کے دو ہی تین دن بعد دیوبند کا سفر درپیش تھا۔ بعض حالات کی وجہ سے تھوڑی سی الجھن بھی تھی۔ پھر سفر بھی تنہا ہی کرنا تھا۔ ان وجوہ سے طبیعت آمادہ نہیں ہوسکی۔

تمہاری منتقلی[2] کا مجھے کوئی قلق نہیں ہے۔ انشاء اللہ اچھا ہی رہے گا۔ دعا کرتا ہوں اصحاب تذکرہ[3] تمہاری جو کتاب چھپوا رہے تھے وہ اب کس مرحلہ میں ہے۔ میری طبیعت اچھی ہے۔ میعادی بخار سے پیدا شدہ کمزوری کا اب کوئی اثر نہیں۔ آب و ہوا کی تبدیلی بہت مفید رہی۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۴۷)

مئو ۲۷ فروری ۱۹۶۳ء ۳ شوال ۱۳۸۲ھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ سلام مسنون

خط ملا۔ الحمد للہ بخیر ہوں۔ حمیدی کا دوسرا نسخہ بھی انشاء اللہ دفتر دار العلوم کو پہونچ جائے گا۔ میرے یہاں نسخے آگئے تو یہاں سے ورنہ ڈابھیل سے کسی کے ہاتھ چلا جائے گا۔ ورنہ بدرجہ مجبوری ڈاک سے روانہ ہوجائے گا۔ آج مولانا اسلام الحق آئے تھے۔ ان کے جانے سے پہلے اگر کچھ نسخے آگئے تو یہیں سے بھیج دوں گا۔ تمہارے باب میں مولانا عبد اللطیف صاحب سے ابھی کوئی گفتگو نہیں ہوسکی۔ رمضان میں وہ بہت مصروف تھے۔ اور اب بھی

---

[1] مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند [2] دار الافتاء سے کتب خانہ دار العلوم دیوبند میں بحیثیت مدیر کتب خانہ منتقلی۔ مجلس شوریٰ نے یہ تبادلہ کیا تو مجھ پر غم و فکر کے بادل چھا گئے تھے۔ حضرت نے تشفی دلائی ہے۔

اس سال ان کا ارادہ حج کے لئے جانے کا ہے۔ بہر حال جو باتیں ہوں گی اس سے بعد میں مطلع کروں گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ معاملہ ان کی واپسی کے بعد طے ہو۔ خدا کرے کہ تمہارے مکان کا معاملہ بھی بحسن وخوبی انجام پا جائے۔ میں نے لکھا ہو گا کہ مسند کا دوسرا حصہ مالیگاؤں میں طبع ہو رہا ہے۔ طباعت کی رفتار بھی اچھی ہے۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۴۸)

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

میں الحمدللہ پہلے سے بہت اچھا ہوں۔ لیکن اب بھی اتنی نقاہت ہے کہ سفر کی ہمت نہیں کر سکا۔ میں نے معاوضہ کا اندازہ اس لئے پوچھا تھا کہ یہاں اس بات کا اندازہ کروں کہ اتنے معاوضہ پر مئو کی مجلس علمی اس کتاب کو لے کر طبع کرانے کی ہمت کر سکتی ہے یا نہیں۔ ایک صاحب کے سامنے میں نے اپنی اور تمہاری خط وکتابت کا اجمالی ذکر کیا تو وہ خاموش رہے۔ اور میں کچھ اندازہ نہیں کر سکا۔ اب کسی اور مجلس میں عندیہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔

دیوبند میں غالبًا اخلاق احمد صاحب نے حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مواعظ کی اشاعت کا سلسلہ جاری کیا تھا۔ ان سے دریافت کر کے لکھو کہ کیا کیا چھاپ چکے ہیں۔ اور ہر ایک کی الگ الگ قیمت کیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ ابکی بار سال بھر کے بعد بھی دیوبند نہ آسکا اور لوگوں کی ملاقات سے محروم رہا۔ مولانا عبدالجبار صاحب اچھے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

لہ دعوت وعزیمت کا پورا سیٹ چھپوایا تھا۔ میرا تعاون ان کو حاصل تھا میں نے یہ سیٹ مولانا کو بھجوائے۔

(۴۹)

مئو۔ ۱۶؍اپریل ۶۴ء ۳؍ذی الحجہ ۸۳ھ

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

پہلے خط ملا تھا۔ آج مسودہ[1] بھی پہونچ گیا۔ مدرسہ سے میرے پاس آتو گیا ہے۔ لیکن کل مولانا عبداللطیف صاحب کے پاس یہ کہہ کر واپس کردینے کا ارادہ ہے کہ وہ پہلے دیکھ لیں۔ اور اصلاح طلب مقامات کی اصلاح اور جہاں پر کوئی کھٹک ہو تو وہاں نشان بنا کر پھر میرے پاس بھجوائیں۔ پھر موقع نکال نکال کر اس پر نظر ڈالنے کی کوشش کروں گا۔ میری رائے یہ ہے جس کا ابھی میں نے مدرسہ میں تذکرہ نہیں کیا ہے۔ کہ کتاب دیوبند ہی کے کسی اچھے کاتب سے لکھوائی جائے۔ اور تمہارے ہی توسط سے اس کو دہلی میں چھپوایا جائے۔ تمہاری اس باب میں کیا رائے ہے۔ مولانا اسلام الحق صاحب[2] اور عزیز الرحمن سلمہ کو سلام کہو۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۵۰)

مئو۔ ۴؍شعبان المعظم ۸۴ھ ۱۹؍دسمبر ۶۴ء

عزیزم سلمہ اللہ ! سلام مسنون

میں الحمدللہ خیریت سے پہونچ گیا تھا۔ اب بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہے۔ میں اگر فارغ ہوتا تو تمہاری کتاب اب تک پریس میں جاچکی ہوتی۔ کیا کروں سخت عدیم الفرصت ہوں۔ آج کل کام اور بڑھ گیا ہے۔ دیکھوں گا رمضان شریف میں کوئی موقع نکلے گا تو اس مسودہ پر ایک نظر ڈالوں گا۔ مدرسہ میں اب چھٹی ہوچکی ہے۔ مولوی عبداللطیف صاحب بالکلیہ اس طرف متوجہ ہوتے تو بہت آسانی سے دیکھ سکتے تھے۔ مولوی ایوب صاحب آگئے۔ ان کا سلام ملا ہے شاید آج ملاقات بھی ہوجائے۔ منی آرڈر کی رسید آگئی۔ تم نے اپنے باب میں جو لکھا ہے اسے معلوم کرکے

---

[1] مسودہ "نظام امن"۔ [2] مولانا اسلام الحق کوپاگنجی (مرحوم) مدرس دارالعلوم دیوبند۔ حکیم عزیز الرحمن مئوی استاذ جامعہ طبیہ دارالعلوم دیوبند

بڑی کوفت ہوئی۔ وہاں کی اس قسم کی باتوں کی وجہ سے میں نہایت بددل رہا کرتا ہوں۔ نظام الدین وغیرہ کو سلام کہو۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۵۱)

مئو ۲ر مارچ ۶۵ئ ۲۷ر شوال ۸۴ھ

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

خط مورخہ ۲۲ر شوال ملا۔ میں آج شام کو لکھنؤ جا رہا ہوں۔ انشاء اللہ بارہ بنکی کے ضلع میں ایک جلسہ میں شرکت کرنا ہے۔ دو ایک دن لکھنؤ بھی رہوں گا۔ تمہارا مسودہ سوچتا ہوں کہ لیتا جاؤں۔ ممکن ہے سفر میں کوئی موقع مل جائے۔

مطالعۂ[1] قرآنی کے لئے ایک عنوان تو "اعجاز قرآنی" کا ہے۔ دوسرا عنوان "معاندین کے اعتراضات اور ان کا ازالہ" تیسرا عنوان طبقات مفسرین اور ان میں باہمی تفاضل اور اعتماد و عدم اعتماد کی بحث، چوتھا علوم متعلقہ قرآن، پانچواں حدیث اور قرآن کا باہمی علاقہ۔ اس وقت جلدی میں ہوں، کسی وقت مزید عنوانات لکھ کر بھیج دوں گا۔ اسی وجہ سے فتاویٰ کے باب میں اظہار رائے بھی اس وقت نہیں کر رہا ہوں۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

---

[1] دارالعلوم دیوبند نے مطالعہ قرآنی کے نام سے ہونہار طلبہ میں ذوق تصنیف و تالیف پیدا کرنے کے لئے یہ درجہ کھولا تھا۔ اس کا ذمہ دار خاکسار کو بنایا گیا تھا۔ ایک ایک عنوان دے دیا جاتا تھا۔ اور طلبہ اس پر میری نگرانی میں مقالے لکھتے تھے۔ اس کی پیداوار میں مولانا ریاست اللہ خیر کوئی، مولانا محمد ولی رحمانی، مولانا ابراہیم گجراتی، مولانا محمد رضوان مہتمم مدرسہ سبیل السلام حیدرآباد، مولانا مزمل استاذ حدیث سبیل مدراس اور مولانا شاہین جمالی اور دوسرے عزیز ہیں۔

(۵۲)

مئو ۲۴ مئی ۱۹۶۵ء ۲۲ محرم ۱۳۸۵ھ

عزیزم سلمہ اللہ السلام علیکم

دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ فلاح دارین نصیب فرمائے۔ اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے۔
میں ۱۲ مئی کو مئو پہونچا۔ تم لوگوں کے مئو آنے کا حال پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا۔ مولوی بہاری[1] کو سلام کہو۔
خوشی ہے کہ مکان کا کچھ حصہ تیار ہو گیا۔ انشاء اللہ باقی بھی بآسانی تیار ہو جائے گا۔ مسودہ[2] کی کتابت
کا اپنی صوابدید سے جو انتظام کروگے بہتر ہی ہوگا۔ اس پر اور فتاویٰ دار العلوم پر کچھ لکھنے کے لئے
ابھی کچھ وقت درکار ہے۔ الحمد للہ صحت ٹھیک ہے۔ مگر گرمی کی وجہ سے بڑی پریشانی ہے۔ میں اپنا
کام بھی اب تک شروع نہیں کر سکا ہوں۔ کام چھوٹنے کی وجہ سے ابھی طبیعت کام کی طرف مائل
نہیں ہے۔ اور گرمی کی تکلیف مزید برآں۔ سب لوگ بخیر و عافیت ہیں اور سلام کہتے ہیں۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۵۳)

مئو ۶ جولائی ۱۹۶۵ء ۶ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

خیر و عافیت ہے۔ مولوی عبد القادر[3] صاحب آتے آتے کل دوپہر کو آئے۔ مجھے ساتھ
لے جانے پر مصر ہیں۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔ شوریٰ کی کچھ باتیں ان سے معلوم ہوئیں۔ تم استقلال کے ساتھ
کام کئے جاؤ۔ میں مختلف وجوہ کی بنا پر لکھنؤ بھی نہیں جا سکا۔ تمہارے آنے کا بھی حال معلوم نہیں ہوا۔
ابھی تک کچھ خبر نہیں ہے کہ لکھنؤ میں کون آیا[4]۔ کیا باتیں ہوئیں اور رسئلہ کا فیصلہ کس شکل میں ہوا معلوم

---

[1] حضرت مولانا محمد حسین بہاری مرحوم حضرت کے تلامذہ میں تھے۔

[2] "اسلام کا نظام امن" والا مسودہ [3] مولانا عبد القادر مالیگاؤں ممبر شوریٰ دار العلوم دیوبند [4] مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ
دار العلوم ندوہ کی مجلس کا تذکرہ جس کا ایک رکن خاکسار بھی ہے۔ میں نے تفصیل لکھ کر بھیج دی۔ مولانا علی میاں آنکھ کی تکلیف کی وجہ سے
داخل ہسپتال تھے ہم لوگ مل کے رہتے۔

ہوا تھا کہ علی میاں بھی ہسپتال میں تھے۔ کیا یہ صحیح ہے۔ دو ایک دن تمہارا بھی انتظار رہا۔ یہاں دو ایک دن معمولی بارش ہوئی۔ تو ختم ہو گئی۔ مگر جب دھوپ ہوتی ہے تو گرمی ہو جاتی ہے۔ مولوی عبدالجبار صاحب وغیرہ بخیریت ہیں۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۵۴)

مئو۔ ۲۲ راگست ۶۵ء ۲۳ ربیع الثانی ۸۵ھ

عزیزم سلمہ اللہ السلام علیکم

خط ملا۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ کتاب[1] کی کتابت برابر جاری ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی پوری ہو جائے گی۔ ۱۹ ستمبر کے شوریٰ کی کوئی اطلاع مجھ کو نہیں ہے۔ ۱۵ ستمبر کو مجلس تحقیقات شرعیہ کی اطلاع میرے پاس بھی آگئی ہے۔ یہاں بھی بارش کی بہت کمی بتائی جاتی ہے۔ جمعہ کو نماز کے بعد تھوڑی دیر بارش ہوئی تھی مگر کہا جاتا ہے کہ ابھی پانی کی بہت ضرورت ہے۔ حق تعالیٰ ہم لوگوں کے گناہوں سے درگذر فرمائے۔ اور ہم پر رحم و کرم فرمائے۔ الحمد للہ طبیعت اچھی ہے۔ والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۵۵)

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

خط ملا۔ متعدد تار اور خطوط کے باوجود بھی مونگیر[2] نہ پہونچ سکا۔ عین وقت پر مجھے معمولی سی حرارت ہو گئی۔ اور اندیشہ پیدا ہو گیا کہ اس حالت میں سفر ممکن ہے، موجب ازدیاد مرض ہو جائے۔ میں نے تار اور خط بھیج کر معذرت کر لی۔ اب یہ معلوم کر کے بہت افسوس ہوا کہ کسی مدرس حدیث کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے لڑکے بددل ہو گئے۔ اور سارے کے سارے اِدھر اُدھر چلے گئے۔ ان میں ایک لڑکا یہاں بھی آیا ہے۔ بچوں کے لئے دعا کرتا ہوں۔

---

[1] کتاب سے مراد اسلام کا نظام امن ہے۔ [2] جامعہ رحمانی مونگیر میں دورۂ حدیث کے پہلے سال یہ علمی پرشکوہ اجتماع ہوا۔ حضرت الاستاد اپنی بیماری کی وجہ سے نہیں پہونچ سکے۔

"نظام امن"[1] کے لئے مزید تاکید کردو۔ میں حسب معمول اپنے کام میں لگا ہوا ہوں۔ تمام حضرات بخیریت ہیں۔ مولانا اسلام الحق اور مولانا نظام الدین کو سلام کہو۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۵۶)

مئو ۱۷ مارچ ۱۹۶۶ء ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

شفایابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ قرآن عظیم اکیڈمی کی طرف سے ایک خط مجھے بھی ملا تھا۔ جس میں اس خواہش کا اظہار تھا کہ میں بھی کوئی چیز چھاپنے کو دوں۔ یا کسی موضوع پر کچھ لکھوں۔ میں نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ معذرت کے سوا کیا لکھوں گا۔ جس کام میں کئی سال[1] سے لگا ہوا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ کسی نہ کسی طرح وہ پورا ہو جائے۔ اس کام کے ساتھ کوئی دوسرا کام بڑی مشکل ہی سے ہوتا ہے۔

اپنی باب میں تمہارا وجدان صحیح معلوم ہوتا ہے۔ غالباً اسی کام میں لگائیں گے۔ مولوی عبدالرشید[2] صاحب (مدرس) حج کو گئے ہیں۔ ان کے یہاں کے اسباق اِدھر اُدھر کئے گئے ہیں۔ مسلم مولوی عبدالجبار[3] صاحب پڑھا رہے ہیں۔ مولوی عبداللطیف صاحب نے ترمذی اور ہدایہ آخرین لے لی ہے۔ اور اپنا بخاری کا سبق میرے پاس بھیج دیا ہے۔ مولوی محمد حسین[4] اور مولوی اسلام الحق کو سلام کہو۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

---

[1] مصنف عبدالرزاق کی تعلیق وغیرہ

[2] مولانا عبدالرشید مئوی استاذ حدیث مفتاح العلوم مئو۔ [3] حضرت الاستاذ مولانا عبدالجبار مئوی مدظلہ

[4] مولانا محمد حسین بہاری استاد دارالعلوم دیوبند

(۵۷)

مئو۔ ۷/اپریل ۶۶ء ۱۵/ذی الحجہ ۸۵ھ

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

خط ملا۔ دوسرے یا تیسرے دن "نظام امن" کا ایک نسخہ بھی مولانا عبداللطیف صاحب کی معرفت موصول ہوا۔ ماشاء اللہ کتابت وطباعت دیدہ زیب ہے۔ ضخامت بھی بہت مناسب ہے۔ کتابوں کا پارسل ابھی نہیں آیا۔ اس لئے نکاسی کے باب میں رائے قائم کرنا دشوار ہے۔ جواب میں بہت تاخیر ہوئی۔ معلوم نہیں یہ خط تمہاری موجودگی میں پہونچ بھی سکے گا یا نہیں۔ مولوی اسلام الحق صاحب کل آئے تھے۔ آج شام کی گاڑی سے دیوبند جارہے ہیں۔ الحمدللہ عید الاضحیٰ بخیریت گذر گئی۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۵۸)

مئو۔ ۲۰/رمضان ۸۵ھ ۱۳/جنوری ۶۶ء

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

خوشی ہے کہ "نظام امن" چھپنا شروع ہوگئی۔ توقع ہے کہ جلد ہی پوری ہو جائے گی۔ اس ماہ مبارک میں ایک آدھ دفعہ معمولی طور پر کچھ کچھ طبیعت خراب ہوئی۔ مگر الحمدللہ تعالیٰ روزے نہیں چھوٹے۔ ویسے اچھا ہوں۔ جہاں تک وقت میں گنجائش ہوتی ہے کام بھی ہوتا رہتا ہے۔ اس شوال سے جامعہ رحمانی (مونگیر) میں درس حدیث شروع ہو رہا ہے۔ تقریب افتتاح میں شرکت کے لئے میرے پاس بھی دعوت نامہ آیا ہے۔ میں نے بھی لکھ دیا ہے کہ کوئی خاص مانع نہیں ہوا تو آجاؤں گا۔

ازہر[1] صاحب کو سلام کے بعد بتائیے کہ میرے پاس دسمبر ۶۵ء کا دارالعلوم نہیں آیا ہے۔ کہیں کھو گیا۔ یا روانہ ہی نہیں ہوا۔ آج چھ دن ہوئے مولوی مختار[2] پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔

---

[1] صاحبزادہ مولانا ازہر شاہ قیصر ابن حضرت کشمیری ایڈیٹر رسالہ دارالعلوم دیوبند۔

[2] مولانا مختار احمد مقامی خاکسار کے ہم سبق تھے اور ذہین اور اچھے تاجر تھے۔ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

خیریت ہے کہ ہلکا ہے۔ پھر بھی صاحب فراش ہیں۔ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے۔ مفتی نظام الدین کی کیسی گذر رہی ہے۔ کیا امید ہے چل پائیں گے یا نہیں؟ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۵۹)

مئو۔ ۲۹/۱۰/۶۶ء ۱۴/رجب ۸۶ھ

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہر فتنے سے محفوظ رکھے۔ دیوبند کے حالیہ واقعات[1] کی تفصیل چاہے جو کچھ بھی ہو۔ بہرحال حادثہ بہت افسوس ناک اور موجب رسوائی ہے۔ میں یہاں بیٹھ کر نہ تو یہ فیصلہ ہی کر سکتا ہوں کہ قصور وار کون ہے اور نہ میں اس بحث میں پڑنا چاہتا میری نگاہوں کے سامنے تو باہر کی دنیا کے تبصرے، آوازے اور چہ میگوئیاں ہیں۔ کس کس کو کیا کیا سمجھایا جائے۔ حق تعالیٰ رحم فرمائے۔ معلوم نہیں ہمارا کیا انجام ہونے والا ہے۔ تم نے اپنے خط میں اس واقعہ کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کیا۔ اچھا ہی کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ اوروں نے بھی کچھ نہیں لکھا ہے۔ اخبارات ہی پڑھ پڑھ کر جی کڑھ رہا ہے۔ خطوط پڑھ کر بھی اس کے سوا کیا حاصل ہوگا۔

مختار[2] غفرلہ کی موت کا حادثہ یقیناً اس کے گھر والوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ بڑا ابتلا ہے۔ مگر حق تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ اللہ ولی الذین آمنوا وھو یتولی الصالحین اور سب خیریت ہے۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

---

[1] طلبا دارالعلوم دیوبند کی اسٹرائک

[2] مولوی مختار احمد مئوی کی وفات جو ہمارے ساتھی اور مفتاح العلوم کے فاضل تھے اور حضرت کے تلمیذ رشید

(۶۰)

مئو۔ ۱۵/۱۱/۶۶ء یکم شعبان ۸۶ھ

عزیزم سلمہ اللہ　　　سلام مسنون

خط وقت پر مل گیا تھا۔ الحمدللہ میں اچھا ہوں۔ یہاں سردی ابھی تک بہت کم تھی۔ مگر کل سے دھیمی دھیمی بارش ہو رہی ہے۔ اور کافی ہو گئی۔ بادل چھٹنے پر سردی بڑھنے کا امکان ہے۔ شوریٰ کی تاریخوں تک اگر زیادہ نہ بڑھی تو ان شاء اللہ آؤں گا۔ سردی کے موسم میں رات کے وقت ریل میں مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ یہاں کل سے امتحان شروع ہونے والا ہے۔ سب لوگ بخیریت ہیں۔　　　والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۶۱)

مئو۔ ۱۶ ذی الحجہ ۸۶ھ ۵ مارچ ۶۶ء

عزیزم سلمہ اللہ　　　سلام مسنون

خط مورخہ ۱۱ ذی الحجہ آج پہونچا۔ الحمدللہ یہاں سب خیریت و عافیت ہے۔ احمد سجاد[1] ملتا رہتا ہے۔ بخیریت ہے۔ گھر نہیں گیا تھا۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ تم بھی نہیں گئے تھے۔

صدق لکھنؤ اور بینات کراچی میں ایک مضمون کئی قسطوں میں چھپا ہے۔ بلکہ ابھی چھپ رہا ہے۔ جس کا عنوان ہے "اسلام کا نظریۂ عدل و سزا" میرے خیال میں وہ بہت جاندار مضمون ہے۔ اس کی مدد سے دوسرے ماخذ کی طرف بھی ذہن خود بخود منتقل ہو سکتا ہے۔ ویسے ابن تیمیہ کی "السیاسۃ الشرعیۃ" بھی سامنے رکھنی چاہیئے۔ فتاویٰ دار العلوم کی تیسری چوتھی جلد غالباً تم مجھے نہیں دے سکے۔ جلدی نہیں ہے۔ مگر کسی موقع سے ان جلدوں کو بھی بھجوا دینا۔ یہاں سب خیریت و عافیت ہے۔　　　والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

---

[1] مولوی احمد سجاد خاکسار کا بڑا لڑکا، جو مفتاح العلوم مئو میں زیر تعلیم تھا۔

(۶۲)

مئو۔ ۱۹ اپریل ۶۶ء ۱۰ محرم ۸۶ھ

عزیزم سلمہ اللہ   سلام مسنون

خط ملا۔ اکبرآبادی صاحب کا مشورہ اچھا ہے۔ مگر کافی محنت طلب ہے۔ کتاب ایسی ہونی چاہیئے جو تمام تفسیروں[1] کا نچوڑ ہو۔ اور مطالب کے لحاظ سے دوسری تفسیروں سے مستغنی کردے۔ مگر پھیلے ہوئے مضامین کی تلخیص بہت آسان نہیں ہے۔ اگر ہمت کرو تو کام بہت اچھا ہے۔ مئو میں قیام کی تجویز مناسب ہے۔ مگر جب دوسرے جھمیلوں سے فرصت ہوجائے تب اس بات کو سوچو۔ اس لئے کہ یہاں بہرحال یافت کم ہوگی۔ آج کل آئے دن دردِ سر کی تکلیف ہوجایا کرتی ہے۔ جب اچھا رہتا ہوں تو مصنف عبدالرزاق کے کام میں لگا رہتا ہوں۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۶۳)

مئو۔ ۲۱ اگست ۶۶ء

عزیزم سلمہ اللہ   سلام مسنون

الحمدللہ مع متعلقین بخیر ہوں۔ حق تعالیٰ تم کو بھی بخیریت اور فتنوں سے محفوظ رکھے۔ میں سمجھتا تھا کہ واپسی کے بعد کوئی خط تمہارا یہاں جاچکا ہوگا۔ میری واپسی کو ایک مہینہ سے زیادہ ہوچکے۔ مفتی صاحب ترجمان السنہ کی پانچویں جلد لکھنے کو کہہ رہے ہیں تو لکھ ڈالو[2]۔ مسند حمیدی کی نسبت تو میری یاد میں یہ بات ہے کہ اس کے مکمل پانچ نسخے مدرسہ کے لئے میں نے ڈابھیل سے بھجوائے تھے۔ بہرحال اگر پہلی جلد مکرر نہیں ہے تو کسی سے کہہ کر بھجوا دوں گا۔ مگر معلوم تو کرو بات کیا ہے۔ کیا مولانا سالم صاحب قرآن[3] محکم کو از سرِ نو دوبارہ چھپوا رہے ہیں۔ اگر چھپوا رہے ہوں تو اس میں کتنی دیر ہے؟ مولوی عبدالجبار صاحب سلام کہتے ہیں۔ حالات بدستور سابق ہیں۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

---

[1] ایک تفسیر جامع کا خاکسار کو مشورہ دیا تھا کہ لکھ ڈالو۔ جو عام فہم ہو مگر نہیں ہوسکا [2] مرتب کی تھی مگر مفتی صاحب کے اچانک انتقال سے طبع نہ ہوسکی۔ [3] قرآن محکم نامی کتاب مولانا عبدالصمد رحمانی نے لکھی تھی، خاکسار کا اس پر تعارف تھا۔

(۶۴)

مئو۔ ۷ر دسمبر ۶۷ء

عزیزم سلمہ اللہ   سلام مسنون

الحمدللہ ۲ر نومبر کو اس طویل سفر سے بخیریت واپسی ہوئی۔ جس کی اطلاع تم کو ملی تھی۔ ۲۲ر کو جہاز پر مولانا وصی اللہ[1] صاحب کے پاس بہت دیر تک بیٹھا رہا۔ ایک بار واپس ہونے کا ارادہ کیا تو فرمایا کیا ابھی جائے گا؟ میں نے کہا نہیں ابھی ٹھہروں گا۔ اس کے بعد دیر تک رہا۔ چلنے لگا تو دیر تک معانقہ کرتے رہے۔ ہاتھ چوما، اور عطر کی ایک شیشی عنایت فرمائی۔ کیا خبر تھی کہ یہ آخری معانقہ ہے۔ ۲۵ر کو شام کے وقت بمبئی کے ایک ٹیلیگرام سے یہ رنجیدہ خبر ملی کہ جہاز پر مولانا کا انتقال ہوگیا۔ بڑا قلق ہے کہ اصلاح و تربیت کا ایک عظیم الشان سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے مراتب بلند فرمائے۔

تعارفی فہرست اگر بہت لمبی ہے تو پڑھنے کے لئے وقت نکالنا مشکل ہے۔ ترجمان السنہ کی پانچویں جلد لکھنے کا ارادہ ہو تو لکھ ڈالو۔ تم نے جو کتابیں لکھی ہیں، ان کے علاوہ حاکم کی مستدرک اور احیاء العلوم کی شرح للزبیدی الترغیب والترہیب للمنذری اور کنز العمال نیز کتاب الزہد والرقائق کو سامنے رکھنا بہت ضروری ہے۔ ان کے علاوہ سیر کی مستند کتابوں کا بھی پیش نظر ہونا ضروری ہے۔ باقی رہا خاکہ تو اس پر آئندہ غور کیا جائے گا۔ اگر ضرورت ہوئی۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۶۵)

مئو۔ ۵ر شوال ۸۶ھ

عزیزم سلمہ اللہ   سلام مسنون

علامہ[2] کی وفات کے بعد دیوبند سے جو خط لکھا تھا وہ پہلے مل گیا تھا۔ آج وطن سے بھیجا ہوا خط ملا۔ تم نے جو باتیں لکھی ہیں وہ بعید از قیاس نہیں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہر دو فریق مجھے اس لئے

---

[1] حضرت مولانا وصی اللہ صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامت

[2] علامہ ابراہیم بلیاوی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

گوارہ کریں گے کہ ہر ایک کے سامنے آئندہ کے جو اندیشے ہوں گے وہ میرے باب میں یا تو نہ ہوں گے یا بہت کم ہوں گے۔ بگر میں اپنے دل کو جہاں تک ٹٹولتا ہوں۔ میرے دل کے کسی گوشے میں یہ تمنا نہیں ملتی۔ میں وہاں[1] کے ماحول سے بہت متوحش ہوں۔ میں انشاء اللہ وہاں کا رنگ قبول نہیں کر سکتا۔ اور یہ امید نہیں کہ میرا رنگ وہاں مقبول ہو۔

آج شوریٰ کا دعوت نامہ آگیا ہے۔ قوی امید ہے کہ انشاءاللہ شرکت کروں گا۔ تاریخ ۲۱ر جنوری مقرر ہوئی ہے۔ دیکھو خدا کو کیا منظور ہے۔ تمہاری حاضری کب ہے۔ باقی خیریت ہے۔

والسلام حبیب الرحمن الاعظمی

(۶۶)

مئو۔ یکم اگست ۶۸ء ۶ر جمادی الاولیٰ ۸۸ھ

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

خط ملا خیریت اور حالات معلوم ہوئے۔ مہتمم صاحب کے پاکستان جانے کی خبر اخبار میں پڑھی تھی۔

ترجمان السنہ کی چوتھی جلد میں تمہارے اضافہ پر کوئی تبصرہ نہ کرنا ان حضرات سے کچھ بعید نہیں۔ ذہنیت یہ ہے کہ دوسروں سے کام لے کر اپنا کام نکال لیا جائے۔ مگر دوسروں کو ابھرنے کا کوئی موقع نہ دیا جائے۔ پانچویں جلد شروع کرنا چاہتے ہو تو کرو۔ لیکن وہ لوگ کیا سلوک کریں گے۔ اس باب میں مَیں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا۔ میں آج کل کویت کے لئے مذاہب اربعہ پر مشتمل کتاب الجنائز لکھ رہا تھا۔ کام پورا ہوگیا ہے۔ تبییض ہو رہی ہے۔ باقی خیریت ہے۔

والسلام حبیب الرحمن الاعظمی

---

[1] دارالعلوم دیوبند کے سیاسی ماحول سے۔

(٦٧)

مئو۔ ۱؍دسمبر ۶۹ء

عزیزم سلمہ اللہ   سلام مسنون

خط ملا۔ یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ مہتمم صاحب اب بالکل اچھے ہیں۔ مفتی صاحب ترجمان السنہ کے لئے مصر ہیں تو ہمت کرکے لکھ ڈالو[1]۔ اس جلد میں صحاح ستہ اور اس کی شرحیں، نیز جمع الفوائد اور مجمع الزوائد، کنز العمال کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ احیاء العلوم اور اس کی شرح کا زیر نظر رہنا بھی ضروری ہے۔ سیرت کی کتابیں بھی سامنے رہنا چاہئیں۔ ماہانہ البتہ میرے نزدیک بہت کم ہے۔ مگر اس سے زیادہ کی توقع رکھنا بھی فضول ہے۔ دعا کرتا ہوں تم بھی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ مولانا عبد الجبار صاحب اور سب بچے بخیریت ہیں۔ اور سب سلام کہتے ہیں۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(٦٨)

مئو۔ ۱۶؍مئی ۷۰ء ۹؍ربیع الاول ۹۰ھ

عزیزم سلمہ اللہ   سلام مسنون

فہرست مخطوطات[2] پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد چند مقامات کی نشاندہی کر رہا ہوں۔ ایک کتاب کے مختلف حصوں کا ذکر یکجا چاہیئے۔ الخطابی حاشیہ ابی داؤد ص۹۵ شرح خطابی علی ابی داؤد ص۱۰۱ اور معالم السنن ص۱۳۲ تینوں کو ایک جگہ ذکر کرنا چاہیئے تھا۔ الصلات والبشر کے دونوں نسخوں کا ذکر ایک ساتھ مناسب تھا۔ اسی طرح الرد علی الزنادقہ اور کتاب الرد علی الجہمیہ کا ذکر بھی یکجا مناسب تھا۔

(۲) مفتاح النجا ص۱۳۵ مرزا محمد بن رستم بدخشی کی تصنیف ہے۔ جو بارہویں صدی کے امراء و علماء میں تھے۔ نزہۃ الخواطر دیکھئے۔ اس کا ایک نسخہ ندوہ میں ڈاکٹر عبد العلی کے کتب خانہ میں ہے۔

---

[1] ترجمان السنہ کی پانچویں جلد میں نے بطور خود تیار کرلی ہے۔ جو اخلاق پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی طباعت کا سامان فراہم کردے۔ ظفیر

[2] مخطوطات کتب خانہ دار العلوم دیوبند دو جلدیں خاکسار نے مرتب کیں جب وہ شائع ہوئیں تو کچھ خانے خالی رہ گئے تھے حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس خط سے اس کی خانہ پوری فرمادی۔ میں نے یہ اضافہ مخطوطات کے ٹائیٹل پر چھپوا کر شامل کتاب کردیا۔ مخطوطات کی یہ جلدیں اہل علم میں بہت مقبول ہوئیں۔ ظفیر

(۳) الصلات والبشر ص۱۱۱ یہی صحیح ہے۔ الصلوۃ البشر ص۱۰۶ صحیح نہیں ہے۔

(۴) مصابیح الزجاجہ ص۱۳۱ ص۱۳۲ مصباح الزجاجہ صحیح ہے۔

(۵) تہذیب من الاسماء والکنی کے بجائے تراجم الحفاظ المستخرجہ من انساب السمعانی کے عنوان سے اس کا ذکر چاہیئے۔ اس کا ایک نسخہ ڈاکٹر عبدالعلی مرحوم کے کتب خانہ میں بھی ہے۔ جو اب ندوہ میں ہے۔

(۶) پاک پٹن گجرات، صحیح پٹن گجرات ہے۔ پاک پٹن پنجاب میں ہے۔

(۷) المحزر؟ المخدّر

(۸) مفتاح الصلوۃ بار بار طبع ہو چکی ہے۔ ہماری طرف پڑھائی جاتی تھی۔ اس کے مصنف شیخ محمد برہان پوری ہیں۔ جو بابا فتح محمد کے نام سے مشہور تھے۔ گیارہویں صدی کے ربع اخیر میں بمقام مکہ معظمہ وفات پائی۔

(۹) چکن ص۲۶۲ ص۱۷۰، جگن

(۱۰) تنزیہ الشریعۃ ..... ابوالحسن علی بن میمون المعروف بابن عراق ص۹۱ اب مصر میں طبع ہوگئی ہے۔

(۱۱) مکرر۔ شرح نخبۃ الفکر ص۷۰ وص۱۰۱ شرح نخبہ ص۷۱ وص۱۰۳ ان کا ذکر مکرر کیوں ہوا ہے۔

(۱۲) شرح محمد حنفی ص۷۰ وص۱۰۲۔ مکرر

(۱۳) کتاب الانتقاد والانتخاب المستخرجہ من کتاب مسند الفردوس۔ یہ صحیح ہے۔ سیرویہ ابن شہردار فردوس الاخبار کے مصنف ہیں۔ اور ان کے لڑکے شہردار بن شہرویہ نے اس کی حدیثوں کا بالسند ذکر کیا ہے۔ اور اس کا نام مسند الفردوس رکھا۔ میانشی نے مسند الفردوس کو مختصر کیا ہے۔

(۱۴) ص۱۱۳ عبدالمجید القرشی۔ صحیح عمر بن عبدالمجید القرشی۔

ص۱۱۸ ابوحفص عبدالمجید۔ صحیح ابوحفص عمر بن عبدالمجید القرشی المتوفی ۵۸۱ھ

ص۱۱۸ ابوالخطاب۔ ہم نے جہاں ان کا ذکر دیکھا ہے وہاں ان کی کنیت ابوحفص مذکور ہے۔

ص۱۴۸ ص۱۵۰ المزکی۔ صحیح المزی

ص۲۴۱ سہالی دو جگہ۔ صحیح سہالوی

ص۲۵۱ الہیتی صحیح الہیتمی

حبیب الرحمن الاعظمی

(۶۹)

مئو۔ یکم جون ۷۰ء ۲۵ ربیع الاول ۹۰ھ

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

خط مل گیا۔ مہتم صاحب کے صحت یاب ہونے کی خبر سے خوشی ہوئی۔ المطالب العالیہ[1] کی پہلی جلد پوری ہوگئی۔ کویت میں چھپ رہی ہے۔ اب دوسری کی طباعت شروع ہوئی ہوگی۔ تیسری کے مسودہ کے لئے سخت تقاضا ہے۔ اس کو تیار کرنے میں مصروف ہوں۔ اس لئے اب تک سفر نہیں کرسکا۔ یہاں بھی ایک دو بار تھوڑی تھوڑی بارش ہوئی ہے۔ اس لئے موسم میں ذرا اعتدال پیدا ہوگیا ہے۔ کل سے پھر گرمی بڑھ گئی ہے۔ باقی سب خیریت ہے۔ مولوی عبد الجبار صاحب سلام کہتے ہیں۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۷۰)

مئو۔ ۱۱ اپریل ۷۲ء ۲۶ صفر ۹۲ھ

عزیزم سلمہ اللہ السلام علیکم

حضرت مولانا فخر الدین[2] کی وفات دار العلوم کے لئے بڑا سخت سانحہ ہے۔ حق تعالیٰ غیب سے دستگیری فرمائے۔ میں نے تعزیت کا مختصر خط مولانا معراج الحق[3] صاحب کو لکھا ہے۔ میں مختلف قسم کے الجھنوں میں ہوں۔ اور بے حد مصروف اور حال یہ ہے کہ رات میں مسجد تک جانا بھی دشوار ہے۔ کوئی ہاتھ پکڑ لے جائے تب بھی صعوبت سے خالی نہیں۔ جگر کی شکایت کسی طرح نہیں جارہی ہے۔ دن میں اکثر کم ہوجاتا ہے۔ رات میں زیادہ۔ باقی سب خیریت ہے۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

---

[1] المطالب العالیہ کی چاروں جلدیں چھپ کر شائع ہوچکی ہیں [2] شیخ الحدیث حضرت مولانا فخر الدین صاحب صدر المدرسین دار العلوم دیوبند [3] نائب مہتمم دار العلوم دیوبند

(۷۱)

مئو۔ ۱۹ ر اپریل ۷۲ء ۴ ربیع الاول ۹۲ھ

عزیزم سلمہ اللہ السلام علیکم

خط سے حالات معلوم ہوئے۔ تیاری کمیٹی کی شرکت کے لئے دعوت نامہ آچکا ہے۔ میں بھی اس کی شرکت بہت ضروری سمجھتا ہوں۔ مگر آج کل اس قدر مصروف ہوں کہ سمجھ میں نہیں آتا کیا صورت ہوسکے گی۔ مجھے اپنے لکھنے پڑھنے کے لئے جگہ کی بہت ہی تنگی تھی۔ ضرورت کے وقت کتابوں کے تلاش کرنے میں کبھی کبھی ایک ہفتہ صرف ہوجاتا تھا۔ اس لئے کہ کتابیں بالکل غیر مرتب رکھی ہوئی ہیں۔ اس لئے محلہ ہی میں ایک زمین تھی، اس میں ایک کرہ بنوا رہا ہوں آج کل تقریبًا دن بھر وہیں رہتا ہوں۔ وہیں جتنا موقع ملتا ہے، کچھ پڑھتا اور نوٹ کرتا رہتا ہوں۔ خدا کرے کہ مقررہ تاریخوں تک ادھر سے اطمینان ہوجائے۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۷۲)

۲۵ ر اکتوبر ۷۲ء ۱۶ ر رمضان ۹۲ھ

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

کتابیں پہونچ گئیں۔ مگر دستی خط سعید الحق نے معلوم ہوتا ہے گم کردیا ہے۔ مجھے یہ معلوم کرنے کا سخت انتظار تھا کہ ہدایہ[1] بغداد گئی یا نہیں۔ نہ گئی ہو تو اب سہی۔ معجم المؤلفین کی امید پیدا ہوگئی ہے۔

سچا عالم دنیا کا حریص نہیں ہوسکتا۔ خدا کے یہاں وہ عالم نہایت ذلیل وخوار ومعتوب ہے جو دنیا کے لئے مارا مارا پھرے۔ صرف نصیحت کے طور پر لکھتا ہوں۔ کسی شکایت کی بنیاد پر نہیں۔

حبیب الرحمن الاعظمی

---

[1] ہدایت ملتے ہی ہدایہ مکمل بغداد بھیج دی گئی تھی۔ اور وہ کتاب وہاں پہونچ چکی تھی۔

(۷۳)

مئو۔ ۲۸ فروری ۷۳ء

عزیزم السلام علیکم

الحمدللہ خیریت ہے۔ مجلس شوریٰ کا دعوت نامہ اور ایجنڈا بھی پہونچ گیا۔ مگر شرکت کا ارادہ نہیں ہے۔ جب ہم مدرسہ کو یا طلباء کو کوئی فائدہ نہ پہونچا سکیں۔ اور صحیح مشورہ کی شنوائی نہ ہو، تو صرف آنے جانے سے کیا حاصل؟

میں روزانہ مدرسہ جاتا ہوں۔ ایک گھنٹہ بخاری پڑھاتا ہوں۔ اور ایک ڈیڑھ گھنٹے انتظامات کی دیکھ بھال کرتا ہوں۔ میں نے بلا معاوضہ یہ بوجھ اٹھا لیا ہے کہ طلباء کا نقصان نہ ہو۔ اور مدرسہ کے ہمدرد لوگ بد دل اور مایوس نہ ہوں۔

لیکن ہر وقت یہ فکر دامن گیر ہے کہ ضروری شعبہ کی ذمہ داری سنبھالنے کے لئے ایک ایک موزوں آدمی مل جائے۔ یا تیار ہو جائے۔ میں تو شوریٰ میں آتا نہیں۔ اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔ مجھے قلق اس کا ہے کہ دیوبند سے باہر متعدد اصحاب شوریٰ اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے اور کراتے ہیں۔ لیکن جب وقت آتا ہے تو ایک بھی ان میں سے یہ نہیں کہتا کہ چلو اس دفعہ کچھ کوشش کی جائے۔ میں دو دفعہ لکھ چکا۔

الاستاذ صبحی السامرائی مکتبۃ المثنیٰ بغداد کو ایک نسخہ ہدایہ اخیرین کا اور دو نسخہ ہدایہ اولین کا کسی تاجر سے رعایتی قیمت پر بھجوا دو۔ اور کتاب کی قیمت مع مصارف ڈاک "معجم المولفین" کی قیمت سے وصول کر لو۔ مولوی عبدالجبار صاحب کو "دارالعلوم" کا وہ پرچہ بھجوا دو۔ جس میں ان کا مضمون چھپا ہے۔ اور آئندہ بھی بھجواتے رہنا۔ سعید[۲] احمد اکبر آبادی اور مولوی منظور[۳] کو میرے شریک نہ ہونے کا سبب بتا دینا۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

---

[۱] کتابیں بھجوادی تھیں [۲] مولانا سعید احمد اکبر آبادی۔

[۳] مولانا محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ۔

(۷۴)

۲۵ مارچ ۷۱ء ۳۰ صفر ۹۱ھ

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

۲۷ فروری کو ووٹ شماری کا دن تھا۔ ٹرین چھوٹنے کے بعد کوئی ٹیکسی اعظم گڈھ یا شاہ گنج کے لئے نہیں ملی۔ تو بس سے اعظم گڈھ روانہ ہوا۔ راستہ میں تماشہ بینوں نے جگہ جگہ پون پون گھنٹے تک بس روکی۔ اعظم گڈھ ۱۱ بجے پہونچا۔ وہاں سے شاہ گنج کے لئے ۱۲ بجے تک ٹیکسی کی تلاش جاری رہی۔ ملی بھی تو اندیشہ ہونے لگا کہ اب شاہ گنج میں دیرہ دون ایکسپریس نہ ملے گا۔ مجبوراً الٹے پاؤں واپس آیا اور واپسی میں بھی کئی کئی بہت زحمت رہی۔ بعض قلمی کتابوں کی جستجو میں دو دن کے لئے پٹنہ گیا وہاں سے دربھنگہ اور دربھنگہ سے مئو۔

مولوی یحیٰی سے ملاقات ہوئی تھی۔ ابراہیم افریقی کا کوئی خط سملک سے بھی نہیں آیا۔ مصنف[1] مجھ کو بھی نہیں بھیجی۔ شیخ الازہر (مصر) نے اگر ٹکٹ بھجوایا تو مصر جانے کا خیال ہے۔ ان کی بات بھی رہ جائے گی۔ اور ممکن ہے کہ کوئی علمی کام سر ہو جائے۔ المطالب العالیہ فوٹو آفسیٹ سے دوبارہ بیروت میں چھپ گئی ہے۔ مولانا یوسف نے مکہ میں مانگا ۱۲۰ روپے میں خریدی تھی۔ یہاں کچھ نسخے ہیں۔ اگر کہو گے تو بھجوا دوں گا۔ ایک نسخہ مولوی یحیٰی[2] نے اور ایک ڈاکٹر خدا بخش لائبریری (پٹنہ) نے مانگا ہے۔ اور سب خیریت ہے۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۷۵)

۴ شوال ۷۹ھ یکم اپریل ۶۰ء

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ سلام مسنون ودعا

انتظار تھا کہ مولانا عبداللطیف صاحب سے کچھ بات ہو جائے تو جواب لکھوں چنانچہ گفتگو ہوئی۔ وہ تو میری تجویز سے بالکلیہ متفق ہیں۔ دوسرے لوگ اتفاق کرنے کے ساتھ کچھ دوسری بات بھی سوچتے ہیں۔ فضا بڑی حد تک ہموار ہو چکی ہے۔ مولوی عبداللطیف صاحب تو لکھنؤ چلے گئے۔ دوسرا

---

[1] مصنف عبدالرزاق [2] مولانا محمد یحیٰی ندوی ساکن ضلع مونگیر

سے ایک آدھ دفعہ پھر بات کرلوں تو اطمینان ہو۔

امید تو ہے کہ بات انشاء اللہ بن جائے گی۔ اب رہی بہار کی صورت تو اگر یہاں کا معاملہ صاف ہوجاتا تو جواب آسان تھا۔ مگر جب تک صاف نہیں ہے تو عارضی قیام میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ عارضی منظوری کو حجت قرار دے کر اور چھوڑنے میں نقصان دکھا کر مستقل قیام پر مجبور نہ کریں۔ یا اس کی وجہ سے کشیدگی نہ پیدا ہوجائے۔ سب باتوں کو سوچ کر جواب دینا چاہیئے۔ مجھے معلوم ہو کہ اس کے بعد خط کس پتہ پر لکھا جائے تو آئندہ یہاں جو بات چیت ہو اس کی اطلاع اسی پتہ پر کروں۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۷۶)

مئو۔ ۴ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ ۲۱ جنوری ۱۹۷۲ء

عزیزم سلام مسنون

خیریت ہے۔ بچوں کی بیماری کی وجہ سے پریشانی تھی۔ اب الحمدللہ اچھے ہو رہے ہیں۔ الاعلام کی قیمت مع مصارف ہندوستانی سکہ سے چار سو روپے ہے معجم المولفین[1] کے لئے خاص طور پر دمشق جانے والے کو خط دے دیا ہے۔ چند دن دیکھ کر ڈاک سے بھی خط بھیج دوں گا۔ کچھ کتابیں میرے پارسل میں آرہی ہیں۔ جو میری ضرورت سے فاضل ہوں گی۔ اور دارالعلوم کے لئے ضروری ہوں گی۔ ان کو دارالعلوم بھجوا دوں گا۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۷۷)

مولوی ظفیرالدین صاحب السلام علیکم

پہلے بھی خط ملا تھا۔ لیکن دیوبند آنے کا خیال تھا۔ اس لئے جواب نہیں لکھا۔ کچھ دنوں سے بلڈ پریشر کسی کسی وقت بڑھ جاتا ہے۔ جن دنوں میں شوریٰ ہو رہی تھی اس وقت بھی شکایت تھی۔ اور

---

[1] الاعلام اور معجم المولفین دونوں کتابیں حضرت الاستاذ کے واسطے سے کتب خانہ دارالعلوم دیوبند کے لئے منگوائی گئی تھیں۔ پہلے یہ کتابیں نہیں تھیں۔

پہلے سے ریزرولیشن بھی نہیں تھا۔ اس لئے نہ آسکا۔ الحمدللہ عوارض اور ضعف و کبر سن کے باوجود روزے رکھتا ہوں۔ لیکن شدت بہت ہے۔ بارش ہو نہیں رہی ہے لُو بھی چلتی ہے۔ مولوی عبدالجبار سلمہ بھی بخیریت ہیں اور بچے بھی۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۷۸)

۷ رشوال ۱۴۰۲ھ مئو ۲۹ رجولائی ۱۹۸۲ء

عزیزم ! السلام علیکم

خط ملا مصروفیت کی وجہ سے جواب دیر سے لکھ رہا ہوں۔ سانحہ سے آنے کے بعد جو اضافہ تنخواہ ہوا ہے۔ اس سے پہلے تمہاری تنخواہ کیا تھی۔

مولوی ابوبکر کی زبانی تمہارا اشارہ معلوم ہوا مگر میں ابھی قبل اضافہ والی تنخواہ بھی شاید نہ دے سکوں۔ جواب میں فوراً اس سے مطلع کر دو۔ تاکہ میں غور کرسکوں۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۷۹)

مئو۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۷۳ء

عزیزم سلمہ اللہ السلام علیکم

کتاب کی قیمت تمہارے پاس امانت رہے تو کیا حرج ہے۔ اس سے پہلے خط میں تاکید کی تھی کہ

(۱) ایک نسخہ فتح الملہم (مولانا شبیر احمد) ۱ تا ۳

(۲) اور ایک نسخہ ماتمس الیہ الحاجۃ مولانا عبدالرشید (کراچی والے) کا

الاستاذ صبحی السامرائی مکتبہ المثنی۔ بغداد (عراق) کو بھیج دو۔[1]

اس کا کوئی جواب نہیں آیا۔ اس لئے پھر یاددہانی کرتا ہوں۔ نعمانی اکیڈمی کا مجھے کوئی علم نہیں ہے

---

[1] حسب حکم دونوں کتابیں بھجوائی گئیں

نہ اس کا ہم لوگوں سے کوئی مشورہ ہوا۔ نہ ہماری اطلاع میں یہ بات لائی گئی۔ ظاہر ہے کہ کوئی چیز کسی پر زبردستی مسلط نہیں کی جاسکتی۔ اس سے اس رویہ کا اندازہ کرو۔

حبیب الرحمن الاعظمی

(۸۰)

مئو۔ ۲۲ر ستمبر ۶۹ء

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

واقعی بڑا سخت ابتلا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس سخت مرحلہ سے سلامتی کے ساتھ اس نے گذار دیا۔ آپریشن[1] میں الحمد للہ کوئی تکلیف وغیرہ نہیں ہے۔ لیکن دوران سر کی شکایت اتنی شدید ہے کہ ابھی تک مسجد تک جانے کے قابل نہیں ہوں۔ چلتا ہوں تو جسم قابو میں نہیں رہتا۔ ہر لحہ دائیں بائیں جھک جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ لیٹے رہنے میں الحمد للہ چکر کا احساس نہیں ہوتا۔ لیکن لیٹے لیٹے کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ ستمبر والی تاریخ بدل گئی۔ اب کوئی دوسری تاریخ مقرر ہوگی۔ اگر اواخر شعبان کی کوئی تاریخ ہوئی تو امید قوی ہے کہ شرکت ہوسکے گی۔ انشاء اللہ العزیز وہاں کے حالات سے پہلے ہی کیا کم دکھ تھا اور اب تو کچھ پوچھو مت کہ دل پر کیا اثر ہے۔ حق تعالیٰ طبقۂ علماء کی اصلاح فرمائے۔ انہی کے صلاح میں عالم کا صلاح مضمر ہے۔ یکسوئی کے ساتھ کام میں لگے رہو۔ فلاح و بہبود کا اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ مولوی عبدالجبار آج کل الحمد للہ اچھے ہیں۔ میری غیبت میں آنکھوں میں شکایت ہوگئی تھی۔ پھر پیچش میں مبتلا تھے۔ سلام کہتے ہیں۔ اور سب لوگ اچھے ہیں۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

---

[1] گردہ کی تکلیف تھی اس سلسلہ میں آپریشن کی ضرورت پڑی

(۸۱)

مئو۔ ۲۹ر جنوری ۱۹۰۳ء

عزیزم السلام علیکم

تمہارے دونوں خطوط ملے۔ جواب میں تاخیر کا سبب ظاہر ہے۔ مولانا عبداللطیف صاحب کی وفات میرے لئے ایک صدمہ جانکاہ ہونے کے علاوہ بہت سی پریشانیوں کا سبب بھی بن گئی ہے۔ مدرسہ کی خدمت کی ذمہ داریاں نہ میں نے قبول کی ہیں، نہ میرے اوپر ڈالی گئی ہیں۔ وہ از خود میرے سر آگئی ہیں اس لئے کہ یہ ساری ذمہ داریاں میں ہی ان کے سپرد کرکے ان کی زندگی میں سبکدوش ہوگیا تھا۔

مجبوراً روزانہ مدرسہ جاتا ہوں۔ بخاری کی جلد اول پڑھاتا بھی ہوں۔ بعض اور اسباق بھی پڑھاتا ہوں۔ اب سب کو منتقل کر رہا ہوں۔ بخاری جلد ثانی مولانا عبدالجبار کے حوالہ کردی ہے۔ انتظامی امور کی دیکھ بھال خود ہی کر رہا ہوں۔ مولانا ایوب صاحب آجاتے تو بوجھ ہلکا ہوجاتا، مگر درمیان سال میں بلانے سے وہاں کا نقصان ہوگا۔ اور شاید وہ بھی قبول نہ کریں۔

تمہارے یہاں کا حال زبوں بعض مستند ذرائع سے معلوم ہوا۔ بہت ہی رنج ہوا۔ مگر رنج بیکار ہے۔ مجلس شوریٰ کا دعوت نامہ آگیا ہے۔ مگر شرکت کے لئے طبیعت بالکل آمادہ نہیں ہے۔ شرکت سے فائدہ ہی کیا ہے۔ مولوی عبدالجبار بھی تم کو آج خط لکھنے والے ہیں۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

بقلم رشید احمد

(۸۲)

مئو۔ ۲۵ر جولائی ۱۹۴۰ء ۱۵ر ربیع الاول ۱۳۵۹ھ

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

الحمدللہ مع الخیر ہوں۔ خدا کے فضل سے بہ نسبت پہلے کے اس وقت طبیعت بہت اچھی ہے۔ خوشدلی کے ساتھ کام بھی ہوجاتا ہے۔ تمہاری کتاب[۱] کی نسبت مجھے یقین ہے کہ چھپے گی۔

---

[۱] اسلام کا نظام امن۔ بحمداللہ چھپی حضرت کا مقدمہ ہے اور حضرت الاستاذ مولانا نعمانی کا تعارف

مگر مولوی عبداللطیف صاحب مختلف کاموں میں ایسا الجھے رہتے ہیں کہ مجبوراً دیر ہوگی۔ میرے پاس نصاب کمیٹی کی طرف سے کوئی دعوت نامہ نہیں آیا ہے۔ اگر آیا اور طبیعت اچھی رہی تو میرا دل بھی چاہتا ہے کہ مختلف لوگوں سے ملوں۔ شعبان میں دیوبند دیکھے ہوئے دو برس ہوجائیں گے۔ یہاں بھی بارش خوب ہو رہی ہے۔ اکثر فضا ابر آلود رہتی ہے۔ باقی خیریت ہے۔ مولوی عبدالجبار صاحب سلام کہتے ہیں۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

(۸۴)

مئو ۲۱ اکتوبر ۶۴ء ۱۴ جمادی الآخر ۸۴ھ

عزیزم سلمہ اللہ سلام مسنون

سفر[1] سے واپس آئے ہوئے ۱۰ دن ہوگئے۔ تمہارے مئو آنے کا حال سفر ہی میں معلوم ہوگیا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ تم آئے بھی تو ملاقات نہیں ہوسکی۔ فتاویٰ کی دوسری جلد کہیں کہیں سے دیکھی ہے۔ اب کسی دن موقع سے یاد آجائے گا۔ تو کچھ لکھ کر بھیج دوں گا۔

تبدیل مکان کے اندیشہ سے تشویش ہوئی۔ خدا کرے کہ اس میں خیر ہی ہو۔ "امن و امان" پر نظر ڈالنے کا کیا وعدہ کروں۔ مصنف[2] عبدالرزاق کے کام کے علاوہ روزانہ متعدد خطوط کے جوابات وغیرہ میں ایسا الجھا ہوا رہتا ہوں کہ کسی نئے کام کو ہاتھ لگانے کی ہمت نہیں ہوتی۔ مولانا محمد میاں[3] صاحب کا اصرار ہے کہ ان کے "عہد زریں[4]" پر نظر ڈال کر تقریظ لکھوں۔ اور مشورہ دوں۔ ایک صاحب مصر سے ابن عبدالبر کی الاستذکار شائع کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا تقاضہ ہے کہ اس کام میں ان کی مدد کروں۔ اور برابر ان کے سوالات کے جوابات بھیجا کروں۔ اس طرح کے اور بھی خطوط آتے رہتے ہیں۔ بہرحال کوئی موقع نکلے گا تو دیکھوں گا۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

---

[1] سفر حج سے [2] بیروت سے گیارہ جلدوں میں چھپ کر شائع ہوچکی [3] سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند و شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی۔ [4] یہ کتاب بھی اب شائع شدہ ہے۔

(۸۹)

عزیزی مولوی ظفیر الدین   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ بخیر و عافیت ہوں نگاہ بلکہ عام جسمانی کمزوری کی وجہ سے اب خود بہت کم لکھتا پڑھتا ہوں۔ مسودہ کا مقابلہ تین چار لڑکوں سے پڑھوا کر کرتا ہوں۔ اور جو لکھوانا ہوتا ہے اس کو املا کرا دیتا ہوں۔ بعد میں مسودہ اور اس کے حواشی خود پڑھتا ہوں۔ اصلاح و ترمیم یا اضافہ کرتا ہوں۔

شعبۂ افتاء میں کسی تبدیلی کا مجھ کو کوئی علم نہیں۔ سیلاب سے نقصان کی اطلاع موجب رنج ہے۔ اللہ تعالیٰ مرمت کا انتظام فرمادے۔ یہ بھی دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ لڑکے کو کوئی اچھی ملازمت دلادے۔ میں بھی اسی بات کو بہتر سمجھتا ہوں کہ کوئی اچھی جگہ مل جائے تو انتقال مکانی کر لینی چاہیئے۔ یہ بھی درست ہی ہے کہ کسی کے طلب پر ایسا کرنا مناسب ہوگا۔

مولوی رشید احمد وغیرہ بخیر ہیں۔ بچے[1] بخیر و عافیت پہونچ گئے۔ انشاء اللہ ٹھیک وقت سے واپس پہونچ جائیں گے۔

سنتا ہوں وہاں سردی بہت ہے۔ ورنہ ایک دو دن کے لئے دیوبند آتا۔

والسلام
حبیب الرحمٰن الاعظمی
۵ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

---

[1] حضرت والا کے پوتے راشد واسلم وغیرہ جو دیوبند میں زیر تعلیم تھے۔

علمی مراسلے

حضرت مولانا عبداللطیف نعمانیؒ

(۱)

۲۰ نومبر ۶۹ء

عزیز مکرم   سلام علیکم ورحمۃ اللہ

دستی مسرت نامہ اور چائے کا پیکٹ ملا۔ جزاک اللہ۔ مدرسین اور طلبہ دونوں طبقے کچھ کرنا نہیں چاہتے۔ پھر استعداد کیسے پیدا ہو۔ مفتاح العلوم کا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے۔ انتہائی محنت و توجہ دلانے پر بھی طلبہ یا مدرسین درست راہ نہیں پکڑتے۔

آپ نے مفتاح العلوم میں کچھ دنوں گذارنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ بڑا اچھا ہے۔ ضرور تشریف لائیے۔

عبداللطیف نعمانی

(۲)

مفتاح العلوم

مکرمی   سلام مسنون

مدرسہ میں شعبۂ تالیف و اشاعت کا افتتاح کر لیا گیا ہے۔ اس شعبہ میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی زیر نگرانی ابتدا میں دو آدمیوں کا تقرر ہوگا۔ بہت سے ساتھیوں کی نگہ انتخاب آپ پر ہے۔ کیا آپ تشریف لا سکیں گے؟ مفتاح العلوم میں تنخواہوں کا معیار دارالعلوم دیوبند سے بہت کم ہے۔ تشریف آوری کی صورت میں کم سے کم کیا حق المحنت آپ کو ملنا چاہیئے، جس سے آپ کا کام چل جائے[1]۔ اگر جواب میں تاخیر نہ ہو تو اچھا ہوگا۔

میقات کا انتظار ہے۔ مفت نہیں وی پی بھجوا دیجئے۔

عبداللطیف نعمانی   ۲۲ جنوری ۶۳ء

---

[1] خاکسار نے جواب میں لکھا تھا کہ آپ حضرات جتنا بھی دیں گے مجھے منظور ہے اور انشاء اللہ اسی میں میرا کام چل جائے گا۔ مگر وہاں کیا بات پیش آئی۔ مجھے بلایا نہیں گیا اور نہ یہ شعبۂ تالیف واشاعت قائم ہوا۔

(۳)

مفتاح العلوم[1]

مکرم و محترم سلام مسنون

آج کل بعض اکابر دار العلوم دیوبند کی تقریروں اور خبروں سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ شاید مدارس اسلامیہ کی افادیت کی طرف سے مایوس سے ہیں ورنہ بیجا تصنع یا تقدس کے قابوس میں مبتلا ہیں۔ یہ صورت حال دن بدن ناقابل برداشت ہوتی جاتی ہے۔

خدا نے ان کو علم عطا فرمایا، وجاہت بخشی، اقتدار و اختیار سے نوازا۔ مگر یہ حضرات کچھ کرنے کے نہیں، صرف کہنے میں مصروف ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ کچھ چھوٹے لوگوں کو توفیق عطا فرمائے۔ اور یہ لوگ کچھ کر جائیں۔ اور دین کا کام ہوتا رہے۔ آپ حضرات ان چھوٹوں کی ہمت بندھائیں۔ اور دعا فرمائیں کہ "المفتاح" اس سلسلہ کے فتح یاب کرنے میں کامیاب ہو۔

عبد اللطیف النعمانی

۲۶-۱۱-۶۳

(۴)

مفتاح العلوم مئو

جناب مولانا محمد ظفیر الدین صاحب ! السلام علیکم

آپ کی کتاب[2] کا مسودہ مل گیا ہے۔ اس کو حضرت مولانا[3] کی خدمت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ عنقریب ہی تفصیلی خط آپ کی خدمت میں ارسال کیا جائے گا۔ اطلاعاً عرض ہے۔

فقط والسلام

عبد اللطیف النعمانی

---

[1] اس نام سے جامعہ مفتاح العلوم مئو سے ایک ماہوار پرچہ نکلنا شروع ہوا تھا مگر وہ تین پرچوں کے بعد بند کر دیا گیا تھا۔

[2] "اسلام کا نظام امن" نامی کتاب کا مسودہ

[3] حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۵)

مفتاح العلوم مئو

عزیز مکرم   سلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت مولانا نے مجھے آپ کا خط دکھایا تھا۔ جواباً گذارش ہے کہ "مجلس علمی" کتاب کی اشاعت کے لئے تیار ہے۔ براہِ کرم مسودہ فوراً ارسال فرمائیں۔ مسودہ آجائے تو حضرت مولانا سے مختصر تقریظ لکھوا دی جائے اس سے انشاء اللہ کتاب کی اہمیت بڑھ جائے گی۔ امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

عبد اللطیف

۲۱ مارچ ۶۴ء

(۶)

مفتاح العلوم مئو

عزیز مکرم   سلام علیکم ورحمۃ اللہ

مسودہ کا کچھ حصہ دیکھ چکا ہوں۔ ابھی پورا نہیں کر سکا۔ کچھ تو طبعی تقاضا اور کچھ مشاغل کی بہتات اس کام کی حارج رہی۔ طباعت انشاء اللہ ضرور ہوگی۔ تاخیر کی ذمہ داری تنہا مجھ پر ہے۔ کوئی دوسرا ملزم نہیں بنایا جا سکتا۔ مدرسہ کا کام روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ میں اتنی فرصت نہیں پاتا کہ کسی اور طرف توجہ کر سکوں۔ مدرسین کی تعداد خاصی ہے۔ مگر کوئی صاحب اس کام کے نہیں ہیں۔

علومِ قرآن پر پوری محنت اور جانفشانی سے کچھ لکھا جا سکے تو بہت اچھا ہوگا۔ ویسے قدماء حنفیہ کی احادیث سے متعلق کتابوں کی اشاعت بہت ضروری ہے۔ خدا کرے کسی کو توفیق مل جائے۔ فقہ حنفی کی تدوین کی تفصیل بھی ایک اہم موضوع ہے۔ خدا کرے کوئی مرد اس میدان کو سر کر پائے۔

عبد اللطیف نعمانی

(۷)

مولوی ظفیر الدین صاحب   سلام علیکم ورحمۃ اللہ

گیارہ سو کا بیمہ آج روانہ ہو رہا ہے۔ وصولیابی سے مطلع فرمائیں گے۔ اگر کاغذ ۱۸ روپے ریم ہے۔ گراں ہو تو بھی ۵۰ ریم کاغذ یکجائی خرید لیا جائے۔ بقیہ رقم اجرت طباعت کے ساتھ بھیج دی جائے گی۔ واللہ الموفق۔

ناشر شعبۂ تصنیف وتالیف مفتاح العلوم مئو یوپی لکھنا مناسب ہوگا۔ مولانا! میرے مشاغل آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ مدرسہ کے جملہ شعبوں کے ساتھ میونسپل بورڈ[1] کا پورا بار میرے سر ہے۔ ہر کام میں دوسروں کی مدد ملنے کے بجائے بلاواسطہ نہ سہی بالواسطہ مخالفت کا مقابلہ، مقابلہ کو تصادم تک پہونچنے سے بچانا، ایسا مسلسل کام ہے کہ فرصت اور سکون کا کوئی لمحہ نکالنا دشوار ہے۔ چاہتا میں بھی ہوں کہ کچھ لکھوں لیکن چاہنا کیا کام دیتا ہے۔ صدق اللہ لیس بامانیکم الآیۃ۔

یہ واقعہ عرض کیا گیا ہے۔ دعا فرمائیں خدا کوئی صورت پیدا فرمادیں۔ گذشتہ چند دنوں سے بیمار ہوں۔ لیکن معذور نہیں۔ کام ہوتا رہتا ہے۔ شوریٰ[2] کے موقع پر حاضری کا خیال تھا مگر مجھے بھی الجھنیں پیش آگئیں۔ اور مولانا[3] کو بھی مانع پیش آگیا۔ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

عبد اللطیف

۸/۱۱/۶۵

---

[1] حضرت الاستاذ دسیوں سال میونسپل بورڈ مئو کے چیرمین رہے اور مئو کی خدمت کی۔

[2] دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے موقع سے دیوبند تشریف آوری کا ارادہ تھا چنانچہ ایک دفعہ دو تین دنوں کے لئے تشریف لائے۔ [3] حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی۔

(۸)

مفتاح العلوم مئو

عزیز محترم　　　　سلام علیکم

عرصہ سے آپ کے مسرت نامہ سے محروم ہوں۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ جی چاہتا ہے کہ حضرت مولانا فخرالدین صاحب مفتاح العلوم میں ایک روز کے لئے تشریف لاتے۔ اور یہاں کے لوگ کچھ فائدہ حاصل کرتے، میں نے ان کی خدمت میں درخواست بھیجی ہے کہ مئو یا مبارکپور کا کوئی پروگرام ہو تو ایک دن رات کا وقت مفتاح العلوم کو بھی عنایت ہو۔ نامناسب نہ ہو تو آپ ان کی خدمت میں میری طرف سے، نہ صرف درخواست فرمائیں۔ بلکہ امکانی کوشش فرما کر حضرت مولانا کو اس کے لئے آمادہ فرمادیں۔ اور موقع ہو تو آپ[۱] بھی تشریف لائیں۔

عبداللطیف

۱۹؍دسمبر ۶۸ء

(۹)

مفتاح العلوم مئو

عزیز محترم　　　　سلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کی پریشانی بجا اور درست ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ نعمانی صاحب[۲] اور مولوی حبیب اللہ گرفتار ہیں۔ حکام نے سیاسی پارٹیوں کی سازش سے سیاسی مقدمہ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ چارہ ساز ہے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مدرسین طلبہ اور سارا اسٹاف خیر و عافیت سے ہیں۔ دعا کیجئے۔ اور احباب اور بزرگوں سے دعا کرائیے۔

عبداللطیف نعمانی

---

[۱] حضرت مولانا فخرالدین احمد صاحب کو آمادہ کیا گیا۔ چنانچہ جب مئو گئے تو مفتاح العلوم کو بھی ایک پورا دن رات دیا۔ اور وہاں قیام فرمایا اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ [۲] حضرت الاستاذ کے بڑے صاحبزادے مولانا حبیب الرحمٰن نعمانی اور چیئرمین مولانا حبیب اللہ مئو۔ دونوں گرفتار ہوئے۔ اہل مئو پر پولیس نے کرفیو لگا کر بڑے مظالم کئے۔

(۱۰)

مفتاح العلوم مئو

عزیز مکرم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مسرت نامہ باعث شادمانی ہوا۔ آپ نے اپنے بچے کو مئو بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے
مگر اس سال بھیجنا مشروط ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر آئندہ بھیجنا ہے تو اس سال بھیج دیجئے۔
عمر زیادہ ہو جانے کے بعد لڑکوں کو صحیح راہ پر لگانا دشوار ہو جاتا ہے۔ ابھی سے دیکھ بھال ہوگی۔
تو محنت کا عادی ہو جائے گا۔ اور ابھی سے فنون کی طرف بھی کچھ توجہ ہو جائے گی۔ تو اچھا ہے۔
اگر آپ ساتھ لائیں تو بڑی خوشی ہوگی[1]

عبد اللطیف النعمانی

۲۸ دسمبر ۶۸ء

(۱۱)

مفتاح العلوم مئو

عزیز مکرم   سلام علیکم ورحمۃ اللہ

احمد سجاد سلمہ اللہ کے لئے آپ کا بھیجا ہوا عسل ملا۔ خیال تھا کہ ابھی شوریٰ کے
موقع پر دار العلوم کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔ مگر سنتا ہوں کہ مجلس شوریٰ ملتوی کر دی
گئی۔ ابنا قدیم کا اجتماع ہونے کی خبر اخبار میں پڑھی تھی۔ شاید یہی خبر باعث التوا بن گئی ہو۔
والخیر فیما وقع۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ مولانا[2] کا ضعف ابھی باقی ہے۔ طاقت میں اضافہ ابھی
محسوس نہیں ہوتا۔ دعا کیجئے۔

عبد اللطیف النعمانی

۲۱ دسمبر ۶۹ء

---

[1] عزیزم احمد سجاد سلمہ کو پہونچایا۔ حضرت والا نے خصوصی توجہ فرمائی۔

[2] حضرت الاستاذ مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۱۲)

مفتاح العلوم مئو

عزیز محترم   سلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے دو کارڈ ملے۔ پہلے کے آنے کے وقت سجاد[1] کا پتہ نہیں تھا۔ دوسرا کارڈ آیا تو وہ تین بچوں کے ساتھ آچکے تھے۔ سب کا انتظام کر دیا ہے۔ خرچ آپ کس کس کا دیں گے۔ سجاد تاکید و فہمائش کے باوجود پوری طرح قابو میں نہیں رہتے۔ مجھ کو ڈر لگتا ہے کہ اس کی دیکھا دیکھی چھوٹے بچے بھی بگڑ نہ جائیں۔

مجھ کو مصروفیت کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ میں پوری نگرانی کر پاؤں۔ سجاد کو میں نے بتایا کہ تم ایک حدیث کی کتاب میں شرکت کرو۔ عربیت کی درستی کے لئے ایک ادب کی کتاب پڑھو، منطق میں ملا حسن اور حسامی پڑھو۔ آج میرے پاس بخاری میں آکر شریک ہوئے۔ ابھی غالباً دوسری کتابیں شروع نہیں ہوئیں۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

عبد اللطیف نعمانی

۲۷ دسمبر

(۱۳)

مفتاح العلوم مئو

مکرم و محترم   سلام علیکم ورحمۃ اللہ

مئو میں روضہ سے پورب سندھیوں کے مندر سے پچھم تقریباً آٹھ بجے رات میں ۲۹/۱/۷۰ء کو کسی نے رام گوپال کھنڈیل وال کو بندوق سے چوتڑ پر چھروں سے مار دیا۔ اس واقعہ کو بہانہ بنا کر مسلمانوں کو پریشان کرنے کی کوشش ہوئی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی کرم فرمائی سے یہ مذموم کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔ مگر اور مضافات میں کوئی تناؤ اور سنسنی نہیں ہے۔ فالحمد للہ۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

عبد اللطیف نعمانی

۹ فروری ۱۹۷۰ء

---

[1] خاکسار کا بڑا لڑکا مولوی احمد سجاد جس نے مفتاح العلوم سے بالآخر فراغت حاصل کی۔ ظفیر

(۱۴)

مفتاح العلوم مئو

عزیز مکرم سلام علیکم ورحمۃ اللہ

بڑی خوشی ہوئی کہ اگر اس طرف تشریف آوری ہوئی تو حضرت مولانا[1] نے مفتاح العلوم کو بھی عزت بخشنا طے فرمالیا ہے۔ آپ بتائیے کہ اگر مبارکپور کا پروگرام منظور ہو اور گاڑی پر سفر ہو تو دہرہ اکسپریس سے شاہ گنج، وہاں سے بذریعہ کار ۴ بجے شام تک مبارکپور، رات مبارکپور میں گزار کر ناشتہ کے بعد موٹر کار سے مئو تشریف لائیں۔ اس طرح وقت کم صرف ہوگا۔ اگر پروگرام منظور ہو جائے تو مجھے خبر دیجئے۔ اور آپ بھی ضرور تشریف لائیے۔

ندوۃ المصنفین کی کتابوں کی تفصیل پھر لکھوں گا۔

عبد اللطیف النعمانی

۳۰ر دسمبر ۶۸ء

(۱۵)

جامعہ مفتاح العلوم مئو

عزیز محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

دیکھو مولانا، ہم ناظم اور صدر المدرسین دو عہدوں کی وجہ سے مرے جارہے ہیں۔ اور آپ "نظام امن وامان" پڑھا رہے ہیں۔ میاں! بیوی سخت بیمار ہیں اور ادھر ان کو دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔

آپ لکھنؤ خود تشریف لائیے پھر مئو آنا تو فرض ہوگا۔ اس بیچ میں، میں کچھ کروں گا۔ اور واپسی میں آپ مسودہ ساتھ لے جائیں گے۔ اور کتابت ہوگی۔ واللہ الموفق۔ تحقیقات شرعیہ والے شاید مجھ سے بہت خفا ہوں گے۔ ہونا ہی چاہیئے۔ میں حضرت نعمان رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کے سوا کسی کی تقلید نہیں کرتا۔ اور شاید دنیا میں میرے سوا دو لوگ کسی اور میں اختلاف نہیں پاتے۔ والسلام

عبد اللطیف النعمانی

---

[1] حضرت مولانا فخر الدین احمد صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

(۱۶)

جامعہ مفتاح العلوم

۶۵/۵/۱۳

مولانا ظفیرالدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مسرت نامہ ملا۔ مگر پریشانیوں میں دھیان نہیں رہا۔

فتاویٰ[1] کی کتابت غنیمت ہے۔ آپ فوراً شروع کرا دیجئے۔ تصحیح کا خاص خیال رکھنا ہوگا۔ کتابت کی غلطیاں بعض جگہ مضمون کو بگاڑ دیتی ہیں۔ والسلام

عبداللطیف النعمانی

(۱۷)

۶۹/۱۰/۸

مکرم سلام علیکم ورحمۃ اللہ

دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کی دو تاریخیں ملتوی ہو چکی تھیں۔ سنا گیا تھا کہ یہ ملتوی شدہ اجلاس شعبان میں ہوگا۔ شاید ابھی تاریخوں کا تعین نہیں ہوا۔

جی چاہتا ہے کہ مجلس شوریٰ کے موقعہ پر دارالعلوم کی زیارت کی جائے۔ دارالعلوم کے حالات کے ساتھ ہی شوریٰ کا ڈھنگ بھی قریب سے معلوم ہو سکے گا۔

نامناسب نہ ہو تو دفتر اہتمام سے تاریخوں کا پتہ چلا کر مطلع فرمائیے۔

مدرسہ میں ۱۶ شعبان سے امتحان شروع ہے۔ امتحان کے بعد کہیں آنا جانا آسان ہوگا۔

اگر ممکن ہو تو شیخ الحدیث[2] اور قاری صاحب[3] کو سلام نیاز پہنچائیے۔

عبداللطیف

---

[1] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مدلل و مکمل۔

[2] حضرت مولانا فخرالدین احمد شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

[3] حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ

صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

حضرت مولانا سے میرے تعارف کا ذریعہ رسالہ برہان دہلی اور ندوۃ المصنفین دہلی ہے۔ برہان میں بہت پہلے سے پڑھ رہا تھا۔ پھر مولانا کی کئی تصنیفات سے استفادہ کی نوبت آئی، جو ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوئیں، وحی الٰہی، غلامی کی حقیقت، اور دوسری کتابیں، پھر جب میرے مضامین برہان میں شائع ہونے لگے، تو راہ ورسم میں اضافہ ہوا۔ مولانا ذی علم، ذی استعداد اور معیاری انشا پرداز تھے۔ اور ہم جیسے گمناموں کے ہمدرد و بہی خواہ تھے۔ مولانا کو خاکسار سے بڑا اخلاص تھا۔

مولانا کا وطن بھیرایوں ضلع مراد آباد ہے۔ پیدائش آگرہ میں ہوئی، جس کی طرف نسبت کرکے اکبر آبادی لکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ پھر شاہی مراد آباد میں اور اخیر میں دارالعلوم دیوبند آکر تعلیم مکمل کی۔ آپ بھی حضرت علامہ کشمیری کے ممتاز تلامذہ میں تھے۔ ڈابھیل میں دو سال عربی کے مدرس رہے۔ پھر دہلی مدرسہ عالیہ فتحپوری کے استاد ہوئے۔ دہلی کے قیام میں آپ نے ایم، اے کیا۔ اور دلی کالج میں استاذ ہوئے۔

۱۹۴۸ء میں جب مدرسہ عالیہ کلکتہ کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ تو آپ کو وہاں کا پرنسپل بنایا گیا۔ دس سال اس منصب پر رہے۔ اس کے بعد مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ دینیات کے صدر بنائے گئے۔ یہیں سے آپ ریٹائر ہوئے۔ جولائی ۱۹۳۸ء سے لے کر زندگی کے آخری لمحہ تک برہان دہلی کے ایڈیٹر رہے۔ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے۔ اخیر میں بیمار ہو کر کراچی گئے اور وہیں ۱۴۰۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ غفر اللہ ونور مرقدہٗ۔ اور وہیں پر سپرد خاک ہوئے۔

محمد ظفیر الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند

(۱)

برھان دھلی

۲۴/۳/۴۸ء

مکرمی و محترمی السلام علیکم

والانامہ پہونچا۔ گذشتہ چند مہینوں میں برہان[۱] کے سر پر قیامت[۲] گذر گئی۔ دوست تو دوست اغیار تک نے خطوط بھیجے، تار روانہ کئے۔ اور ہمدردی و دلسوزی کا اظہار کیا، لیکن آپ نے برہان سے تعلق رکھنے کے باوجود ہمدردی میں ایک لفظ تک لکھنے کی زحمت گوارہ نہ فرمائی۔ تاہم میں شکر گذار ہوں کہ نظرات گذشتہ کے چند جملوں نے آپ کو قلم فرسائی اور برہان کو خطاب کرنے کی زحمت پر تو آمادہ کر دیا۔ پھر خطاب اولین بر سبیل عتاب ہی سہی، بہر حال خطاب تو ہے۔ عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است۔

امر مسئول عنہ[۳] کی نسبت گذارش یہ ہے کہ

(۱) برہان کے نظرات حسب معمول میں نے مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی ناظم ندوۃ المصنفین اور مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی دونوں کو قبل کتابت سنا دیئے تھے۔ اور دونوں حضرات نے نہ صرف یہ کہ اس کے کسی لفظ پر اعتراض نہیں کیا، بلکہ بیحد پسند فرمایا۔ اور داد دی، اور غالباً اس بات سے آپ بھی قائل ہوں گے کہ یہ دونوں باعتبار جلالت علم و عمل اور بلحاظ بصیرت دینی و مہارت فقہی مجھ سے اور آپ سے دونوں سے بمراحل افضل و اعلیٰ ہیں۔

(۲) برہان سیکڑوں کی تعداد میں علماء دیوبند اور ہندوستان کے دوسرے اجلّہ علماء کی نظر سے پابندی اور التزام سے گذرتا ہے اور اساتذۂ دارالعلوم دیوبند جو میرے بھی اساتذہ ہیں ان کا معمول ہے کہ برہان میں ایسی ویسی کوئی بات دیکھتے ہیں تو از راہ شفقت بزرگانہ ایک خط کے

---

[۱] رسالہ ماہنامہ برہان دہلی [۲] ۱۵ راگست ۱۹۴۷ء کی رات میں ملک کی آزادی کا اعلان ہوا اور صبح سے اہل شہر میں مسلمانوں پر حملے شروع ہو گئے، جم کر قتل و خون ریزی ہوئی۔ اور مسلمان املاک کو جلایا اور لوٹا گیا ظفیر۔ [۳] فروری ۱۹۴۸ء کا برہان آیا تو نظرات (اڈیٹوریل) میں گاندھی جی کا ماتم دردناک طریقہ پر کیا گیا، جنہیں ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو ایک ہندو گوڈسے نامی نے گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ نظرات میں ایک جملہ حد اعتدال سے نکلا ہوا تھا۔ ایڈیٹر کے قلم سے کائنات انسانی کا باپو" لکھا گیا تھا۔ اس طرف ان کو متوجہ کیا گیا تھا۔

کے ذریعہ اس پرچہ کو فوراً متنبہ کر دیتے ہیں۔ ان نظرات کو پڑھ کر بعض حضرات نے تحسین تو کی، لیکن کسی قسم کی حرف گیری کسی نے نہیں کی۔ آج آپ کا پہلا خط ہے جو اس مضمون کا ملا ہے۔

(۳) آپ نے مجھ کو عالم دین لکھا ہے۔ اس حسن ظن کا شکریہ۔ بہرحال میں اگر عالم دین ہوں تو غالباً عالم دین آپ بھی ہیں، اور ضروری نہیں ہے کہ ایک عالم دین کی رائے کسی مسئلہ میں کسی دوسرے عالم دین کی رائے سے مطابقت بھی رکھتی ہو، اگر میری اور آپ کی گفتگو ہو تو نہ جانے ہم دونوں میں کتنے مسائل مختلف فیہا نکلیں گے، بس انہی میں سے آپ اس ایک مسئلہ کو بھی سمجھ لیجئے۔

(۴) میں نے جو کچھ لکھا ہے علیٰ وجہ البصیرت لکھا ہے، حق سمجھ کر لکھا ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ اس پر خدا کے یہاں گرفت نہیں ہوگی۔ اب اگر آپ کو شک و شبہ اور وسوسہ و خدشہ ہے تو بہتر یہ ہوگا کہ حضرت مولانا سید حسین[1] احمد صاحب مدنی یا کسی اور صاحب علم و فتویٰ سے رجوع کر لیجئے۔ میرے پاس نہ اتنا وقت ہے اور نہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ ایک دو سطری خط پر علمی مباحثہ و مناظرہ شروع کر دوں، اگر میں ایسا کروں تو اپنا کوئی بھی اصلی اور بنیادی کام انجام نہیں دے سکتا۔

والسلام

آپ کا مخلص سعید احمد

(۲)

برادر مکرم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

امید ہے آپ بعافیت ہوں گے۔ مولانا سعید احمد نے آپ کے مکتوب کا جواب قدرے تیز و تند[1] دیا ہے۔ دہلی پر جو تباہی آئی ہے اور پھر خاص طور پر ہم لوگوں کو جس قدر نقصان پہنچا ہے۔ اس کا اثر مزاجوں پر یہ پڑا کہ طاقت برداشت مضمحل ہو گئی۔ مولانا موصوف کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ آپ ہم لوگوں سے اور ندوۃ المصنفین سے مخصوص قسم کا تعلق رکھتے ہیں۔ اور ادارے کی بربادی پر اظہار تأسف کر چکے ہیں۔

---

[1] شیخ الاسلام حضرت مدنی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند۔

خیال یہ بھی ہوا کہ ان کی یہ اکھڑی ہوئی تحریر آپ تک نہ پہونچے تو اچھا ہے، پھر سوچا چلنے دو، آپ نے بھی از راہ اخلاص متوجہ کیا اور مولانا موصوف نے بھی مخلصانہ جواب دیا۔

بڑی چیز اخلاص ہے۔ یہ ہے تو پھر اختلاف رائے حقیقت ہے۔

اس پر مجھے بھی تعجب ہوا کہ برہان کے نظرات میں اصول شریعت کے خلاف آپ کو کیا چیز نظر آئی، مضمون میں نہ تو گاندھی جی کے اسلام سے بحث کی گئی ہے اور نہ آخرت کی شرعی اصطلاحوں کو معرض بیان میں لایا گیا ہے، کیا حق صداقت، سچائی کچھ مشترک وجوہ شبہ ایسی چیزیں ہیں کہ ان کو سن کر آپ جیسا عالم دین بدک[له] جائے۔

لاریب گاندھی جی نے حق و صداقت کے لئے جان دی ہے۔ ان کا مشن حق تھا، وہ اپنے کام میں سچے تھے۔ اصول اور صداقت کی راہ میں انہوں نے سب سے بڑی اور آخری قربانی دی ہے۔ اس طرح کی باتوں میں آپ کو کیوں تردد ہوتا ہے۔ مجھے توقع رکھنی چاہئے کہ آپ معاملے کو قدرے وسیع نظر سے دیکھیں گے اور فقیہانہ موشگافیوں سے حقیقت کو الجھانے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔ ہم سب آپ حضرات کی دعا و توجہ کے محتاج ہیں۔ والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

۲۵ر مارچ ۱۹۴۸ء

(۳)

دفتر برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

مکرم و محترم حضرت مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

والا نامہ پہونچا، مجھے سخت افسوس ہے کہ آپ کو میری تحریر سے دکھ پہونچا۔

میں مسلسل دو ہفتے سے بخار اور دوسرے عوارض میں مبتلا ہوں، اس لئے افسوس ہے کہ کچھ زیادہ طویل معذرت نامہ نہیں لکھ سکتا صرف اتنا ہی عرض کر دوں گا کہ میں آپ کا والا نامہ پڑھ کر

له مولانا اکبرآبادی کا پہلا خط جو ۲۲ ہی کو میرے نام لکھا گیا تھا، اس کے ساتھ مفتی صاحب کا یہ خط بھی موصول ہوا جس سے مولانا کے خط کی تھوڑی وضاحت ہوتی ہے اس لئے یہاں دیا گیا ہے۔

بیحد محجوب اور شرمندہ ہوا ہوں۔ اور اب میری درخواست یہ ہے کہ آپ اس کو ایک ایسے شخص کی تحریر سمجھ کر نظرانداز فرمادیں۔ جس کو خود اس کے ذاتی حوادث اور ان سے بڑھ کر قومی حوادث ومصائب نے کہیں کا نہیں رکھا اور بدحواس سا بنادیا ہے۔ آپ کو شاید معلوم ہو کہ ایک اڈیٹر کی پوزیشن کس قدر نازک اور پریشان کن ہوتی ہے۔ ایک تحریر آپ کو قابل اعتراض معلوم ہوئی تو آپ نے ایک خط لکھ دیا کل کسی لیگی مسلمان کو کسی لفظ سے ناگواری ہوئی تو اس نے چار پانچ صفحے کا ایک خط لکھ مارا۔ اب فرمایئے اگر میں ہر ایک کا مفصل جواب لکھوں، تو پھر کوئی کام بھی نہ کرسکوں۔ اور اسی کا ہو کر رہ جاؤں۔ اس بنا پر میں نے وہ "دوسطری" والی بات لکھی تھی۔ جو آپ کے لئے زیادہ ناگواری کا باعث ہوئی۔ پھر آپ نے قابل اعتراض حصوں پر کچھ مفصل گفتگو بھی نہ کی تھی، جس کے باعث مجھ کو کچھ کلام کرنے کا موقع ہوتا۔ بہر حال آپ نے بہت اچھا کیا کہ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن کو براہِ راست اپنے مشکوک لکھ دیئے۔

ایک دفعہ پھر یہ گذارش کردوں کہ برہان اپنا ذاتی پرچہ نہیں ہے، بلکہ جماعتی ہے۔ اس بنا پر میں نظرات میں وہ ہی لکھتا ہوں جو جماعت کا نقطہ نظر ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے اپنے ہر نظرات کاتب کو دینے سے قبل مولانا عثمانی اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب دونوں کو بالالتزام سنادیتا ہوں۔ اور وہ پاس کردیتے ہیں تو کاتب کو دیتا ہوں۔

مقالہ میں مقالہ نگار کی حیثیت سے میں اپنا ذاتی نقطۂ نظر پیش کرسکتا ہوں لیکن نظرات میں ایسا کرنے کو میں جماعت سے خیانت تصور کرتا ہوں۔

آپ نے میری نسبت محبت اور تعریف کے جو الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔ میں ان کے لئے سراپا تشکر وامتنان ہوں، واقعہ یہ ہے کہ میں ان کا سزاوار نہیں ہوں۔ من آنم کہ من دانم۔ میں تو صرف ایک طالب علم ہوں اور اکابر دیوبند کا کفش بردار اور بس۔ یہ محض آپ کا حسنِ خیال اور غایت کرم ہے کہ آپ مجھ کو ایسا سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے اور مجھ کو آپ کے حسن ظن کے مطابق ہونے کی توفیق ارزانی ہو۔ آمین

میں پھر آخر میں اپنے پہلے خط کی معذرت کرتا ہوں اور امید وار درگذر رہوں[1]۔

والسلام مع الاکرام ۱۷ اپریل ۱۹۴۸ء کو موصول ہوا۔ آپ کا مخلص سعید احمد

---

[1] حضرت مولانا کے اس خط سے میں کافی متاثر ہوا اور یقین کرنا پڑا کہ مولانا صاف سادہ دل انسان ہیں غلطی کا احساس ہوتے ہی یہ معذرت نامہ لکھا۔ اس وقت تک ہماری ملاقات اور دید و شنید بالکل نہیں تھی۔ ظفر

(۴)

۳/۳/۵۴

مکرمی ومحترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نہایت افسوس اور ندامت کے ساتھ لکھتا ہوں کہ آپ کا عنایت نامہ ملا تھا۔ مگر میں ڈاک کے انبار اور ہجوم کار میں اس کا بروقت جواب لکھنا ہی بھول گیا۔ آج وہ خط پھر نظر آیا تو جواب لکھتا ہوں۔ آپ کا خط پڑھ کر بیساختہ جی بھر آیا۔ اور لوگوں کی بداخلاقی اور علماء سے ان کی بے اعتنائی پر سخت افسوس بھی ہوا۔ اور غصہ بھی آیا۔ مگر کیا کیجئے۔ اب ہر جگہ اور ہر مقام پر حالات ایسے ہی ہیں اور خاص کر مسلمان تو اخلاقی اعتبار سے اتنے گر گئے ہیں کہ خدا ہی ان کو نکالے تو ممکن ہے ورنہ بظاہر ان کی اصلاح کی کچھ امید نہیں ہے۔ میں آپ کی صلاحیت واستعداد اور لیاقت وقابلیت سے خوب واقف ہوں۔ اور ایک لمحہ بھی آپ سے غافل نہیں۔ موقع کی تلاش میں ہوں۔ ابھی تک وہ پیدا نہیں ہوسکا ہے۔ ابھی ایک درمیانی منزل باقی ہے وہ طے ہوجائے تو اس کے بعد وہ موقع آئے گا۔ سردست اگر آپ کسی اور جگہ جانا چاہتے ہوں اور وہاں میرا اثر ہے تو فوراً لکھئے میں اس کے لئے سعی کروں گا۔

اسلام اور امن پر لکھنے کے لئے آپ پہلے مولانا عبدالماجد دریا بادی کی کتاب پیام امن پڑھ لیجئے۔ اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ امن قائم رکھنے کے لئے اب تک کتنی کوششیں ہوئی ہیں اور کیا کیا ہوئی ہیں۔ اور وہ کیوں ناکامیاب ہوئی ہیں؟ اس کے بعد آپ ان معلومات کی روشنی میں پہلے خود معلوم کرسکتے ہیں کہ اسلام کی تعلیمات اس بارے میں کیا ہیں؟ اور وہ کہاں تک کامیاب ہوسکتی ہیں اور کیوں؟

امید کہ آپ بخیر ہوں گے۔ والسلام مع الاکرام

آپ کا مخلص سعید احمد

لہ نظام امن کے نام سے خاکسار کی کتاب جامعہ مفتاح العلوم مئو سے بڑے سائز کے چار سو صفحات پر چھپ کر شائع ہوچکی ہے۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً۔ اسی کتاب کی تالیف کے ابتدائی مرحلہ میں مولانا سے مشورہ طلب کیا گیا تھا۔ ظفیر

(۵)

۱۵ر دسمبر ۵۴ء

مکرمی و محترمی السلام علیکم

عنایت نامہ آیا تھا۔ مجھ کو آپ کا برابر خیال ہے۔ اور مولانا عتیق الرحمٰن صاحب جب کبھی ملتے ہیں وہ بھی آپ کا ذکر کر دیتے ہیں۔ مگر اس کو کیا کیجئے کہ جگہ خالی پڑی ہوئی ہے۔ مگر بار بار کی یاد دہانی کے باوجود اس کو پر کرنے کا بندوبست نہیں کیا جاتا۔ مجھ کو آپ کی کتاب مطبوعہ شکل میں تو دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ کیونکہ کوئی کتاب مطبوعہ ادارہ میرے پاس بھیجی نہیں جاتی ہے۔ البتہ برہان میں آپ کے جو مقالات نکلتے ہیں وہ پڑھتے ہیں۔ اور انھیں کو پڑھ کر میں اس فکر میں ہوں کہ آپ کے لئے معاشی اطمینان کی کوئی راہ اللہ پیدا کر دے تاکہ آپ اپنے ذوق کے مطابق اطمینان سے تصنیف و تالیف کا کام کر سکیں۔ ماشاء اللہ آپ خوب کام کر رہے ہیں۔ آپ سے بڑی توقعات ہیں[1]۔ دیکھئے اب پھر میں سلسلہ جنبانی کرتا ہوں۔ بہرحال! اقبال کا یہ شعر نہ بھولیئے ؎

نومید مشو ندہ دامنِ امید ز دست دولتے ہست کہ یابی سرِ راہے گاہے

آپ کا مخلص سعید احمد

(۶)

۲۹ مارچ ۵۵ء

مکرمی و محترمی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

عنایت نامہ پہونچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حسنِ ظن کا میری طرف سے اجر عطا فرمائے۔ آمین۔ ورنہ من آنم کہ من دانم، مجھ کو بھی آپ سے اور مولانا اعظمی مدظلہ العالی سے مل کر بڑی خوشی ہوئی، اور جی چاہتا ہے کہ ملاقات اور کچھ طویل ہوتی تو زیادہ گفتگو ہو سکتی تھی۔ اس کا افسوس ہے، کہ آپ سے ملاقات اس وقت نہ ہوئی جبکہ مدرسہ کے لئے پورا اسٹاف رکھا

---

[1] رب العالمین مولانا کی توقعات پوری فرمائے، کافی حوصلہ افزائی فرمائی۔ ظفیر

جلانے والا تھا۔ اس وقت آپ بلا کسی زحمت اور دقت لئے جا سکتے تھے۔ اب تو صورت یہ ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے جتنی جگہیں منظور شدہ ہیں اور جو آپ کے کام کی ہو سکتی ہیں۔ وہ سب پُر ہیں۔ اب ان میں سے کوئی جگہ خالی ہو تو کسی اور کے لئے گنجائش پیدا ہو۔ یوں تو ایک جگہ بالفعل بھی ہے۔ مگر وہ آپ کے کام کی نہیں ہے۔ اس کے لئے ایم اے ہونا شرط ہے۔ بہر حال میں غافل کسی وقت بھی نہیں ہوں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ آپ ایسے صحیح ارباب علم مدرسہ میں آئیں جن کا کام درس و تدریس اور تالیف ہے۔ آپ رمضان کی تعطیل میں کہاں رہیں گے؟

سعید احمد

(۷)

کلکتہ ۲۸ر دسمبر ۵۵ء

مکرمی و محترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا پہلا خط بھی ملا تھا۔ اور آج بھی ملا۔ شمس الہدیٰ میں آپ کی کامیابی کی مجھ کو قوی توقع تھی، اب آپ کے خط سے آپ کی مایوسی کا علم ہوا تو سخت رنج اور افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانیاں دور کرے اور سکون و اطمینان عطا فرمائے۔ آمین

یہاں کے حالات اگرچہ اب پُرسکون ہیں لیکن گذشتہ چند روز میں ہی جو کچھ ہو چکا ہے۔ اس کا میرے قلب پر بڑا اثر ہے۔ اور اب میں یہاں سے سخت بددل اور بیزار ہو گیا ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ دو تین مہینوں میں چند معاملات کے ختم ہو جانے کے بعد میں یہاں سے علیحدگی اختیار کر لوں، پچھلے دنوں جو ہنگامہ آرائی ہوئی اس کا اصل سبب بنگالی اور غیر بنگالی کا جھگڑا تھا۔ مجھ پر سب سے بڑا اعتراض یہی تھا کہ میں غیر بنگالی کا عنصر بڑھا رہا ہوں۔ اور بنگالیوں کو نظر انداز کر رہا ہوں۔ مدرسہ میں جو تقرر ہوتا ہے، غیر بنگالی کا ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ غلط ہے لیکن کہنے والوں نے چند مثالیں پیش کر کے کہا بھی! اسی کا اخبارات میں چرچا کیا گیا۔ جلسوں میں بھی الزام لگایا گیا اور حکومت کے پاس جو شکایت

لہ ایک زمانہ میں اس مدرسہ کی مدرسی کے درخواست دی تھی مگر حضرت مولانا منت اللہ رحمانی مونگیر اور مولانا جمیل احمد مظفر پوری نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ ظفیر

پہونچائی گئی ہیں۔ ان میں زیادہ زور اسی بات پر دیا گیا۔ پس جب خود میں ہی بددل اور بیزار بیٹھا ہوں۔ تو آپ کو کیا توقع دلاؤں گا۔ بہر حال! اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ ممکن ہے کوئی بہتر صورت نکل آئے۔ تمام معاملات آج کل حکومت کے زیرِ غور ہیں۔ دیکھئے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ طبقات المفسرین کے لئے پہلے ضحی الاسلام اور فجر الاسلام دو دیکھئے اور پھر ان کی معلومات کی روشنی میں اسماء رجال اور تاریخ و سیر کی کتابیں ملاحظہ فرمائیں۔ اچھا خاصہ مقالہ بن جائے گا۔

سعید احمد

(۸)

کلکتہ ۲۲ جولائی ۵۵ء

محب مکرم و محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا پہلا عنایت نامہ بھی ملا تھا۔ گھر میں تین بچے اور بچیاں سخت علیل تھے۔ ان کی پریشانیوں کی وجہ سے میں جواب نہیں لکھ سکا تھا، کہ آپ کا کل ایک اور خط آگیا۔ اللہ کا نام لے کر درخواست دے دیجئے، انشاء اللہ ضرور کامیابی ہوگی، میں مولانا ریاست علی صاحب ندوی کو خود بھی خط لکھ رہا ہوں۔ ان سے دیرینہ مراسم ہیں۔ آپ کی تصنیفات اور آپ کے مقالات معارف اور دوسرے رسالوں کا ان پر تبصرہ یہ سب چیزیں۔ آپ کے لئے سب سے بڑی سند ہیں۔

بہر حال! آپ کا ارشاد ہے تو میں بھی بھیج دوں گا۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ کی ایک جگہ کا بھی اشتہار نکلنے والا ہے۔ اگر خدانخواستہ آپ کا پٹنہ میں تعلق نہ ہوا تو جب اس جگہ کا اخبارات میں اشتہار نکلے گا، میں آپ کو مطلع کر دوں گا۔ آپ فوراً درخواست بھیج دیں۔ انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

برہان کے نظرات کی پسندیدگی کا بہت بہت شکریہ۔ مخدومی مولانا گیلانی نے بھی ان کی بڑی تعریف لکھی ہے؛ مگر بھائی دعا کیجئے کہ اللہ پتھروں کو موم کر دے۔ ورنہ اب تو حال یہ ہے کہ آپ لاکھ کہئے سنئے یہ لوگ ٹس سے مس ہونے والے نہیں ہیں، اور پھر اپنا پرانا ڈگر چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ اپنے حالات و کوائف سے مطلع فرمائیے۔ والسلام مع الاکرام۔ آپ کا مخلص سعید احمد

(۹)

کلکتہ ۱۲ اکتوبر ۵۵ء

مکرمی ومحترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کو بلایا گیا ہے تو ضرور جائیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی ہوگی۔ آخر اور آپ کی ٹکر کا کون ہوگا۔ محض آپ کے ارشاد کی تعمیل میں چند سطریں حاضر ہیں۔ ورنہ درحقیقت آپ کے لئے سب سے بڑی سفارش آپ کی کتابیں اور آپ کے مقالات ہیں۔ میں نے سید ریاست علیؔ صاحب کو پہلے خط لکھا تھا مگر اس کا جواب نہیں آیا اب دوبارہ لکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ رونا تو اس کا ہے کہ اب لیاقت وقابلیت سب دوسرے درجہ کی چیزیں ہو گئی ہیں مقدم سیاست ہے۔ اِنّا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی، بہرحال آپ مایوس نہ ہوں۔ اللہ کی رحمت پر نظر رکھئے، کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب۔ آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی۔ نتیجہ سے ضرور مطلع کیجئے۔ منتظر رہوں گا۔

والسلام مع الاکرام

آپ کا مخلص سعید احمد

(۱۰)

۶/۲/۵۶

مکرمی ومحترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خط ملا۔ افسوس ہے کہ اب تک آپ کے لئے اطمینان کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ شمس الہدیٰ سے توقع تھی، مگر وہاں بھی کچھ نہ ہوا۔ ہمارے مدرسہ میں تو پچھلے واقعات وحادثات کی وجہ سے آج کل ایک جمود کی سی شکل ہے، میرے لئے کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ کیا ہوگا؟ اگرچہ آپ کی کتاب مستغنی عن التعارف والمقدمہ ہوگی کہ مشک آنست کہ خود ببوید لیکن آپ فرماتے ہیں تو بھیج دیجئے میں کچھ لکھ دوں گا۔

آپ یقین کیجئے آپ کی پریشانی روزگاری کا دل کو بڑا صدمہ اور رنج ہے کہ اس طرح ایک جوہر قابل ضائع ہو رہا ہے۔ لیکن مجبوری کا یہ عالم ہے کہ کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اور کوئی صورت پردۂ غیب سے ظاہر کر دے۔ آمین

آپ کا مخلص سعید احمد

(۱۱)

کلکتہ ۱۵ر اگست ۵۶ء

مکرمی و محترمی السلام علیکم

والا نامہ آیا۔ میرے نزدیک تو وہ جگہ آپ کے لئے موزوں اور مناسب تھی مگر جب یہ حضرات ہی نہیں چاہتے تو اب اس کا کیا علاج؟ عمل دخل تو انہی کا ہے۔

میں نے برہان میں گیلانی نمبر کی تجویز کی تھی، لیکن مفتی صاحب چپ ہو گئے۔ مالی اور انتظامی معاملات سب انہیں سے متعلق ہیں میں صرف قلم گھسنے کا گنہ گار ہوں۔ آپ مولانا مرحوم پر جو لکھنا چاہتے ہیں لکھئے، برہان میں چھپ جائے گا۔ اب میرا مضمون تو پہلے شاید معارف نمبر میں نکلے، انہوں نے مانگا ہے، اور پھر وہی برہان میں چھپ جائے گا۔ ایک ہی موضوع پر دو دو مضمون نہیں لکھ سکتا۔ والسلام

آپ کا مخلص سعید احمد

(۱۲)

کلکتہ ۱۶ر جنوری ۵۶ء

مکرمی و محترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ پہونچا۔ افسوس ہے کہ آپ کو اب تک اطمینان نہیں ہوا۔ اور برابر پریشانیاں بڑھتی ہی جا رہی ہیں۔ ہمارے مدرسہ میں تو ابھی جمود ہے۔ یہاں عالیہ کی کوئی شاخ نہیں کھل رہی ہے۔ البتہ شلانگ آسام میں ایک انجمن اسلامیہ ہے اسی کے ماتحت ایک مسلمان عالم کی ضرورت ہے، جو جمعہ جمعہ کو مسجد میں وعظ کہے گا اور محلہ بہ محلہ پھر کر مسلمان بچوں کو قرآن مجید اور اردو کی تعلیم دینی ہوگی۔ تنخواہ ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ مکان مفت، اور سفر خرچ کے نام سے پانچ روپے ماہانہ ملے گا۔ اگر آپ اس جگہ کو منظور فرمائیں، تو مجھ کو لکھئے تاکہ میں ان کو لکھ دوں۔ شلانگ بڑی عمدہ اور خوبصورت جگہ ہے۔ پہاڑی ہے۔ امید ہے کہ وہاں کے قیام

سے یوں بھی آپ کی صحت پر بہت اچھا اثر ہوگا۔ حضرت مولانا گیلانی بھی دنیا سے جا رہے ہیں۔ اس کا دل پر بڑا اثر اور ملال ہے۔ والسلام

آپ کا مخلص سعید احمد

(۱۳)

از کلکتہ ۱۴ ردسمبر ۵۶ء

مکرمی ومحبی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

والا نامہ پہونچا، آپ دیوبند پہونچ گئے۔ اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ خدا کرے آپ دیوبند کے لئے اور دیوبند آپ کے لئے سازگار ثابت ہو، اور آپ کو طمانیت حاصل ہو۔

عزیزم میاں شاہد روح اللہ سے سلام مسنون کہہ دیجئے۔ والسلام

سعید احمد

(۱۴)

کلکتہ ۲۷ راگست ۵۷ء

مکرمی ومحترمی السلام علیکم

عنایت نامہ پہونچا۔ شکریہ۔ افسوس ہے کہ میں ہر بار دیوبند کا ارادہ کر کے رہ گیا اور آپ جیسے احباب سے ملاقات کی جرأت نہ ہو سکی۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ آپ افتاء میں پہونچ گئے اور بیکار قسم کی کتابیں لکھنے سے نجات مل گئی۔ اب امید ہے کہ اب کوئی مفید کام کر سکیں گے۔ مولانا مہدی حسن صاحب بڑی خوبیوں کے بزرگ اور فقہ حنفی کے بڑے عالم و مصنف ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی اور ان کی خوب بنے گی۔ آپ نے عقائد کے سلسلے میں کیا مشورہ طلب کیا تھا اب اس وقت حافظہ میں بالکل محفوظ نہیں ہے۔ از راہِ کرم پھر لکھئے تو کچھ عرض کروں۔ آپ کو دیوبند میں رہنے سے انشاء اللہ بڑے فوائد پہونچیں گے۔ مگر استقلال شرط ہے۔ مولانا محمد طیب صاحب کے یہاں آمد و رفت رکھئے۔ نظامِ عفت کا آخری باب رسالہ کی شکل میں ضرور شائع کیجئے اور مفت تقسیم کرائیے۔ اس سے بے شبہ کافی فائدہ پہونچے گا۔

والسلام مع الاکرام آپ کا مخلص سعید احمد

(۱۵)

۲۳؍۵؍۵۷

مکرمی و محترمی السلام علیکم

کرم نامہ ملا، شکریہ! خوشی کی بات ہے کہ آپ نے اب دیوبند میں رہنے کا عزم بالجزم کرلیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے دینی اور دنیوی دونوں قسم کے فائدے حاصل ہوں گے۔ میں اپنے تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ صلحاء اور اتقیاء کا جو مجمع آپ کو دارالعلوم میں ملے گا کہیں اور نظر نہیں آئے گا۔ اس لئے اس فرصت کو بہت غنیمت جانیئے۔

نظرات میں جماعت کا ذکر تو محض سخن گسترانہ طور پر آگیا ہے۔ ورنہ دراصل مقصد اپنی اس کتاب کا ایک پس منظر دکھانا ہے جو میں الاسلام کے نام سے لکھ رہا ہوں اور جس کا تذکرہ میں گذشتہ ماہ کے برہان میں کرچکا ہوں۔ جو لوگ برہان کے پرانے خریدار ہیں وہ جانتے ہیں کہ میں خود ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی بعض تحریروں اور فتویٰ کا رد لکھ چکا ہوں۔ اور بعض ان کی کتابوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کی خامیاں ظاہر کرچکا ہوں۔ لیکن میرے قلم کا ایک خاص انداز ہے جس میں تحلیل و تجزیہ نفسی کے ساتھ سنجیدگی اور غیر جانبداری بھی ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ سے کوئی شخص مجھ پر پارٹی عصبیت کا الزام لگا نہیں سکتا اور نہ علمی ناطرفداری جو میرے قلم کا شیوۂ خاص ہے۔ اس کو میں کبھی قربان ہی کرسکتا۔ یوں ہونے کو تو میں خالص دیوبندی ہوں۔ کٹر حنفی ہوں۔ سیاست میں بالکل کانگریسی ہوں۔ لیکن تحریر کے وقت محض طالب علم ہوتا ہوں اور دماغ سے ہر قسم کی عصبیت کو باہر نکال دیتا ہوں۔ اسی وجہ سے میری تحریر میں اثر ہوتا ہے۔ اور موافق و مخالف دونوں اس کو پڑھتے ہیں۔ آپ کو شاید یاد ہو مولانا عبیداللہ سندھی پر میں نے مقالات لکھے، جو مولوی مسعود عالم ندوی کے خلاف تھے۔ مگر ندوہ والوں تک نے تعریفیں کیں۔ جامع المجددین پر تبصرہ کیا اور مولانا تھانوی کے خلفاء تک نے اس کی داد دی۔ اور دعائیں لکھیں۔ پروفیسر اجمل خان کی سیرت قرآنیہ پر تبصرہ لکھا اور اجمل خان صاحب تک قائل ہوگئے۔ دھڑلے بندی ایک قلم کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ میں ہمیشہ اس آلودگی سے اس کو پاک رکھتا ہوں۔

بڑی کمزوری ہے۔ میں ہمیشہ اس آلودگی سے اس کو پاک رکھتا ہوں۔

میں انشاءاللہ یکم جون کو روانہ ہوکر ۲ کو دہلی پہونچوں گا۔ وہاں سے ۴ جون کو شام کسی ٹرین سے دیوبند پہونچوں گا۔ میاں رشید الدین سلمہٗ کو اطلاع کردیجئے۔ میں نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ پھر انشاءاللہ تعالیٰ زبانی گفتگو ہوگی۔ اور آپ نے جو مشورہ لیا ہے اس کی نسبت عرض کردوں گا۔

والسلام مع الاکرام

آپ کا مخلص سعید احمد

(۱۶)

مکرمی و محترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ کا شکریہ! مجھ کو اپنے علمی کاموں کے لئے ہی وقت نہیں ملتا۔ آپ کے لئے مقدمہ کیسے لکھوں؟ اس لئے معذرت خواہ ہوں۔ علاوہ ازیں قبل میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر آپ کسب کمال کرنا چاہتے ہیں تو اس مقدمہ لکھوانے کی لعنت سے دور رہئے۔ اس کا مطلب بجز اس کے کچھ اور نہیں ہے کہ میری تعریف کیجئے اور میری کتاب کی تعریف کیجئے، آپ مجھ کو نہیں دیکھئے۔ ایک درجن کتابوں میں سے کسی ایک پر بھی میں نے مقدمہ کسی سے نہیں لکھوایا ہے۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو مولانا ابوالکلام آزاد، سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر حسین خان وغیرہ سے لکھوا سکتا تھا۔ پھر ماشاءاللہ آپ تالیف کے لئے موضوع بھی بہت خوب انتخاب فرماتے ہیں۔ بھلا عمل قوم لوط کون سا ایسا موضوع ہے جس پر ریسرچ کی جائے۔ چند بدمعاشوں کے علاوہ اس کو کون اچھا کہتا ہے۔ ایسا ہی لکھنا تھا تو فیملی پلاننگ پر لکھنا تھا۔ آج کل ہر جگہ زیر بحث ہے۔

فقط والسلام

مخلص سعید احمد

(۱۷)

علی منزل۔ ڈگی روڈ۔ علی گڑھ

محب محترم و مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عنایت نامہ پہونچا۔ شکریہ! میں نے آپ کے مضامین پڑھے ہیں۔ ماشاء اللہ بہت خوب ہے۔ اگرچہ ذمیوں کے لباس وغیرہ اور ان کی پوزیشن کے بارے میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے۔ مجھ کو اس سے پورا اتفاق نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کا حکم بالکل ہنگامی تھا۔ اس کو احوال نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ تاہم آپ نے مواد بہت کچھ جمع کرلیا ہے۔ مصر سے جو کتابیں آرہی ہیں۔ اس میں زیادہ تر اسلامی فقہ، اصول فقہ، اور تاریخ وادب سے متعلق ہیں۔ آپ کے کام کی کوئی خاص کتاب نہیں ہے۔ عبدالقادر عودہ کی ضخیم کتاب "التشریع الجنائی الاسلامی" دو جلدوں میں اگر ملے تو اس پر البتہ ایک نگاہ ضرور ڈال لیجئے۔ انگریزی کی کتابیں آپ کے بس سے باہر ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر فضول ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

والسلام

مخلص سعید احمد

(۱۸)

علی گڈھ ۲۹ر۸ر۶۲

محب مکرم و محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خط پہونچا۔ شکریہ! آپ نے فتاویٰ عزیزی اس طرح مرتب فرمادیا ہے، بہت بڑا کام کیا۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔ میں اسے ضرور دیکھوں گا اور استفادہ بھی کروں گا۔ مگر رہا اس پر کچھ لکھنا، تو اول تو میں ۹ر ستمبر کو ہندوستان سے باہر جارہا ہوں۔ جون یا جولائی میں واپسی ہوگی، پھر اس پر لکھنے کا حق صرف مولانا عتیق الرحمان صاحب عثمانی کا ہے۔ آپ ان سے ۴ر ستمبر کو ملاقات کریں۔ وہ دیوبند آرہے ہیں۔

والسلام

مخلص سعید احمد

(۱۹)

۵/۷/۵

محب مکرم و محترم السلام علیکم

امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے، میں نے آپ سے جس مخطوطہ کی نقل کے لئے کہا تھا اگر اس کی نقل ہو گئی ہو تو رجسٹرڈ بھیج دیجئے۔ اور اگر نہ ہوئی ہو تو از راہِ کرم اسے جلد کرا دیجئے، ضرورت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سوانح قاسمی وہاں کسی دکان پر ملتی ہو تو ان سے کہئے کہ اس کی سب جلدیں میرے نام وی، پی کر دیں۔ میں نے اس کتاب کو دہلی میں تلاش کیا مگر نہیں ملی۔

والسلام

مخلص سعید احمد

(۲۰)

علی گڈھ ۸ر ستمبر ۶۴ء

محب مکرم و محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

خط ملا تھا۔ فتاویٰ پر تبصرہ اسی ماہ کے برہان میں آ رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ مصر جانے کے متعلق یہ ہے کہ آپ سب پہلوؤں پر غور کر لیجئے۔ وہاں کتنے عرصہ رہیں گے؟ کیا کریں گے۔؟ دیو بند سے رخصت مل جائے گی؟ یہاں بال بچوں کے اخراجات کا بندوبست کیا ہوگا؟ ان سب امور پر غور کرنے کے بعد بھی اگر آپ کا ارادہ مصر جانے کا ہو تو مصری سفارت خانہ سے درخواست کا فارم منگوا کر وہاں درخواست بھجوا دیجئے۔ اور مجھے اطلاع دیجئے۔ میں بھی کوشش کروں گا۔ میں پرسوں بمبئی جا رہا ہوں امید ہے کہ جامعۃ القرآن کے سلسلہ میں بھی آپ کے لئے کوئی اچھی شکل ضرور پیدا ہوگی۔

والسلام

مخلص سعید احمد

(۲۱)

۸/۸/۶۹

محب من السلام علیکم

خط پہونچا، آپ ایک حساس دل رکھتے ہیں اس لئے دارالعلوم کے حادثہ پر آپ کو جتنا بھی صدمہ ہو کم ہے۔ لیکن آپ ایک دارالعلوم کو ہی دیکھتے ہیں اور میری نگاہ پورے عالم اسلام پر ہے۔ اور مجھے ہر جگہ اسلام رسوا اور مظلوم ہی نظر آتا ہے۔ جب جڑیں ہی کھوکھلی ہو چکی ہوں تو پھر شاخوں کا ماتم کیسا؟ لیکن مایوس ہونے کی وجہ کوئی نہیں ہے اگر علمائے حق اللہ کا نام لے کر کھڑے ہو جائیں تو بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے۔

السعی منا والاتمام من اللہ مخلص

سعید احمد

(۲۲)

محب مکرم و محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کے خطوط پہونچے۔ آج کل مدرسہ میں میرے خلاف سخت شورش ہے۔ اس کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں اور یہاں سے بددل اور بیزار ہو گیا ہوں۔ اسی وجہ سے آپ کو بروقت خط نہیں لکھ سکا۔ آپ کے لئے ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ آپ جلد اپنے علم و فضل کے مطابق کسی مناسب جگہ پر فائز ہو جائیں۔ مجھ کو امید قوی ہے کہ آپ شمس الہدیٰ میں لے لئے جائیں گے۔ خدا کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔

رحمت حق بہانہ می جوید رحمتِ حق بہا نمی جوید

میرے لئے بھی دعا فرمائیے۔ والسلام

آپ کا مخلص سعید احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیرِ شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی

سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

۱۶ر جنوری ۱۹۴۸ء میں خاکسار بسلسلہ ملازمت سانحہ ضلع مونگیر پہونچا، اور کم وبیش آٹھ سال تک دار العلوم معینیہ کی صدارت تدریس پر فائز رہا۔ مطالعہ کتب کا فطری ذوق تھا۔ ایک وقت تہجد کے عنوان پر مواد کی فراہمی میں مشغول تھا۔ معلوم ہوا کہ اس کے لئے قیام اللیل محمد بن ابی نصر مروزی کا مطالعہ بہت مفید رہے گا۔ سانحہ میں یہ کتاب نہیں تھی معلوم ہوا کہ خانقاہِ رحمانی مونگیر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کتاب کی طلب نے مجھے حضرت امیر شریعت کی خدمت میں پہنچایا اور حضرت سید صاحب کا خط لے کر حاضر ہوا۔ حضرت امیر شریعت نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ جب یہ بغرض مطالعہ آئیں کتب خانہ کی تالی ان کے حوالہ کر دی جائے، اور ان کے قیام وطعام پر نظر رکھی جائے۔ یہ مستقل ذریعہ بن گیا میرے مونگیر آنے جانے کا اور حضرت کی خدمت میں حاضری کا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے حضرت امیر شریعت کے کتب خانہ سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور میری علمی دلچسپی سے حضرت کی نظرِ عنایت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

۱۳۷۶ھ میں خاکسار حضرت مہتمم صاحب دار العلوم دیوبند کی طلب پر دیوبند آ گیا۔ حضرت والا یہاں کی مجلس شوریٰ کے رکن خاص تھے۔ سال میں دو تین مرتبہ حضرت یہاں اس بہانہ سے ضرور آجایا کرتے تھے۔ دو تین دنوں ملاقات رہتی تھی۔ پھر تو شفقت ومحبت کی فراوانی کا راستہ کھل گیا حضرت نے ہر مرحلہ پر حوصلہ افزائی بھی فرمائی اور قدر افزائی بھی۔ حضرتؒ کو میری رائے اور لکھنے پڑھنے

پر پورا اعتماد تھا۔ اس کے ساتھ مونگیر کی حاضری بھی برابر جاری رہی۔ قانون اسلامی کی تدوین کی جب بات آئی تو حضرت نے چار ماہ کے لئے اپنے پاس بلالیا۔ اور مجھے چار ماہ مسلسل حضرت امیر شریعت کی خدمت میں رہنے اور علمی کام کرنے کا شرف حاصل ہوا، اس سے تعلقات میں مزید استواری پیدا ہوگئی خاکسار کے کاموں پر پورا اعتماد فرماتے تھے، اس سے پہلے بھی خاکسار کو حضرت امیر شریعت نے قضا کے عہدہ پر بلایا، نظامت امارت سنبھالنے کی دعوت دی اور اخبار نقیب کی ادارت پیش کی مگر مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند نے یہاں سے جانے کی اجازت نہیں دی۔ آپ بڑے وسیع الظرف اور باحوصلہ انسان تھے۔ چنانچہ اس کے باوجود بھی تعلقات میں ذرہ برابر ایک لمحہ کے لئے فرق نہیں آنے دیا۔

رمضان ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء کی تیسری تاریخ کی شب میں نماز تراویح کی چار رکعت پڑھنے کے بعد بے چینی شروع ہوئی اور آدھ گھنٹہ میں اپنے مولی حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کے خطوط کی تعداد جو خاکسار کے نام ہیں۔ ڈیڑھ سو سے زیادہ ہوگی، اس جلد میں ان خطوط کا صرف ایک حصہ دیا گیا ہے۔

امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری تھے اور ہمارے مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند اس کے صدر، حضرت مہتمم صاحب کی وفات کے بعد آپ نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کو ان کی جگہ صدر بنایا۔ یہ خدمت آپ نے بڑی محنت اور دلچسپی سے انجام دی۔ اسی کے ساتھ ساتھ دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم ندوہ کی مجلس شوریٰ کے رکن خصوصی بھی رہے اور بہار کے بہت سارے عربی مدارس کے صدر اور سرپرست بھی۔ اب آپ کی جگہ آپ کے لائق فرزند حضرت مولانا محمد ولی رحمانی زید مجدہ خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشیں جامعہ رحمانی کے سرپرست اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری ہیں اپنے والد بزرگوار کے علمی و دینی منصوبوں کی تکمیل میں منہمک ہیں۔

رب قدیر آپ کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔

ان چند سطروں کے بعد التجا ہے کہ آپ حضرت والا کے خطوط پڑھیں۔

محمد ظفیر الدین غفرلہ

(۱)

مکرم مولانا　　　　وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ موصول ہوا۔ یاد فرمائی[1] کا شکریہ۔ جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوئی جس کے معافی کا خواستگار ہوں۔

دیوبند سے جس جگہ کی آپ کو اطلاع کی گئی ہے، میرے خیال میں وہ جگہ بالکل علمی نہیں ہے۔ اور وہاں کی سیاسی فضا میں ہر شخص کا پنپنا مشکل ہے۔

اگر یہ مسئلہ شوریٰ میں آیا تو میں اپنی رائے ایک صاحب کے لئے وقف کر چکا ہوں۔ یوں اگر آپ فرمائیں تو میں جب اس دفعہ شوریٰ کے موقع پر دیوبند جاؤں تو جناب کو سامنے رکھ کر وہاں کی اسامیوں کو دیکھوں اگر کوئی جگہ آپ کے لئے مناسب ہو اور وہ خالی ہو تو آپ کے لئے سلسلہ جنبانی کروں۔

براہ کرم کتب خانہ والے مقالے[2] پر جلد نظر ثانی فرمادیں اور ارسال فرمادیں۔

امید کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔

والسلام
منت اللہ

---

[1] یہ حضرت والا کا غالباً سب سے پہلا خط ہے جو خاکسار کے خط کے جواب میں موصول ہوا۔ دارالعلوم دیوبند طلبی پر مشورہ چاہا تھا۔

[2] لائبریری خانقاہ رحمانی مونگیر کے افتتاح کے موقع پر میں نے کتب خانہ کی تاریخ اور اس کی افادیت پر ایک مقالہ پڑھا تھا جو پسند کیا گیا اور دراصل وہی مقالہ دارالعلوم دیوبند کے لئے وسیلہ بنا۔ یہ رسالہ دارالعلوم دیوبند میں چار قسطوں میں اس زمانہ میں شائع ہوا۔ حضرت مولانا اسے الگ سے شائع کرنا چاہتے تھے۔ خاکسار نے اس کی نقل نظر ثانی کے بعد بھیج دی تھی مگر مولانا اسے شائع نہیں کر سکے۔

(۲)

۲۴ جون ۱۹۵۷ء

مکرم بندہ زاد لطفہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

گرامی نامہ موصول ہوا. مشکور ہوں. دارالافتاء میں آپ کا تبادلہ[1] ہمارے خیال میں آپ کے لئے بہتر ہوا. ذمہ داری کے احساس کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیجئے. لکھنا تو آپ کا ذوق ہے اور ذوق کو دوسرے کاموں کا بوجھ دبا نہیں سکتا، کچھ کمی ہو سکتی ہے. جو ہو سکے لکھتے رہیئے.

ابھی آپ خسارہ وغیرہ نہ سوچئے، مشکلیں آسان ہوتی رہیں گی. میں اپنا حال کیا لکھوں، بس دعا فرماتے رہئے کہ اللہ تعالیٰ ذمہ داریوں سے بحسن وخوبی عہدہ برآ فرمائے.

والسلام

منت اللہ رحمانی

باسمہ تعالیٰ

(۳)

منت اللہ رحمانی امیر شریعت بہار واڑیسہ خانقاہ رحمانی۔ مونگیر

۲۹ ربیع الاول ۷۹ھ ۵۹ء

مکرمی مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہاں کتب خانہ میں طبقات ابن سعد[2] نامکمل ہے اس لئے ازراہ نوازش یہ تحریر فرمائیں کہ طبقات ابن سعد کی کل کتنی جلدیں ہیں اور ہر ہر جلد میں کن کن لوگوں کے تذکرے نقل کئے گئے ہیں. یعنی سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے متعلق کتنی جلدیں ہیں. پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے تذکرے کتنی جلدوں اور کون کون سی جلدوں میں آئے ہیں.

---

[1] ۳ صفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۵۶ء میں دارالعلوم دیوبند آکر کام سنبھالا. اولاً تصنیف وتالیف کا کام تھا. ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ میں خاکسار کا تبادلہ دارالافتاء میں ہو گیا. جہاں ترتیب فتاویٰ اور افتاء دونوں کام متعلق تھے.

[2] طبقات ابن سعد مشہور کتاب ہے. حضرت کی فرمائش کے مطابق اس کی تفصیل لکھ کر بھیجی گئی. ظفیر

پھر اسی طرح حضرات تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ کن جلدوں میں بیان کئے گئے ہیں اور کس طبقے کے لوگوں کے تذکرے اس میں آئے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مولانا گیلانی کے وہ مضامین جو رسالہ دارالعلوم میں شائع ہوئے ہیں۔ مہربانی ہوگی اگر مندرجہ ذیل طریقے کی فہرست تیار کر کے آپ مجھے بھیج دیں۔ مضمون کی اشاعت کس ماہ اور کس سنہ کی رسالہ میں ہوئی۔ عنوان کیا ہے اور شایع شدہ مضمون کتنے صفحوں پر مشتمل ہے۔

اگرچہ اس کے لئے تھوڑی بہت محنت کرنا ہوگی لیکن یقین ہے کہ آپ اتنی تکلیف گوارہ فرماتے ہوئے اس کام کو جلد از جلد انجام دے کر مجھے مطلع فرمانے کی کوشش کریں گے۔ خصوصًا اول الذکر سے جلد از جلد مطلع کریں۔ عنایت ہوگی۔

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ والسلام

منت اللہ

مکرر اینکہ ایک کتاب "اسفار اربعہ"[1] نام کی ہے جو میرے یہاں موجود نہیں ہے۔ اس پر بھی ایک نوٹ لکھنا ہے لہذا اس کے متعلق بھی لکھیں اس کے مصنف کون ہیں، کہاں چھپی ہے، کتنے صفحات ہیں اور اس کا موضوع کیا ہے اور کس فن سے تعلق رکھتی ہے۔

(۴)

۹ر دسمبر ۵۹ء

جناب مکرم سلام مسنون

خدا کرے آپ بعافیت ہوں۔ مندرجہ ذیل حضرات کے متعلق ضروری معلومات کی ضرورت ہے۔ مکاتیب مولانا گیلانی کے سلسلہ میں ضرورت ہے کوشش کر کے جلد از جلد

---

[1] صدرالدین شیرازی کی مشہور کتاب "اسفار اربعہ" جو چار جلدوں پر مشتمل ہے، موضوع فلسفہ قدیم ہے، اس کتاب کے ایک حصہ کا ترجمہ حضرت مولانا گیلانی نے کیا ہے جو (۱۰۵۰) صفحات میں پھیلا ہوا ہے، یہ ترجمہ آپ نے ۱۳۵۹ھ میں کیا تھا۔ ظفر

اس سلسلہ میں مطلع فرمایا جائے ۱۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مدظلہ (الف) پیدائش (ب) وطن (ج) تعلیم ظاہر و باطن (د) دوسرے حالاتِ زندگی۔[1]

جناب کا گرامی نامہ مل چکا ہے۔ جواب بعد میں دوں گا۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۵)

۳ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ

مکرم مولانا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

تعزیت[2] نامہ باعث سکون ہوا، اللہ تعالیٰ جناب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے اس غم اور مصیبت کے موقع پر اس عاجز کے ساتھ ہمدردی فرمائی۔ والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کے لئے کثرت سے ختم قرآن اور ایصال ثواب ہو رہا ہے۔ جو ان کی مغفرت اور عنداللہ مقبولیت کی نشانی ہے۔ جم کر رہنے کے متعلق مشورہ زبانی ہو تو بہتر ہے۔ عزیزی مولوی کبیرالدین سلمہٗ سے بہت بہت دعا کہہ دیں۔ ان کا دستی خط مجھے مل چکا ہے۔ جس میں یہ فرمائش ہے کہ میں انھیں اپنے ہاتھ سے لکھ کر جواب دوں مجھے ان کے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ مگر ان کا پتہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ اس لئے اب تک جواب نہیں دے سکا۔ پرسانِ حال سے سلام مسنون کہہ دیں۔ اس مغفرت اور رحمت کے مہینہ میں اس گنہگار کو اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کریں۔

والسلام

منت اللہ رحمانی

---

[1] حالات لکھ کر مولانا کو بھیجے گئے۔ ظفیر

[2] حضرت امیر شریعت رابع کی والدہ ماجدہ کی وفات پر تعزیت نامہ لکھا گیا تھا۔ ظفیر

(۶)

۱۶/۹/۱۳۷۹ھ

مکرمی مولانا   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خط ملا۔ بڑی مسرت ہوئی۔ اور یہ خبر اور بھی خوشی کا باعث ہے کہ آپ شوال میں اس طرف آنے کا قصد رکھتے ہیں۔ خدا صحت و عافیت کے ساتھ لائے ــــــ یہ آپ کی فطرت کی سلامتی ہے کہ اپنے معاملات کا فیصلہ مشورہ کے بعد فرمانا چاہتے ہیں۔ مولوی کبیرالدین صاحب سے دعا کہہ دیں۔ انشاء اللہ کل تک انھیں اپنے ہی ہاتھ سے خط لکھوں گا۔ حضرت مولانا عبدالصمد[1] صاحب رحمانی مدظلہٗ دعا فرماتے ہیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۷)

مکرم بندہ مولانا ظفیرالدین صاحب! زادکرم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس دفعہ قصد کے باوجود آپ سے گفتگو نہ کر سکا۔ روانگی کے دن بعد مغرب دریافت کرایا تو معلوم ہوا کہ آپ اسٹیشن تشریف لے گئے ہیں۔ باوجودیکہ میں یہ سوچ کر گیا تھا کہ آپ سے آخری طور پر باتیں کر لوں گا اور آنے کی تاریخ بھی مقرر کرالوں گا۔ بہرحال غرض یہ ہے کہ اب آپ تشریف لے آئیں۔ ابتداءً استعفیٰ کے بجائے طویل فرصت کی درخواست مناسب ہوگی۔ ابھی تک ہفتہ وار نقیب کا ڈکلریشن نہیں ملا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ ماہ دو ماہ میں انجام پا جائے گا۔ ہمارے قاضی شریعت صاحب نے دو ماہ کی فرصت لی ہے۔ ان کی جگہ پر ارریہ کے قاضی مولانا ریاض احمد صاحب کام کر رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ ہمارے قاضی شریعت مزید فرصت لیں، یہ بھی مشہور ہے کہ وہ اپنے مشاغل کے باعث کام نہ کر سکیں گے۔ دارالقضاء امارت شرعیہ کا ایک اہم شعبہ ہے اس کے کام کا بند ہونا کسی طرح بھی گوارہ نہیں کیا جا سکتا۔ جو صورت حال پیدا ہو رہی ہے ممکن ہے کہ افتاء کے بجائے نقیب کے ساتھ ساتھ قضا کا کچھ کام بھی آپ کے حوالے ہو۔ اگر قاضی صاحب

---

[1] مولانا عبدالصمد رحمانی نائب امیر شریعت۔ ظفیر

آ گئے جب بھی اور نہ آئے جب بھی۔ بہرحال آپ اپنے فیصلہ سے[1] جلد مطلع فرمائیں۔ خدا کرے مزاج با عافیت ہو اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کریں۔ ایک عرض یہ بھی کہ مکتبہ فیض القرآن والے ایک سرمہ فروخت کرتے ہیں جس کا نام سرمہ روح صدف ہے۔ براہ کرم ان سے کہہ کر ایک شیشی سرمہ ذیل کے پتہ پر وی' پی کرا دیں اور انھیں اطمینان دلا دیں کہ وی پی واپس نہیں جائے گا۔ سرمہ بھیجنے کا پتہ یہ ہے۔ محمد عثمان مہتمم مدرسہ رحمانیہ سوپول ڈاکخانہ بیرول ضلع دربھنگہ (بہار) نہ معلوم شوریٰ کے فیصلوں کا رد عمل کیا ہوا۔ طلبہ میں کیا مدرسین ہی کیا؟

والسلام منت اللہ رحمانی

(۸)

۱۸ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ ۱۶ مارچ ۱۹۶۰ء

مولانا محترم زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ارباب سانحہ سے اس سانحہ کی اطلاع ملی کہ آپ گھر آ رہے ہیں۔ اس وقت باعث آبادی ماہم سے آپ سے جو گفتگو ہوئی ہیں۔ اس کا صریح تقاضہ بھی یہی تھا لیکن اس کے بعد سانحہ سے کچھ اور باتیں بھی معلوم ہوئیں۔ اس کو باور کرنے کے لئے میرا دل تیار نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ بات بھی طے تھی کہ اس راہ میں آپ اپنے بارے میں کوئی قیمتی فیصلہ میرے مشورے کے بغیر نہ کریں گے۔ آپ کے متعلق حضرت امیر شریعت مدظلہ' کے مشورہ کے بعد ہم یہ طے کئے ہوئے بیٹھے ہیں کہ آپ جیسے ہی یہاں آئیں امارت شرعیہ صوبہ بہار کا ارگن نقیب اور اس کا دارالافتاء آپ کے حوالہ کر دیں ــــ اس لئے التماس یہ ہے کہ آپ جب گھر آئیں تو سیدھے مجھ سے ملیں۔ پھر آپ کو اختیار ہوگا کہ اپنی پسندیدہ جگہ کا انتخاب کریں لیکن چار ماہ تو پھر بھی بہرحال ہم آپ کو کسی کام سے متعلق ہونے نہیں دیں گے۔ اس لئے کہ ایک اہم دینی، وقتی و فوری ضرورت ہے، جس کی تکمیل آپ ہی کو کرنی ہے۔ زیادہ والسلام اللہ سے دعا ہے کہ آپ کا مزاج مع الخیر اور بعافیت ہو۔

ناچیز عبدالصمد رحمانی خانقاہ رحمانی مونگیر (بہار)

---

[1] حضرت امیر شریعت رابع کا اصرار رہا کہ بحیثیت قاضی یا ناظم یا مفتی امارت شرعیہ سے منسلک ہو جاؤں مگر مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا طیب صاحب قدس سرہٗ کی بخوشی اجازت نہیں تھی اس لئے میں حتمی فیصلہ نہیں کر سکا اور عمل کرنے سے معذور رہا جس کا برابر افسوس بھی رہا مگر بحمد اللہ حضرت مرحوم نے وسیع الظرفی کی ناگواری نہیں بلکہ مجبوری محسوس کرتے رہے۔

(۹)

۸۰/۸/۶ھ ۶۱ء

مکرم و مولانا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ موصول ہوا۔ اس دفعہ عاملہ کے موقع پر نہ آنے کا مجھے بھی افسوس رہا خصوصی دعوت بھی وہاں سے آئی تھی اور ضرورت بھی تھی لیکن مجبوریوں اور مشغولیتوں کو کیا کریں۔ مخرجین نے ارباب اختیار و انتظام کو متاثر کرنے کے لئے وہی ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ جو برابر دارالعلوم میں کئے جاتے رہے ہیں۔ ہر سہ حضرات نے برأت نامہ پیش کیا ہے اور قاری نعمان صاحب کے برأت نامہ کے ساتھ ایک محضرنامہ بھی ہے جس پر پانچ سو طلبہ کے دستخط ہیں۔ کچھ لوگ ہفتوں جاکر دہلی رہے ہیں۔ عاملہ نے یہ درخواستیں اور محضرنامہ رکھ لیا ہے اور شوریٰ میں پیش کرنے کی تجویز کی ہے ظاہر ہے کہ اس کے بعد عملگان کا خوف امید سے بدل جانا ہی چاہیئے دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔

شوریٰ میں مجھ جیسے لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت ایسے لوگوں کی ہے جو اپنا وقت کافی دے سکتے ہوں۔

آپ رمضان میں مکان ضرور آجائیں اور ایک روز کے لئے مونگیر ضرور تشریف لائیں تفصیل سے باتیں ہو جائیں گی۔ مکاتیب گیلانی جلد اول مکتبہ نشاۃ ثانیہ کو بھیج چکا ہوں۔ مقدمہ بھیجنا باقی ہے۔ فروری کے مہینے سے کتابت شروع کر دیں گے۔ میں بعافیت ہوں گھر میں بیمار ہیں دعا فرماتے رہیں۔ بچے سلام عرض کرتے ہیں۔ پرسان حال کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔ بقیہ عند الملاقات

والسلام

منت اللہ

(۱۰)

یکم صفر ۸۱ھ ۱۵/ اگست ۶۱ء

مکرم مولانا   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ مجھے شرمندگی اور افسوس ہے کہ شوریٰ میں نہ آسکا۔ شوریٰ کی تاریخیں ہمارے یہاں کے پروگرام سے اس طرح متعارض ہوئیں کہ مجبور ہو گیا۔ اب عزم ہے کہ ۱۶/ اگست کو دیوبند پہنچوں انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت مہتمم صاحب کو بھی لکھ دیا ہے۔ خدا کرے یہ ارادہ پورا ہو جائے۔ الحمدللہ یہاں کے حالات بدستور ہیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۱۱)

۱۳/ رمضان المبارک ۸۱ھ

مکرم مولانا   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ دارالعلوم میں یہی سب اور ایسا ہی کچھ ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم فرمائے۔ ایک رسالہ یک جزئیہ تو اس انداز سے لکھا جائے۔ جس سے عام لوگ امیر کی ضرورت، اس کی شرعی حیثیت اور اس کی اطاعت کی اہمیت کو سمجھ لیں۔ دوسرا رسالہ یک جزئیہ یا زائد سے زائد دو جزئیہ امارت شرعیہ کے نظام پر لکھا جائے، اور بتلایا جائے کہ یہی تنظیم دینی و شرعی تنظیم ہے۔ جو امیر کی اطاعت سے شروع ہو کر نقیب کی نگرانی اور اس کی اطاعت پر ختم ہوتی ہے[1] اس رسالہ کی ترتیب میں آپ کو تاریخ امارت از حضرت نائب صاحب مدظلہ، سے پوری مدد ملے گی، بس ابھی یہ دو رسالے لکھ کر بھیجئے۔ مقصد یہ ہے کہ امارت شرعیہ پر مختلف قلم سے مختلف اسلوب سے رسائل لکھے جائیں، اور زائد سے زائد شائع کئے جائیں کہ لوگ اس کی اہمیت، ضرورت اور اس کے نظام سے واقف ہوسکیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

---

[1] ایک کتابچہ بنام "امارت شرعیہ کتاب وسنت کی روشنی میں" لکھا گیا اور وہ بڑی تعداد میں شائع ہوا۔

(۱۲)

۲۰ستمبر ۱۹۶۱ء ۱۶ربیع الاول ۸۲ھ

مکرم بندہ مولانا ظفیرالدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ موصول ہوا. واقعتہً یہ بات ہم لوگوں کے لئے بڑے صدمے کی ہے کہ اپنی مادر علمی میں اس کے فرزند سکون و اطمینان محسوس نہ کرسکیں. اب ان اداروں کا کیا حشر ہوگا. اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے گرچہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے آپ کو چھوڑنا نہیں چاہا ہے میں اپنے سابقہ خیال و ارادے پر قائم ہوں[1] آپ چھ ماہ کی چھٹی لے لیں اور تشریف لے آئیں. میں نے ایک خط مہتمم صاحب کو بھی لکھ دیا ہے. اور دوسرا عریضہ اس خط کے ساتھ منسلک کر رہا ہوں تاکہ آپ اپنی درخواست فرصت کے ساتھ اس کو دے سکیں. اور فرصت کی کارروائی کو ممکن حد تک تیز چلانے کی کوشش فرمائیں.

ایک بات عرض کردوں کہ سردست دفتر امارت سے ۱۵۰ روپے ماہوار آپ کی خدمت میں پیش کئے جاسکیں گے میں ۲۶ر کی شام کو کلکتہ جارہا ہوں اور وہاں سے ۲۹ر کو ٹاٹا جاؤں گا. ۴ر اکتوبر تک مونگیر واپسی ہوگی. امید ہے کہ اس وقت تک آپ کا جواب آجائے گا اور انشاء اللہ فرصت مل جائے گی. والسلام

منت اللہ رحمانی

(۱۳)

۱۴ر اکتوبر ۱۹۶۱ء

مکرم بندہ وسلام مسنون

گرامی نامہ موصول ہوا ـــــ ایسا لگتا ہے کہ ہم لوگوں کے درمیان شاید کوئی غلط فہمی ہوگئی ہے. مجھ سے آپ سے تو یہ بات طے ہوچکی تھی کہ آپ کو دفتر امارت شرعیہ میں تشریف لانا ہے.

---

[1] امارت شرعیہ پھلواری شریف حاضری کا حکم تھا، حضرت مہتمم صاحب نے منظور نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا میں جواب لکھ دوں گا. آپ اپنا کام کریں. ظفیر

اور مستقلاً آنا ہے. مگر یہ پھلواری شریف جیسی جگہ ہے. شاید آپ کا دل نہ لگ سکے. اسی لئے میں نے عرض کیا تھا کہ چھ ماہ کی چھٹی لے لیں. اگر دل لگ جائے تو بیحد خوشی کی بات ہے. ورنہ اگر آپ کا دل نہ لگ سکے تو دار العلوم کی جگہ باقی رہے گی. اسی گفتگو پر آپ نے کہا تھا کہ لمبی رخصت بغیر تمہاری کوشش کے نہ ملے گی.

اسی وقت یہ گفتگو بھی آپ سے ہوئی تھی کہ آپ نقیب اور افتاد کو سنبھالیں گے. بعد کو میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ محکمہ قضا بھی خالی ہے.

بہرحال اس وقت میں چاہتا ہوں کہ آپ تشریف لاکر افتاد اور اخبار نقیب کا کام کریں. میں نے پچھلی بار امارت کی مالی حالت کے پیش نظر ماہ ۵۱ کی پیش کش کی تھی. شاید یہ بات پیش نظر ہو، اس لئے اب عرض ہے کہ اس وقت جو یافت آپ کی دار العلوم میں ہے وہ پیش کی جائے گی.

آپ کے حالیہ خط سے میرے ذہن پر یہ اثر پڑا کہ شاید ہم لوگ اپنے سابقہ فیصلوں پر قائم نہیں ہیں ـــ اس لئے یہ خط کچھ صاف طریقے پر لکھ رہا ہوں.

میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ امارت شرعیہ میں آجائیں اور اسی کے ہو کر رہیں اور جلد آجائیں. کام کیا ہوگا وہ اوپر عرض کیا اور پھر جب آپ رہیں گے اور امارت کے شعبے آپ کے سامنے رہیں گے تو ہم لوگ باہمی مشورے سے بعد میں بھی کاموں کی تعیین کر سکتے ہیں.

اگر آپ آمادہ ہیں تو بسم اللہ. مذکورہ بالا گفتگو کے پیش نظر لمبی فرصت جو کم از کم ۶ ماہ کی ہو لے کر تشریف لے آئیں۔[1]

آپ کا ایک کارڈ سیلاب اور بارش کی تباہ کاریوں کے بعد دریافت خیریت کا آیا تھا. غالباً اس کا جواب جا چکا ہے. اس یادآوری کے لئے جناب کا مشکور ہوں. حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے. آمین

والسلام
منت اللہ

---

[1] حضرت مہتمم صاحب دار العلوم دیوبند نے اس کی منظوری نہیں دی اور خود ہی حضرت امیر شریعت کو اپنا عذر لکھ دیا. اس کے بعد حضرت نے سکوت اختیار فرمایا دوبارہ تشریف لائے تو زبانی بھی حضرت مہتمم صاحب سے گفتگو فرمائی اور مجھے بتایا کہ مہتمم صاحب راضی نہیں ہوئے ظفیر

(۱۴)

۶۲/۵/۲۲

مکرم مولانا   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کے دو دستی خطوط۔ یادآوری کے لئے مشکور ہوں۔ فتاویٰ دارالعلوم کے سلسلے میں میں نے ایک خط مولانا محمد میاں صاحب کو لکھا ہے۔ دوسرا حضرت نائب مہتم صاحب مدظلہ کو حضرت مفتی صاحب تو موجود نہیں ہیں۔ ورنہ ان کو لکھتا ارادہ ہے کہ آج مولانا منظور نعمانی اور مفتی عتیق الرحمن صاحبان کو بھی خط لکھوں گا کہ وہ نائب مہتم صاحب کو لکھیں۔ مولوی محی الدین صاحب سلمہ اللہ کے ساتھ ہمدردی ہے خیال رکھوں گا۔ کہیں جگہ نکل آئے۔ دقت یہ ہے کہ ہر شخص جلالین اور مشکوٰۃ ہی پڑھانا چاہتا ہے اور ایسے مدارس بہت کم ہیں۔ بھائی متوسطات کے کیا معنی۔ ہدایۃ النحو کا بھی درس ہو تو آپ[1] کو جونسی کتاب مل جائے ضرور پڑھائیں۔ ۲۶ر مئی کو پاکستان جا رہا ہوں — انشاء اللہ تعالیٰ ۱۵ر جون تک واپسی ہو گی۔

امید ہے کہ مزاج بعافیت ہوں گے۔ اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کریں۔   والسلام

منت اللہ

(۱۵)

۱۶ر ربیع الثانی ۸۲ھ ۶۲ء

مکرم مولانا   السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

دیوبند سے آنے کے بعد دو جوابی عریضے لکھ چکا ہوں۔ امید ہے کہ دونوں ہی مل گئے ہوں گے۔ ذہن پراگندگی دیکھئے کہ دیوبند حاضر ہوا اور پانچ دن رہے۔ آپ سے صحبتیں بھی رہیں لیکن مکاتیب گیلانی کا کوئی تذکرہ نہ کر سکا۔ حصہ اول کا مسودہ دو سال سے مکتبہ نشاۃ ثانیہ حیدرآباد دکن میں پڑا رہا۔ بڑی حکمت سے اسے واپس منگایا اور پھر ہمت کر کے دارالمصنفین کو لکھا۔ صاف صاف انکار آ گیا۔ منشی امان اللہ صاحب ملی دیوبند گئے تھے۔ انہوں نے مکاتیب گیلانی کے سلسلے میں مولانا وحیدالزماں کیرانوی سے بات طے کی تھی جواب غالباً نیشنل پریس کے منیجر ہیں۔ وہ عمدہ سے عمدہ چھاپنے کے لئے اور پھر چھپی ہوئی ایک سو کاپیاں مجھ کو دینے کے لئے تیار تھے۔

---

[1] یعنی مولوی صاحبان کو مشورہ ہے۔ ظفیر

ان کی خواہش تھی کہ مسودہ وہ ایک مرتبہ دیکھ کر آخری طور پر زبان دیں۔ اور اس کا کام شروع کریں۔ یہ بیان امان اللہ صاحب کا ہے۔ اب آپ سے عرض ہے کہ اس کی طباعت کے لئے کوئی راہ نکالیں اور جلد تر نکالیں۔ میں اس کی رائلٹی وقف کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ اور نقد ایک پیسہ کا بھی خواہش مند نہیں صرف چاہتا ہوں کہ صحیح چھپے۔ موجودہ معیار کے مطابق عمدہ چھپے اور مجھے سو کاپیاں مل جائیں ان سو کاپیوں کے اندر میں کچھ کمی بھی کر سکتا ہوں۔ آپ مولانا وحید الزماں کیرانوی سے بھی بات کریں اور اگر وہ واقعتاً ایک مرتبہ دیکھ کر آخری طور پر زبان دینا چاہتے ہیں اور چھاپنا چاہتے ہیں تو میں مسودہ آپ کو بھیج سکتا ہوں[1]۔ خدا کرے آپ بعافیت ہوں ــــ والسلام

منت اللہ

حاضر اس وقت محمد یحییٰ سلام مسنون عرض کرتا ہے۔ مولانا محمد حسین صاحب سے بھی سلام فرمادیں اور اپنی دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں۔

(۱۶)

۷ / اکتوبر ۶۲ء

مکرم و محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

تفصیلی والا نامہ سے سرفرازی ہوئی۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ کتب خانہ کا جو کام آپ کے سپرد کیا گیا ہے وہ اچھا ہی انجام پائے گا۔ اگر یہ اعتماد نہ ہوتا تو آپ کا نام وہاں نہ آتا۔ آپ رام پور، علی گڈھ و پٹنہ ہو آئیں پھر انشاء اللہ کتب خانہ رحمانیہ کی فہرست بھی آپ ہی کی ہدایت کے مطابق تیار کرائی جائے گی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر بہاریوں کی کیا حکومت ہوئی حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات میں حلوبانی عصبیت غیر معمولی ہے۔ کسی اور کی ذرا سی بات بھی یہ برداشت نہیں کر سکتے ہیں اور یہی عصبیت جاہلیہ ان کی قیادت کو ختم کرتی جارہی ہے۔ میری فراست کا قائل ہونا بھی آپ نے خوب فرمایا۔ بھلا ان گرگ باران دیدہ کے مجمع

---

[1] مکاتیب گیلانی بالآخر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے خود چھپوائی۔ ظفر

میں مجھ جیسا نااہل و بدفہم اگر بیٹھ گیا ہے تو اس سے کسی سلجھی ہوئی بات کی توقع ہی کیسے کی جاسکتی ہے۔ اگر حضرت مہتمم صاحب اور وہاں کا سلجھا ہوا طبقہ اس عاجز کا معترف ہے تو یہ محض حسن ظن ہے۔ مولانا! فراست وغیرہ کی بات تو کچھ ہے نہیں لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ میں دیوبند کے معاملہ میں صاحب غرض نہیں ہوں۔ میں دل کی گہرائی سے چاہتا ہوں کہ دارالعلوم کا بھلا ہو۔ میرا تعلق کسی پارٹی سے نہیں کسی مسئلہ پر غور کرتے وقت اشخاص و افراد خواہ وہ کتنے ہی اہم کیوں نہ ہو۔ میرے سامنے نہیں رہتے۔ بس اس نظریہ اور عمل کے تحت اگر کچھ اصلاح ہو جائے تو ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ حضرت علامہ مدظلہ کو صحت کے ساتھ رکھے آمین ـــــ الحمدللہ کہ قاری نعمان صاحب کی واپسی سے وہ خوش ہیں۔ اگر آپ کا یہ حُسنِ ظن صحیح ہے کہ حضرت موصوف اس عاجز کو دل کھول کر دعائیں دیتے ہیں تو اس سے بڑھ کر نعمت اور کیا ہوسکتی ہے۔ اگرچہ قاری نعمان کی واپسی کے بغیر فوراً ہی ممبران شوریٰ کے انتخاب میں حضرت موصوف نے جو طرز عمل اختیار کیا۔ وہ میرے لئے بہت مایوس کن تھا اور مجھے اس کا شکوہ ہے۔

مفتی صاحب غالباً تشریف لے آئے ہوں گے۔ اس استفسار کا جواب لکھوا کر بھیج دیجئے۔ مولوی جمیل احمد دربھنگوی کا کراچی سے خط آیا ہے کہ وہ اس طرح دلی اور اس طرح کراچی اور اس طرح کراچی سے جدہ کے لئے پرواز کر رہے ہیں۔ مسرت ہے کہ خدا نے ان کی دلی تمنا کو پورا کیا۔

کچھ کتابیں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب وغیرہ نے رد قادیانیت کے سلسلے میں لکھی تھیں وہ اگر دستیاب ہوسکیں تو مرشد آباد بھجوا دیں۔ مکتوبات اب تک نہیں چھپی، دارالمصنفین نے صاف صاف انکار کر دیا۔ مولوی وحید الزماں صاحب سے نہ معلوم گفتگو ہوسکی یا نہیں ان کے جواب کے ساتھ اپنی رائے بھی تحریر فرمائیں گے۔

جی ہاں ترتیب فتاویٰ کا کام بھی آپ ہی کو کرنا ہے اور اس کے لئے آپ کو الاؤنس ملے گا اور انشاءاللہ تعالیٰ معقول ملے گا۔ خدا کرے کہ آپ بعافیت ہوں۔ الحمدللہ یہاں سب ہی اچھے ہیں تمام مدرسین سلام مسنون کہتے ہیں۔ والسلام منت اللہ

(۱۷)

۵ رمضان المبارک ۶۲ھ سنہ ۴۳ء

مکرم و محترم　　　　　　وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ موصول ہوا جواباً عرض ہے ــــــــــ رانچی میں شنبہ کو رویت عام ہوئی، اس لئے وہاں مسلمانوں نے روزہ رکھا۔ اس طرف میں رویت نہ ہوسکی۔ لوگوں نے تقریباً دس بجے پھر سوا گیارہ بجے جب رانچی جمشید پور اور کلکتہ سے ٹیلی فون آئے تو جنھوں نے افطار نہیں کیا تھا انہوں نے اپنے روزہ کو پورا کیا اور افطار کرنے والوں نے قضا کا عزم کیا۔

کتب[1] خانے میں جناب کو اسی توقع کی بنا پر بھیجا گیا ہے کہ آپ اپنی محنت اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی غیر معمولی صلاحیتوں سے کتابوں کی ترتیب کی اس گتھی کو سلجھا سکیں گے جو دارالعلوم کی پچاس سالہ تاریخ میں کبھی سلجھ نہ سکی ـــــ خدا آپ کی امداد کرے اور آپ کو اس اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ فرمائے۔ آمین وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

دو کام آپ سے ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ ہم لوگ جامعہ میں اور اوپر کی کتابیں پڑھانا چاہتے ہیں اور اس کے لئے مولانا شیخ محمد[2] صاحب مئو کو بلانا چاہتے ہیں۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بھی آنا چاہتے ہیں۔ ان کی خواہش یہ ہے کہ میں بلاؤں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ وہ خود مجھ کو لکھیں۔ اگر آپ سے ہوسکے تو کوئی ایسی راہ نکالئے کہ ان کا خط میرے پاس آئے۔ میں مولانا فخرالحسن صاحب کو لکھتا وہ مجھے کئی دفعہ ان کو بلانے کے لئے کہہ چکے ہیں اور مولانا شیخ محمد صاحب کے خطوط بھی ان کے پاس آتے رہتے ہیں خطرہ یہ ہے کہ کہیں مولانا فخرالحسن صاحب ان کو نہ لکھ دیں۔ کہ منت اللہ کا خط آیا ہے۔ اگر ہوسکے تو آپ کوئی ترکیب نکالئے اور جلد نکالئے۔ خواہ مولانا فخرالحسن صاحب کے ذریعہ ہی سے ہو اور مجھ کو مطلع فرمایئے۔

---

[1] خاکسار کا تبادلہ دارالافتاء سے کتب خانہ میں جس مقصد سے کیا گیا الحمد للہ اس میں دارالعلوم کو کامیابی ہوئی۔ کتب خانہ کی فہرست اردو زبان وار نئی ترتیب عمل میں آئی نئے رجسٹر تیار ہوئے۔ کارڈ سسٹم بھی جاری ہوا۔ طلبہ کے لئے مطالعہ کا انتظام کیا گیا، جو بحمد اللہ اس وقت سے برابر جاری ہے۔　[2] مولانا مرحوم بحیثیت مدرس جامعہ رحمانی میں کئی سال رہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ مجھے سلاسل صوفیہ کے شجرہ کے سلسلہ میں مواد کی ضرورت ہے یہ شجرہ مرشد اپنے مرید کو دیتا ہے یہ کب سے جاری ہوا۔ اس کو جاری کرنے والا کون ہے۔ کسی کتاب میں اس پر گفتگو کی ہے یا نہیں۔ ذرا اس کو تلاش فرمائیے۔ مجھے اس پر ایک مضمون لکھنا ہے۔

اور کیا لکھوں۔ رمضان المبارک آگیا۔ اپنے مشاغل تو کم و بیش وہی ہیں جو ہر زمانہ میں رہتے ہیں۔ صرف یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھنے اور سننے میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے برکات سے اس بدنصیب کو بھی نصیب دے۔ آپ تو ماشاء اللہ علم کے گہوارے میں ہیں اور بالعموم اس جگہ رہتے ہیں جہاں آپ کے ہر طرف اللہ اور اس کا پیغام ہی پیغام ہے۔ حق تعالیٰ آپ کو دین کی خدمت کی توفیق اور اس پر استقامت بخشے۔ آمین

(۱۸)

۱۷ محرم ۸۴ھ ۶۴ء

مکرم مولانا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ میں بخیر و عافیت ممالک عرب کی سیاحت، روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر ۱۲ مئی کی شام کو مونگیر واپس آیا۔ اور الحمد للہ یہ سفر میرے لئے ظاہری و باطنی فوائد کا ذریعہ بنا۔ ابھی ابھی جناب کا خط ملا۔ ولی نے بڑی غلطی کی، وہ تو میرے ساتھ دہلی سے مونگیر آیا۔ کاش! آپ سے ملاقات ہو جاتی۔ تازہ ملاقات کی بات ہی اور ہوتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ شوریٰ میں حاضری کی سعی کروں گا۔ یہاں تو گرمی بڑی سخت پڑ رہی ہے۔ سب سے سلام۔

والسلام

منت اللہ رحمانی

(۱۹)

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ سنہ ۶۵ء

مکرم بندہ   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب کا خط متعلق مولوی انوار الحق صاحب موصول ہوا، کیا عرض کروں۔ مدرسی کے امیدوار اتنے بڑھتے جارہے ہیں کہ وعدہ مشکل ہے، اور دقت یہ ہے کہ ہر شخص عربی ہی کی کتاب پڑھانا چاہتے ہیں۔ ایسے مدارس تو بہت کم ہیں جہاں باضابطہ عربی کی تعلیم ہوتی ہے۔ ورنہ عام طریقہ پر قاعدہ بغدادی والے مکتب کو مدرسہ کہتے ہیں۔ بہرحال وہ خط میں نے محفوظ کرلیا ہے۔ اس سے بھی مطلع فرمائیں کہ اگر کہیں مکتبی کام کرنا ہو اور امامت وغیرہ ہو تو اسے منظور کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۹ر فروری کو دورۂ[1] حدیث کا افتتاح ہوگا حضرت علامہ اور مولانا فخرالحسن صاحب وغیرہ وعدہ فرماچکے، شیخ الحدیث مولانا فخرالدین صاحب سے ملاقات نہ دیوبند میں ہوئی اور نہ دلی میں، خط لکھا ہے۔ اب تک جواب نہیں آیا ہے۔ آپ کو بھی شریک ہونا ہے، اور مولانا محمد حسین صاحب کو بھی دعوت نامہ بعد میں جائیں گے۔ آپ بھی وہاں حضرت علامہ[2] اور مولانا فخرالحسن صاحب[3] سے بات چیت کرلیں، کوئی گڑبڑ نہ ہو۔ نیز یہ بھی کہ یہ حضرات ایک ساتھ آئیں تو بہتر ہے۔ پھر بطور خود یہ بھی معلوم کرلیں کہ کس درجہ میں آئیں گے۔ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ اپر انڈیا کے سلیپر میں سیٹیں ریزرو کرالی جاویں۔ اس سے براہِ راست جمال پور پہونچیں گے، میرا حوالہ دیئے بغیر آپ ان باتوں کو طے کرلیں تو بہتر ہے۔ اور اس مغفرت کے مہینہ میں اپنی دعاؤں سے فراموش نہ کریں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

---

[1] جامعہ رحمانی مونگیر میں اب تک مشکوٰۃ تک کی تعلیم جاری تھی اگلے سال سے دورۂ حدیث کا درجہ بھی جاری کرنا تھا۔ اس لئے باضابطہ اس کا افتتاح ہوا۔ اور ملک کے تمام قابل ذکر اساتذۂ حدیث کو دعوت دی گئی۔ حضرت مولانا فخرالدین احمد دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین تھے۔ ان کی شرکت ضروری تھی۔ چنانچہ یہ بھی شریک ہوئے اور مولانا فخرالحسن اور مولانا بہاری بھی۔ ہمارے استاد مولانا حمیدالدین مدرسہ عالیہ کلکتہ بھی تشریف لائے اور دوسرے بیسوں علماء امت بھی۔ [2] علامہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب رح [3] استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

(۲۰)

مکرم مولانا   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے دو کارڈ ملے، ایک ۲۵ جون کو اور ایک ۲ جولائی کو، آپ میرا حال جانتے ہی نہیں۔ میں نے غیر ضروری کام اپنے ذمہ اتنے لے رکھے ہیں کہ بعض مرتبہ احباب ومخلصین کے خط کے جواب میں غیر معمولی تاخیر ہو جاتی ہے۔ آپ کے کرہ کا واقعہ میرے خیال میں اندوہناک ہے۔ جب آپ کا خط آیا تو میں نے چاہا کہ مہتمم صاحب کو لکھوں، لیکن دل نے یہ گواہی دی کہ لکھنا شاید مفید نہ ہو۔ اور مولانا معراج صاحب اللہ ان کو ہدایت دے، وہ پوری سعی کریں گے کہ میرا خط بے اثر ہو کر رہ جائے، اس لئے میں نے مہتمم صاحب کو خط نہیں لکھا۔ آپ کے خیال میں اگر میرا خط لکھنا مفید اور موثر ہو اور اس کا وقت باقی ہو تو آپ فوراً مجھے جواب دیں تاکہ میں پوری قوت کے ساتھ خط لکھ کر مہتمم صاحب کو بھیجوں۔ مضمون مجھے مل گیا اور پسند بھی آیا۔ جزاکم اللہ۔ آپ نے اس موضوع پر اچھا مواد جمع کر دیا ہے۔ جو تخمینہ آفسیٹ کی طباعت کا آپ نے بھیجا ہے۔ میاں ولی سلمٗ جو پرسوں دلی سے مونگیر آئے ہیں، انھیں اس سے اتفاق نہیں، غالباً آپ کو بھی طباعت کے واسطے دلی جانا پڑے گا۔ جو شاید موجودہ حالات میں آپ کے لئے مشکل ہو اس لئے میں نے رسالہ کتابت وطباعت کے لئے آزاد پریس کے حوالہ کر دیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جولائی کے اخیر تک یا اگست کے شروع ہفتہ میں طبع ہو جائے گا۔ طبع ہوتے ہی موقع سے اس کی ایک کاپی آپ کے پاس بھیج دی جائے گی۔ آپ نے جو تحریریں حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خطبۂ صدارت سے نقل کر کے بھیجی ہیں کہ نقیب کے صفحہ اول پر شائع کی جائے۔ فوری طور پر بعینہ اس کی اشاعت مقتضائے وقت نہیں ہے۔ وہ تعبیر آج سے تیس سال پہلے کی ہے۔ اسی مفہوم کو دوسرے الفاظ میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ الحمد للہ بعافیت ہوں، اور آپ کے لئے دعا گو۔ ولی اور دوسرے بہت سے مدرسین سلام مسنون کہتے ہیں۔

والسلام

منت اللہ رحمانی

(۲۱)

۱۸ر رمضان المبارک ۸۴ھ ۶۵ء

مکرم و مولانا   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ آپ بعافیت ہوں، اور رمضان المبارک کے روزے بحسن وخوبی گذار رہے ہوں۔ کتاب "سفر مصر و حجاز" کی تین جلدیں آپ کے نام ارسال کی گئیں تھیں، ملی یا نہیں؟

یہ خط ایک ضروری کام سے لکھ رہا ہوں ـــــ جناب مولانا ادریس صاحب (سرائے میر) فاضل دارالعلوم دیوبند جو بنارس کے کسی مدرسہ میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ان کے متعلق کیا آپ کی کچھ معلومات ہیں؟ تعلیمی صلاحیت، تقویٰ، مزاج وغیرہ کیسا ہے؟ دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھا سکتے ہیں؟ اگر آپ کو ان سے پوری واقفیت نہ بھی ہو، تو وہاں حضرت الاستاذ علامہ ابراہیم صاحب مدظلہ اور دوسرے حضرات کے ذریعہ پوری واقفیت حاصل کی جا سکتی ہے۔

براہ کرم تھوڑی سی تکلیف فرمائیں، اور پوری معلومات حاصل کر کے مجھے مطلع فرمائیں، انتظار رہے گا۔ دعائے حسن کی درخواست ہے۔

ولی سلام کہتا ہے اور طالب دعا ہے۔

حسنت اللہ

(۲۲)

۱۴ر جولائی ۶۵ء

مکرم مولانا   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا تفصیلی خط ملا۔ ۹/۱۰/۱۱/۱۲ جولائی کو مجھے حرارت نہیں آئی۔ ۱۳ر کو پھر ہلکی حرارت آگئی۔ پہلے سے بہر حال اچھا ہوں۔ دعاء صحت فرمائیں۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ فتاویٰ کی پانچویں جلد جلد ہی پریس میں جانے والی ہے۔ نظام امن[1] و امان کی کتابت شروع ہو گئی ہے۔

---

[1] یہ کتاب بنام "اسلام کا نظام امن" شائع ہوئی جو چار سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

فتاویٰ کی ترتیب آپ کی زندگی کا اہم کارنامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قلمی کاوش اور دینی وعلمی خدمات کو قبول فرمائے۔ اور بھرپور اجر عطا فرمائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہفتہ میں ولی سلمہ دیوبند پہونچ جائے گا۔ مولوی سلطان[1] صاحب وغیرہ سے سلام مسنون کہہ دیں۔ ولی سلام کہتا ہے۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۲۳)

۵ر جون ۱۹۶۵ء ۵ر صفر ۸۵ھ

مکرم مولانا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‌،

خط ملا۔ میں لکھنؤ وغیرہ نہیں جاسکا۔ واپس چلا آیا۔ طبیعت اب تک ٹھیک نہیں ہے: پیچش موجود ہے۔ دعا فرمائیں: مہتمم صاحب سے تفصیل سے باتیں ہوئی ہیں۔ جو بات طے ہو گئی وہ یہ ہے کہ کسی مستقل منصب پر لانا ہے اور گریڈ علیا کا ہونا چاہیئے۔ مہتم صاحب نے ایک تحریر بھی لکھی تھی۔ لیکن وہ مجھے پسند نہیں آئی۔ انہوں نے فرمایا کہ دوسری لکھوں گا۔ حضرت مولانا عبدالرشید صاحب رانی[2] ساگری کا پہلی اور دوسری جون کی درمیانی شب میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان اولیاء اللہ سے خالی ہی ہو جائے گا۔ دعا ہے کہ ترقی مدارج فرمائیں۔ حضرت نائب[3] صاحب مدظلہ آج کل یہیں تشریف فرما ہیں۔ دعا کہتے ہیں۔ ولی سلام کہتا ہے۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

---

[1] مولانا سلطان الحق ناظم کتب خانہ دارالعلوم دیوبند [2] مولانا رانی ساگری حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے خلفاء میں تھے: تذکرہ مولانا عبدالرشید رانی ساگری کے نام سے خاکسار نے حضرت کی سوانح حیات لکھی تھی جو چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ ظفیر

[3] مولانا عبدالصمد رحمانی نائب امیر شریعت۔

(۲۴)

۱۸ر جولائی ۶۶ء

مکرم مولانا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط ملا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اب مکاتیب بہر حال مجھے طبع کرانی ہے اور اپنے خرچ سے طبع کرانی ہے خواہ وہ بعد میں نکلے یا نہ نکلے۔ اس پر ڈھائی تین سال میری محنت صرف ہوئی ہے۔ اور کچھ روپے بھی میرے خرچ ہوئے ہیں۔ دو سو اسی صفحے چھوٹے سائز پر نفیس ترین کتابت ہو چکی ہے۔[1] لیکن اس کتاب کو دو ڈھائی سال ہو چکے ہیں نہ معلوم وہ کس حال میں ہیں۔ اور اس وقت وہ میرے پاس موجود ہیں۔ کتابت اعلیٰ اور نفیس ہونی چاہیئے کہ ضرورت بلاک کی نہ پڑے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ اپنی ذمہ داری پر دیوبند یا دہلی جہاں ہو مکاتیب طبع کرا دیں تو خرچ میں دوں گا۔ رہی اس کی نکاسی تو یہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر موقوف ہے۔ آپ سے جو سعی ہو سکے فرمائیے گا۔ دیوبند اور دہلی کے مکتبوں کو اگر کتاب ہم صحیح لاگت پر دیں تو کیا وہ لوگ نہ لیں گے۔ بہر حال! آپ کچھ ہمت افزائی کیجئے اور اپنی نگرانی میں اسے چھپوا دینے کا ذمہ لیجئے تو میں مسودہ دوں۔ الحمد للہ یہاں سب خیریت ہے۔ میرے دیوبند سے واپسی کے بعد سے اب تک ولی کا کوئی خط میرے پاس نہیں آیا۔ ذرا اس سے پوچھئے کہ کیا معاملہ ہے۔ خدا کرے مزاج بخیر ہو۔

والسلام منت اللہ رحمانی

(۲۵)

۲۲/۷/۶۶ء

مکرم بندہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ موصول ہوا۔ اس طرف عرب ریلیف کے کاموں میں کچھ زیادہ مصروف ہوں میں نے اس موقعہ پر امارت شرعیہ کا فریضہ سمجھا کہ وہ اس خالص مذہبی اور دینی کام میں آگے بڑھے۔ اور اپنا فرض ادا کرے۔ الحمد للہ کام ہو رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مسلمانان بہار

---

[1] بحمد اللہ کتاب مکاتیب گیلانی جلد اول شائع ہوئی، جو بڑے معلومات پر مشتمل ہے۔ حضرت مولانا نے حواشی پر بڑی محنت کی ہے اور کافی معلومات جمع فرما دی ہیں۔

واڑیسہ نے میری اپیل پر لبیک کہا۔ ۱۶ر اگست ۶۷ء کو تحفظ فلسطین کانفرنس[1] ہو رہی ہے۔ دعا فرمائیں کہ وہ بھی کامیاب ہو۔ اور اس کے ذریعہ امدادی کام اور آگے بڑھے۔ مولانا مجاہد الاسلام القاسمی صاحب اس سلسلہ میں دیوبند، دلی گئے ہوئے ہیں۔ ملاقات ہوگی۔ اس وقت جو آپ نے کتاب 'مسئلۂ امارت' پر کچھ لکھنے کو کہا ہے۔ ۱۰ر اگست تک معذور ہوں۔ اس کے بعد لکھ دوں گا بشرطیکہ آپ یاددہانی فرمائیں۔ ایک دو صفحہ کی تو بات ہے مجھے اس کتاب کو دیکھے ہوئے عرصہ ہوگیا ہے۔ اب آپ اس کتاب کی اہمیت وضرورت پر لکھنے کو کہتے ہیں تو ایک نظر ڈال لوں، کتاب 'مسئلہ امارت' کے متعلق میرا خیال یہ تھا کہ اسے سامنے رکھ کر بالکل دوسری کتاب لکھی جاتی۔ دعادی، دلائل نتائج سب وہی ہوتے لیکن طریقہ تعبیر ترتیب عبارت بدلی ہوئی ہوتی جو اس زمانہ سے مطابقت کھا سکتی ہے اور یہی خیال میرا کتاب العشر والزکوٰۃ کے بارے میں ہے۔ لیکن کچھ ایسا اندازہ کر رہا ہوں کہ یہ بات حضرت مصنف علام کو شاید ناگوار ہو۔ اس لئے ابھی تو اسی کو چھپنے دیجئے۔ لیکن اب آپ پر یہ فرض رہے گا کہ کتاب مسئلہ امارت کو سامنے رکھ کر ایک ایک دو دو جزء کے متعدد رسالے لکھے جائیں جس میں کتاب مسئلہ امارت ہی کے موضوع اور اس کے دلائل نتائج کو صاف ستھرے اور سہل انداز میں پیش کیا جائے۔ اور اس طرح آپ کے مرتب کئے ہوئے رسائل مسئلہ امارت شرعیہ کا لٹریچر قرار پائیں وہ کتاب بھی چھپے اور یہ کام بھی شروع ہو جائے۔ سبھوں سے سلام مسنون کہہ دیں۔

والسلام

منت اللہ رحمانی

(۲۶)

۲۸ر رمضان ۸۷ھ ۶۷ء

مکرم مولانا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے دو خطوط ملے اور تار بھی۔ بلکہ آپ ہی کے تار سے اس عظیم علمی اور فنی حادثہ

---

[1] تحفظ فلسطین کانفرنس اپنے وقت پر ہوئی اور بہت کامیاب رہی۔

کی اطلاع ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جو ہوا وہ تو ہونا ہی تھا۔ بس اب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعد کے اٹھنے والے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ دیکھئے! شوریٰ کب بلائی جاتی ہے اور نئے ناظم تعلیمات اور صدر مدرس کے متعلق کب اور کیا فیصلہ ہوتا ہے ــــــ میں ۵ر جنوری کی صبح کو کھی سرائے کے پاس تتر ہٹ جاؤں گا۔ ۶ر جنوری کو واپس چلا جاؤں گا۔ ۷ر جنوری کی شام کو سہرسہ کے پروگرام کو پورا کرنے کے لئے روانہ ہوں گا۔ ۱۰ر جنوری کو واپسی ہوگی۔ پروگرام یہی ہے۔ کہیں شوریٰ ہوئی تو سب درہم برہم ہوجائے گا۔ حضرت نائب صاحب[2] مدظلہ، تراویح ختم کر کے آج صبح (۲۷/۹) کو مانڈر تشریف لے گئے۔ الحمدللہ بخیریت ہوں۔ اور آپ کے لئے دعا گو، ایک خط آپ کے مکان کے پتہ پر بھی لکھ دیا گیا ہے۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۲۷)

۲۴/ ۲۔۶۸ء

مکرم مولانا   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا مختصر خط ملا۔ اس دفعہ دیوبند کا سفر آپ کی عدم موجودگی کے باعث کچھ پھیکا سا رہا۔ اب دیکھئے آپ سے کب ملاقات ہوتی ہے؟ ولی سلمہ، مونگیر ہی میں ہیں، اس وقت میرے کمرے میں موجود ہے۔ سلام مسنون کہتا ہے۔ آپ کی سفارش کردہ کچھ درخواستیں آئی تھیں۔ میں نے وظیفہ منظور کر لیا ہے۔ ان شاء اللہ ملے گا۔ اس وقت عجلت میں ہوں۔ سبھوں سے سلام مسنون کہہ دیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

---

[1] علامہ ابراہیم بلیاوی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کی وفات

[2] نائب امیر شریعت مولانا عبدالصمد رحمانی

(۲۸)

۱۸ر جون ۶۹ء ۲۱ ربیع الاول ۸۹ھ

مکرم بندہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ موصول ہوا۔ براہ کرم رسالہ جلد بھیج دیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ میں دیکھ لینے کے بعد پھر اسے آپ کے پاس واپس کردوں کہ آپ ہی اسے چھپوا بھی دیں۔ وہاں تو آفسیٹ پر کتابت میں چھپے گا۔ اگر وقت نہ ہو تو آفسیٹ پر بیس ہزار کی طباعت کا تخمینہ بھیجیں۔ کتابت کاغذ وغیرہ کے ساتھ مشکور رہوں گا۔ میں نے عبدالسلام صاحب لکھنوی کو لکھا ہے کہ اگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ کی اصل موجود ہو تو اس کی نقل بھیج دیں۔ اور پھر جب مولانا عبدالشکور صاحب اپنی کتاب میں جب ان دونوں فتووں کا تذکرہ کرچکے تو پھر ہمارے لئے اس کا حوالہ دینا اور اس سے استدلال کرنا صحیح ہے۔ میں نے فہرست دیکھی۔ اس جلد میں عُشر کے مسائل آگئے ہیں انشاءاللہ پورا پڑھوں گا۔ اور استفادہ کروں گا۔ جناب کے دونوں تحائف سنیہ یعنی فتاویٰ جلد ششم اور کتاب الفسخ والتفریق کے لئے مشکور ہوں۔ کیا عرض کروں کہ بیکار کاموں میں اتنا وقت صرف ہوتا ہے کہ ضروری امور کے لئے وقت نہیں ملتا۔ دعا فرمایئے۔ جی ہاں مجھے خیال آتا ہے کہ اس سے پہلے میں نے کوئی علمی بات آپ سے تلاش کرنے کو لکھا تھا۔ شاید آپ کو وہ خط نہیں ملا۔ میں سوچوں گا، اگر ذہن میں بات آئی تو پھر لکھوں گا۔ الحمدللہ بعافیت ہوں۔ حماد سے دعا کہہ دیں۔ مولانا بہاری صاحب کو گریڈ مل جانے کی مبارکباد دیں۔ آپ کے کمرہ کا کیا ہوا؟ مطلع کریں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۲۹)

۲۸ر رمضان ۸۷ھ ۶۷ء

مکرم بندہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ موصول ہوا۔ الحمدللہ کہ آپ وطن تشریف لے آئے۔ خدا کرے طبیعت بحال ہے۔ ولی سلّمہٗ ایک ماہ کے لئے دہلی گیا ہے۔ کل مہتمم صاحب کا خط آیا کہ شوریٰ کی تاریخ ۲۲، ۲۳ر مئی ہے۔ میں شریک ہونے کی سعی کروں گا۔

آپ نے مفتی یحیٰی صاحب کے متعلق لکھا ہے۔ وہ اگر تشریف لائیں تو سر آنکھوں پر۔ ہمیں رکھنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ صرف یہ کہ دو ایک باتیں دوبارہ بحالی کے وقت تحریراً صاف کرلی جائیں گی۔

مولانا داؤد صاحب نے ان کے بارے میں جو اندازہ کیا ہے اس سے مجھ کو اتفاق نہیں گرچہ وہ ان کے چچا ہیں لیکن میں مفتی صاحب سے زیادہ واقف ہوں۔ وہ بارہ سال میرے ساتھ رہے ہیں۔ اور کس طرح رہے ہیں؟ اسے بھی میں ہی جانتا ہوں۔ بہرحال اگر مفتی صاحب آئیں تو وہ دوبارہ اپنی جگہ پر رہ سکتے ہیں۔ مجھے اس کا اعتراف ہے کہ وہ اچھے مفتی ہیں اور مجھے یہ بھی کہہ دینا چاہیئے کہ میں نے ان پر کافی محنت کی ہے اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مفتی صاحب میری بارہ سال کی کمائی لے کر گئے ہیں۔ اگر مولانا داؤد صاحب ان کو لاسکیں تو سبحان اللہ۔

مفتی یحیٰی صاحب پرسوں آئے تھے وہ حاجی غلام رسول ہدیٰ والے کے مدرسہ ندائے اسلام کلکتہ میں ملازم ہوگئے ہیں۔ تنخواہ دو سو روپے ماہوار خشک ہے۔ دو طلبہ ہدایۃ النحو، نورالایضاح، مرقاۃ کے پڑھنے والے ہیں۔ ایک طالب علم انہی کتابوں میں مفتی صاحب کے جانے کے بعد داخل ہوا ہے۔ حاجی غلام رسول اگر مجھ سے مشورہ لیں تو میں ان سے کہوں گا کہ مفتی صاحب سے افتاء کا کام لیں۔ کلکتہ میں اس کی سخت ضرورت ہے۔ کوئی صحیح فتویٰ دینے والا نہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود اگر مفتی صاحب دوبارہ اپنی سابق جگہ پر آنا چاہیں تو میں ان کو لبیک کہوں گا۔ الحمدللہ بعافیت ہوں اور آپ کے لئے دعاگو۔

والسلام
حنیت اللہ

(۳۰)

۶۸/۱/۷

مکرم و محترم مولانا زاد لطفہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ،

خدا کرے مزاج بعافیت ہوں۔

آپ کے خطوط کا جواب دے چکا ہوں اور یقین ہے کہ چھ سو روپے بسلسلۂ طباعت "مسئلہ امارت" آپ کو موصول ہو چکے ہوں گے[1]۔

یہ عریضہ اس واسطے لکھ رہا ہوں کہ مولوی عبد الحق پیشکار سے بطور خود آخری طور پر معلوم کر کے مطلع کریں کہ ۲۹ اکتوبر ۶۸ء سے شوریٰ ہے یا نہیں مجھے اس پر کوئی اصرار نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ مدرسہ اور مختلف انتظامی سہولتیں اور زیادہ حضرات کو جس میں آسانی ہو وہی تاریخ ہونی چاہیئے مجھے اگر موقع ہوگا آؤں گا ورنہ غالب خستہ ور کے بغیر کون سا کام بند ہے۔

۲۸ سے ۵ نومبر تک تاریخیں جو میں نے دیوبند اور بجنور کے لئے خالی رکھی تھی اس پر بڑا حملہ ہو رہا ہے میں نے لوگوں سے کہا ہے ۱۶ اکتوبر کو میں آخری جواب دوں گا اس لئے براہ کرم مجھے بواپسی ڈاک مطلع فرمائیں کہ ۲۹ اکتوبر سے شوریٰ شروع ہوتی ہے یا نہیں۔ اور یہ بطور خود معلوم کریں میرا تذکرہ نہ آنے پائے۔

مولوی ابو اختر صاحب نے جو فتنہ کھڑا کیا اس کا حال تو آپ کو معلوم ہی ہے اس سلسلے میں شہر کے سنجیدہ اور سمجھدار طبقے کی طرف سے جامعہ کے تمام مدرسین کی جانب سے اور اس عاجز کی طرف سے جو بیانات نکلے ہیں ہر ایک کی پانچ، پانچ کاپی آپ کے پاس جا رہی ہے۔ اگر آپ ضرورت محسوس کریں تو ایک سجاد لائبریری، ایک مدنی لائبریری اور ایک مولانا فخر الحسن صاحب کو دے دیں۔

والسلام

منت اللہ

---

[1] "ہندوستان اور مسئلہ امارت" نامی کتاب دوبارہ طبع ہوئی، جس کے مصنف حضرت مولانا عبد الصمد رحمانی ہیں۔ ظفیر

(۳۱)

۲۶ جنوری ۶۹ء

مکرم مولانا ! زاد لطفہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابھی ابھی محبت نامہ نظر سے گذرا۔ جس سے بہت سی باتیں معلوم ہوگئیں۔ جزاکم اللہ۔ کتب خانہ کی تقسیم تو نہ صرف انتظامی نقطۂ نگاہ سے بلکہ علمی نقطۂ نگاہ سے بھی ضروری ہے اور میرے خیال میں کتب خانہ کی اہمیت کے لئے بھی تقسیم ضروری ہے۔ اس پر چراغ پا ہوں تو دارالعلوم کی دشمنی ہے۔ آپ خدا پر بھروسہ رکھیں کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ میں کل واپس آیا ہوں، اور ۲۸ کی شام کو پھر باہر جا رہا ہوں۔ واپسی ۱۶ فروری کو ہوگی۔ دعا فرماتے رہیں۔ ولی سلام کہتا ہے۔

خدا کرے مزاج بخیر ہو والسلام

منت اللہ رحمانی

(۳۲)

۱۶ فروری ۶۹ء

مکرم مولانا ظفیر الدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ اور پانچ نسخے "مسئلہ امارت"ؔ کے موصول ہوئے۔ ٹائٹل فوراً چھپوالیں۔ اور بقیہ کتابوں پر ٹائٹل لگوا کر بھیجیں۔ جہاں تک غلطیوں اور اس کی تصحیح کا سوال ہے اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک واقعہ سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیئے۔ لکھا ہے کہ امام نے اپنی ایک تصنیف پر بارہا نظر ڈالی اور ہر دفعہ غلطیاں نکلیں۔ جب ستائیسویں بار دیکھ رہے تھے۔ اور پھر بھی غلطیاں نظر آئیں تو کتاب بند کردی اور فرمایا کہ خدا انکار کرتا ہے کہ اس کی کتاب کے سوا کوئی اور کتاب غلطیوں سے پاک ہو۔ مسودہ دکھایا گیا۔ کاپی پڑھی گئی۔ کاپیوں کی تصحیح ہوئی اب پھر بھی غلطیاں ہوئیں تو اسے خدا کا انکار ہی سمجھئے، حضرت الاستاذ

علہ "ہندوستان اور مسئلۂ امارت" کے نام سے نائب امیر شریعت مولانا عبدالصمد رحمانی کی تصنیف کردہ کتاب ہے اس کا دوسرا ایڈیشن خاکسار کے اہتمام میں دیوبند میں چھپوایا گیا۔

تشریف فرما ہیں۔ اور ان کے سامنے یہ خط لکھوا رہا ہوں۔ اگر پھر بھی انہوں نے غلط نامہ مرتب فرمایا تو ٹائٹل ادھیڑ کر اسے چھپایا جائے گا۔ یہلا گرامی نامہ محمد عرفان کی درخواست کے ساتھ ملا۔ آپ نے عرفان کے وظیفہ کے اجراء کے لئے جو دلائل پیش فرمائے ہیں۔ مجھے ان سے اتفاق نہیں ہے۔ اس قسم کے حوادث تو بطور دلیل کے اوروں کے ساتھ بھی پیش آتے رہتے ہیں۔ لیکن چونکہ آپ کی سفارش اصرار کے ساتھ ہے اس لئے عرفان کے وظیفہ کے اجراء کا حکم آج لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ الحمدللہ کتب خانہ کی تقسیم سے متعلق میری رائے آپ لوگوں کو پسند آئی۔ اب دیوبند آنا ہوا تو انشاءاللہ کتب خانہ ہی میں بیٹھ کر تقسیم کا نقشہ مکمل ہوگا۔ درسی کتب کی تقسیم اور پھر ان کی واپسی یہ تو ایک قسم کا کاروبار اور ضابطہ کی چیز ہے۔ جو پچاس سال پہلے ہوا تھا وہی آج ہوگا۔ یعنی ایک کٹھن قسم کا کام ہے جس میں ضرورت نہ عقل کی ہے اور نہ علم کی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ اب بھی پرانے زمانے کے تیلی بیل کے ذریعہ تیل نکالتے ہیں۔ ایک تو بیل اور پھر اس کی آنکھوں پر پٹیاں، دل تو پہلے سے کور تھا، پٹیاں باندھ کر آنکھیں بھی اندھی کردیں یعنی اسے بے جان بنانے کی سعی کی گئی تاکہ اس سے مشین جیسا کام لیا جاسکے۔ لیکن تیل نکلتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بیل اپنے مدار پر ہر دم متحرک اور رواں ہے۔ لہٰذا ایسے شعبہ میں پڑھے لکھے آدمی کا رہنا کسی طرح مناسب نہیں۔ ہاں کتب خانہ کا وہ حصہ جو مطالعہ کے لئے ہے جس میں مخطوطات اور نایاب کتابیں بھی ہیں ان کی ترتیب اور ان کی دیکھ بھال علم اور ذوق دونوں چاہتی ہے۔ اس لئے کتب خانہ کی تقسیم بہرحال ہونی چاہیئے اور اگر آپ کتب خانہ میں ہیں تو آپ کو مطالعہ ہی والے حصہ کا انچارج ہونا چاہیئے۔ نیابت اہتمام کے لئے امیدواروں کے نام اب معلوم ہوئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا معراج الحق صاحب کے تقرر نے نیابت اہتمام کے منصب کو کچھ ہلکا کر دیا ہے۔ جب تو بہ وشما سب ہی نیابت کے لئے درخواست لئے کھڑے ہیں، تعجب ہے کہ اس سال مطالعہ علوم[1] قرآنی میں

---

[1] یہ درجہ ہونہار طلبہ کے مطالعہ اور مقالہ نویسی کے لئے قائم ہوا تھا۔ حضرت مولانا معراج الحق نائب مہتمم نے اسے بند کروادیا، جس زمانہ میں ان کے اختیارات بہت تھے اور جیسا وہ چاہتے تھے حضرت مہتمم صاحب سے کرا لیتے تھے۔ اس درجہ میں داخلہ ہوا مولانا محمد رضوان مہتمم دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد؛ مولانا شاہین جمالی صدر مدرس مدرسہ امدادالاسلامیہ میرٹھ؛ مولانا محمد ولی رحمانی سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر، مولانا مزمل حسین شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور؛ مولانا ریاست اللہ شیر کوٹی؛ مولانا تشکیل احمد وغیرہم۔

داخلہ نہیں ہوا۔ واقعۃً یہ حضرات اس درجہ کو رکھنا نہیں چاہتے ہیں۔ میں حضرت مہتمم صاحب سے لکھ کر پوچھتا ہوں۔ خدا کرے آپ بعافیت ہوں۔

والسلام

منت اللہ رحمانی

(۳۳)

۱۴ مئی ۱۹۶۹ء

مکرم مولانا! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کا خط ملا۔ آپ کا جو خط ولی سلمہٗ کے نام تھا وہ بھی دیکھا۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ۱۸ مئی کا دن گذار کر شب کو ۱۱½ بجے کی گاڑی سے دیوبند پہونچوں گا۔ جو خط آپ نے ولی سلمہٗ کے نام لکھا ہے وہ میں نے اپنے پاس رکھ لیا ہے تاکہ اس میں مندرج معلومات سے عاملہ میں فائدہ اٹھا سکوں، میں دیوبند تار دے چکا ہوں کہ ۱۸ کو پہونچتا ہوں۔ ۲۱ کو عاملہ رکھیں۔ مقصد یہ تھا کہ ۱۹، ۲۰ کو جائزہ کمیٹی ہو جائے تاکہ ۲۱ کو عاملہ میں شریک ہوسکوں۔ آج حضرت مہتمم صاحب کا دہلی سے خط آیا ہے کہ ۲۰ کو عاملہ رکھی گئی ہے۔ اس میں تمہیں ضرور شریک ہونا ہے۔ بہرحال عاملہ ۲۰ کو یا ۲۱ کو ہو یہ عاجز بھی شریک ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ مہتمم صاحب کے اس خط کے آنے سے پہلے میں نے جو انھیں خط لکھا ہے۔ اس کی نقل آپ کے مطالعہ اور علم کے لئے منسلک کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ ۱۹، ۲۰، ۲۱، تین دن تو ضرور رہوں گا تفصیلی ملاقاتیں ضرور ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ موانع کو دور فرمائے اور بخیر و خوبی دیوبند پہونچائے۔

والسلام

منت اللہ رحمانی

(۳۴)

یکم اگست ۶۹ء

مکرم و محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابھی ابھی محبت نامہ ملا۔ الحمد للہ کل سے بخار نہیں ہے۔ دارالعلوم کے حالات کی تفصیلات کا شدید انتظار ہے۔ آپ نے بھی خط گویا متن ہی کے انداز میں لکھا ہے۔ اب تو دورہ شروع ہو چکا ہوگا۔ افتا ر کھل چکا ہوگا۔ طلبہ اندر جا چکے ہوں گے[1] یہاں دارالعلوم کے بند کرنے کے خلاف تحریک چل پڑی ہے اس گروپ کو ماہ ڈیڑھ کے لئے ایک اچھا مواد مل گیا ہے۔ اخبار، صداقت اور پیغام وغیرہ موجود ہی ہے۔ ایک مراسلہ میں تو باضابطہ میرا نام لے کر مجھے ان ساری باتوں کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ ولی آج ہی صبح کو آنکھ دکھانے پٹنہ گیا ہوا ہے۔ جلد ہی آجائے گا۔ میں بھی کل صبح پٹنہ جانے کی کوشش کروں گا۔ ۳ر اگست کو اگزامنیشن بورڈ کی میٹنگ ہے۔ دعا فرماتے رہیں۔ سبھوں سے سلام مسنون کہہ دیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۳۵)

۶۹/۸/۲ء بوقت ۸ ½ بجے شب

مکرم مولانا ظفیر الدین صاحب! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج ۲ر اگست ۶۹ء کو آپ کا خط ملا۔ اتفاق سے وہ الجمعیۃ میرے یہاں نہیں آیا۔ ابھی پھلواری ٹیلی فون کیا ہے کہ وہ الجمعیۃ کے نیوز ایڈیٹر کو ٹیلی فون کر کے تردید کریں۔ مولوی شفیق صاحب ــــــــــــــــ کا تردیدی بیان بھی جا رہا ہے۔ ۹ر جمادی الاولیٰ کو جمعیۃ علماء بھاگلپور کے ناظم مولوی غلام حسین صاحب نے مولانا اکرام علی صاحب سے یہ کہا تھا کہ یہاں کے سیاست دانوں کا خیال ہے کہ منت اللہ رحمانی نے دارالعلوم دیوبند کو بند کرا کے

---

[1] لڑکوں نے دارالعلوم پر قبضہ کر لیا تھا۔ دس دنوں ان کا قبضہ رہا۔ سارے مدرسین اور عملہ باہر رہے اس بنا پر انخلاء کی کارروائی عمل میں آئی تھی پھر دو ہفتہ بعد دارالعلوم دیوبند کھول دیا گیا تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت امیر کو مخالفین نے بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کی

جامعہ کو چمکانا چاہا ہے۔ ابھی ابھی یہ خبر ملی کہ کھگڑیا، مانڈر جہاں اس گروپ کے خاص خاص لوگ موجود ہیں۔ وہاں یہ خبر زوروں میں گشت کر رہی ہے کہ دیوبند کے مخرج طلبہ کا داخلہ جامعہ رحمانی میں ہو رہا ہے۔ افریقی طلبہ کی طرف سے ایک خط آیا اس سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے وہ خط اور اس کے جواب کی نقل منسلک ہے۔ آپ اس کی تحقیق کریں کہ یہ خط اصلی ہے یا فرضی ـــــ؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ فرقہ فرقہ باطنیہ سے بھی دو قدم آگے ہے۔ آپ نے خط میں کچھ یہ نہیں لکھا کہ دارالافتاء کھلا یا نہیں؟ بچے اندر داخل ہوئے یا نہیں۔ اندر سے پولیس ہٹ گئی یا نہیں؟ مہتمم صاحب کو بھی میں نے عریضہ لکھا تھا کہ شوریٰ کے بیان کی کاپیاں بھیج دیں وہ بھی اب تک نہیں آیا۔ بلال سے دعا کہہ دیں۔ آپ یہ خط مہتمم صاحب کو بھی سنا دیں۔

والسلام منت اللہ رحمانی

(۳۶)

۱۶؍ اگست ۶۹ء

مکرم مولانا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا خط مورخہ ۲۷؍ ۵؍ ۸۹ھ کو ملا۔ جس سے معلوم ہوا کہ میرے خطوط بھی آپ کو ملتے جا رہے ہیں۔ اب تو انٹرویو آپ لوگوں تک پہونچ چکا ہوگا۔ نقیب کی ۱۵ کاپیاں اور صدائے عام کی ۲۵ کاپیاں آپ کو ملی ہوں گی۔ یہ انٹرویو ساتھی اور سنگم میں بھی شائع ہوا ہے۔ اگر آپ ضرورت محسوس کریں تو دو ایک کاپیاں بھیجی جا سکتی ہیں۔ انٹرویو آجانے کے بعد مولانا فخر الدین صاحب کا بیان بھی تو آجائے گا۔ الحمد للہ اب اچھا ہوں۔ کچھ کمزوری باقی ہے۔ دعا فرماتے رہیں۔ اسٹرائکی طلبہ نے جو اشتہار شائع کیا وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اور معلوم ہوا کہ قومی آواز نے طاہر حسین گیاوی کا بیان اور کچھ مراسلات میرے خلاف شائع کئے تھے وہ بھی میرے پاس نہیں ہے کیا ان کے ملنے کی کوئی سبیل ہو سکتی ہے؟ ابھی ہم نے جامعہ میں ایک مدرس کی بحالی کی ہے۔ یہ چمپارن کے رہنے والے مولوی محمد مصطفےٰ صاحب ہیں۔

---

[1] جامعہ رحمانی

[2] ۶۹ء میں طلبہ دارالعلوم دیوبند نے پہلے اسٹرائک کی پھر دارالعلوم پر قابض ہو گئے مجبوراً شوریٰ نے انخلا کرایا۔ ظفیر

یہ مفتاح العلوم مئو کے فارغ غالبًا تیسرے سال انہوں نے شمس الہدیٰ کے عالم کا امتحان دیا۔ جوابات عربی میں لکھے اور ایسے لکھے کہ ممتحن کو یقین ہوا کہ کتابیں سامنے کھول کر جواب دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں شروح وحواشی کی بھی پوری پوری باتیں نقل تھیں۔ ممتحن نے ڈپٹی ڈائرکٹر کو لکھا۔ ڈیڑھ ماہ کے بعد ڈپٹی ڈائرکٹر نے مولوی مصطفےٰ کو پٹنہ بلایا اور اپنے کمرے میں اپنے سامنے بٹھلا کر پھر سوالات کا پرچہ حوالہ کیا کہ جوابات لکھئے۔ انہوں نے جوابات لکھے، اور بعینہ ویسے ہی لکھے، ڈپٹی ڈائرکٹر بھی محو حیرت تھا۔ وہ عربی میں ایم، اے ہیں اور عربی سمجھتے ہیں تو انہوں نے ممتحن کو لکھا کہ آپ چوری سے قطع نظر کرتے ہوئے جو کاپی ہے نمبر دیجئے۔ بہرحال اس وقت شرح وقایہ اور جلالین بیسویں پارے وغیرہ ان کے حوالے ہیں۔ پڑھا رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ بہار کے ایک مدرس امروہے کے کسی مدرسے میں ہیں۔ وہ مسلم شریف وغیرہ پڑھا رہے ہیں۔ اچھی استعداد ہے۔ کیا آپ معلومات فراہم کر سکتے ہیں۔ ہمیں بہرحال ایک اونچے مدرس کی ضرورت ہے۔ میں دو دفعہ دیوبند گیا اور آپ سے کہنا بھول گیا۔ ہمت کر کے ڈھونڈیئے۔ سبھوں سے سلام کہہ دیں۔ اس وقت مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا فضل الرحمٰن قاسمی، حافظ محمد رضی، مولانا صدر عالم، مولانا عبدالستار صاحب، مولوی حافظ ظہور الحق صاحب، مولوی فضل الرحمٰن صاحب رحمانی، ماسٹر جمیل احمد اور مولوی طفیل احمد صاحب اور مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی موجود ہیں۔ آپ کو سلام کہتے ہیں۔ دلی بھی اچھا ہے اس وقت کسی اور طرف ہوگا۔

والسلام

منت اللہ رحمانی

(۳۷)

۶ر فروری ۶۷ء

مکرم مولانا   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خط ملا۔ میں بادشاہ خاں کنونشن میں دلی آیا تھا۔ اتفاقاً مولانا محمد طیب صاحب سے بھی ملاقات ہوگئی۔ انھوں نے بھی فرمایا کہ بہار کی تاریخیں مارچ کے آخر ہفتہ میں رکھی جائیں یا اپریل کے پہلے ہفتہ میں۔ انھوں نے فرمایا کہ بھوپال سے واپسی کے بعد تعیینی تاریخوں کے متعلق تحریر کروں گا۔ یہ کتابوں کا بٹوارہ بھی کیا ہند و پاک کی تقسیم ہوگئی کہ سردار پٹیل اور آنجہانی نہرو چاہتے ہیں لیکن گاندھی جی نہیں چاہتے ہیں۔ مگر دنیا جانتی ہے کہ گاندھی جی کے ہزار نہ چاہنے پر ہند کا بٹوارہ ہو ہی گیا۔ یہی حال کتب خانہ کا ہوگا۔ ۸ر فروری کی صبح کو آسام کے دورہ پر جا رہا ہوں ان شاء اللہ ۱۵ر کو واپسی ہوگی۔ مولانا علی احمد صاحب سے معلوم ہوا کہ مولانا سالم صاحب سلمہ اللہ سنتھال پرگنہ آرہے ہیں۔ وہ شاید کبھی مونگیر نہیں آئے ہیں۔ شاید ولی یا اور کوئی صاحب انھیں مونگیر آنے کے لئے لکھیں تو دعائے خیر کے بعد فرمادیں کہ انھیں آنا چاہیئے۔ مولانا محمد حسین صاحب بہاری اور مولانا فخرالحسن صاحب اور دیگر حضرات سے سلام مسنون کہہ دیں۔ مولانا فخرالحسن صاحب سے کہہ دیں کہ چار پانچ دنوں پورنیہ کے گاؤں میں بیکار پڑے رہے وہ اچھا ہوا لیکن مونگیر نہ آیا گیا جب بھی وہ علاقہ محروسہ میں بغیر اذن کے داخل ہوں گے یہی حال ہوگا۔   والسلام

منت اللہ رحمانی

(۳۸)

۱۶ فروری ۷۰ء

مکرم بندہ مولانا ظفیر الدین صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں آج صبح آسام اور دیناج پور کے دورے سے واپس آیا ہوں اور آج ہی ڈاک سے آپ کا پوسٹ کارڈ ملا۔ بہت سا کام ابھی سامنے ہے اور کل عید ہے اس لئے عجلت میں ہوں اور نمبر وار خط لکھ رہا ہوں۔

۱۔ اب میرا حال ایسا نہیں ہے کہ کسی کا پروگرام بنا سکوں اور اس کو چلا سکوں۔ خود بہت زیادہ مشغول ہوں۔ دلی میں حضرت مہتمم صاحب سے دو باتیں کہی تھیں۔ ایک تو یہ کہ دیہاتوں کا سفر آپ نہ کریں۔ دوسری یہ کہ اگر بہار کا سفر ہو تو جمشید پور، رانچی، دربھنگہ کو بھی پروگرام میں شامل کریں یہ گویا میری سفارش تھی۔ اس کا یہ مطلب کہ میں پروگرام بناؤں اور اس کو چلاؤں یہ میرے بس کا روگ نہیں ہے وہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں کہ کون سا دیہی علاقہ ہے اور کون سا شہری علاقہ ہے۔ مہتمم صاحب نے بعض لوگوں کو بھی لکھ دیا ہے کہ وہ میرے پروگرام کے سلسلے میں منت اللہ سے رجوع کریں۔ آپ خوبصورتی کے ساتھ مہتمم صاحب پر یہ بات واضح فرمادیں۔

۲۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے مولانا سالم صاحب کو کیا پیغام پہنچانے کو کہا تھا؟ یاد آ گیا دلی ان کو مونگیر آنے کے لئے خط لکھ چکا ہے۔ وظیفے کے سلسلے میں جو درخواستیں تصدیق کے لئے ناظم صاحب آپ کے پاس بھیج رہے ہیں انھیں واپس کر دیجئے اور لکھ دیجئے کہ درخواست دینے والوں کو لکھئے کہ مجھ سے تصدیق کرا کے بھیجیں۔ میں بھی ان کو لکھ رہا ہوں۔ اس دفعہ میں نے دفتر کو ہدایت کی ہے کہ دیوبند کے تعلیمی وظیفے تو اہتمام میں بھیج دیئے جاویں اور لکھ دیا جائے کہ وظیفہ یاب طلبہ کی فہرست رقم کی تعیین کے ساتھ مولانا ظفیر الدین صاحب کے پاس بھیجی جا رہی ہے۔ محاسبی سے مولانا موصوف ہر ماہ روپے لے کر طلبہ کو دیا کریں گے۔ یعنی اب وظیفے کی تقسیم آپ کے ہاتھ سے ہوگی۔ اور آپ بھی ذرا تصدیق میں احتیاط برتیں تحقیق کو دخل دیا کریں۔ الحمد للہ میں اچھا ہوں۔ وصی اور ولی دونوں موجود ہیں اور سلام کہتے ہیں۔ والسلام منت اللہ

(۳۹)

۲۴ر فروری ۱۹۷۱ء

مکرم مولانا ظفیرالدین صاحب خدا کرے آپ بعافیت ہوں۔

تاریخ امارت مرتب ہو گئی ہوگی اسے آپ فوراً رجسٹری سے میرے نام بھیج دیں تاکہ ہم لوگ اسے دیکھ لیں۔ اور پھر شوریٰ کے موقع پر اسے طباعت کے لئے لیتے آویں خط کے اس طرف کا حصہ پھاڑ کر مولانا فخرالحسن صاحب کے حوالہ کر دیں۔ شوریٰ غالباً ۲۵ر محرم کے درمیان ہو۔ میں نے یہ تاریخیں شرکت ہی کے خیال سے خالی رکھی ہیں۔ کچھ خاص حالات ہوں تو مطلع کیجئے۔ مولانا بہاری صاحب سے سلام مسنون۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۴۰)

۱۹ر اگست ۱۹۷۱ء

مکرم بندہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خط ملا۔ آپ نے اس مصیبت کے وقت میں یاد فرمایا۔ حق تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آمین۔ شہر سے تو پانی نکل چکا۔ خانقاہ کے مغربی حصہ سے دس پندرہ فٹ کے فاصلہ پر پانی آچکا تھا۔ شہر کے کنارے کنارے بہت سے مکانات بھی گرے۔ ۷ر اگست سے پانی کم ہونا شروع ہوا۔ ۹ر اگست کی صبح تک ڈیڑھ گز پانی کم ہو گیا۔ جب گھر سے اسٹیشن جانے کی راہ کھلی تو میں ۹ر کو دلی کے لئے روانہ ہوا۔ کل واپس آیا ہوں۔ پانی پھر بڑھ رہا ہے۔ اس دفعہ کا سیلاب میرے خیال میں حق تعالیٰ کا قہر و عذاب بن کر آیا ہے۔ خدا ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور اپنی رحمت نازل کرے آمین۔ جو مصائب سامنے آ رہے ہیں شاید عام طور پر اس کا تحمل انسانی طاقت سے باہر ہو۔ چھ ضلعوں میں مکئی کی فصل نوے فیصد برباد ہو گئی۔ یہ خیال رہے کہ ربیع کی فصل گیہوں اور چنا وغیرہ پہلے ہی خراب ہو چکی تھی، چونکہ یہاں اپریل ہی سے بارش ہو رہی تھی۔ بھدری فصل بھی کاٹنے کو نہ مل سکی۔ دھان باڑگ یا روپ جو کچھ لوگوں نے اس سیلاب سے پہلے کیا تھا وہ سب سیلاب کی نذر ہو گیا۔ تھوڑی بہت زمین جہاں سیلاب کا پانی نکل جانے

کے بعد لگایا جارہا ہے، اگر دوبارہ سیلاب نہ آیا تو اس میں دھان ہو سکے گا۔ یعنی بہار کے بڑے حصہ میں تینوں فصلیں برباد، بس اللہ ہی رحم فرمائے۔ آمین

آمد و خرچ کے تواعداد و شمار میں آپ کو دے کر آیا تھا۔ کچھ اور اعداد و شمار تیار ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہفتہ میں آپ کے پاس پہونچ جائیں گے۔ میں نے اس دفعہ پھر مولانا نظام الدین صاحب کو تاکید کی ہے، اور مولانا مجاہد صاحب کو بھی اچھا ہے۔ فہرست بھیج دیجئے۔ اور پھر رمضان میں ہفتہ عشرہ کے لئے تشریف لاکر نقیب کا پورا فائل دیکھئے۔ ایک رسالہ فسادات اور امارت شرعیہ بھیج رہا ہوں اس کی بس ایک ہی کاپی ہے استفادہ کے بعد واپس کرنا ہوگا۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۱۴)

مکرم مولانا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مولانا انوار الحق صاحب نے پہلے مجھ کو ہی تبادلہ کے لئے کہا تھا۔ میں نے ان سے وجہ پوچھی تو صحت کا عذر کیا۔ پھر انہوں نے مجھ کو خط لکھنا ہی چھوڑ دیا۔ بہرحال خیال رکھوں گا۔ فوراً تو کوئی جگہ سامنے نہیں ہے۔ حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب سنبھلی اس سال سے جامعہ میں ہیں۔ اور بخاری، ترمذی پڑھا رہے ہیں۔ چھ طلبہ دورہ حدیث میں ہیں۔ دلی سلسلہ کا کام کب ختم ہوگا۔ الحمد للہ یہاں سب اچھے ہیں۔ مدرسین جامعہ خصوصاً مولانا عارف صاحب سلام کہتے ہیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۴۲)

۱۵ رمضان المبارک ۹۱ھ / ۷۱ء

محترم مولانا ظفیر الدین صاحب   سلام مسنون

جناب کا خط ملا، اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں[1] کو بالکل اچھا کر دے، اور تکلیفوں کو دور فرما دے۔ آمین۔ لکھنے پڑھنے والوں کے لئے تو ہاتھ ویسے ہی ہیں جیسے سپاہی کے لئے تلوار۔ مجھے خدا کے فضل سے پوری امید ہے کہ وہ آپ کو شفا دے گا ــــ آپ عید کے بعد تشریف لائیں سبحان اللہ! اس عاجز کے ساتھ صورت حال یہ ہے کہ ۴ شوال کی صبح کو تریانواں جاؤں گا۔ ۵ کو مبارک پور، ۶ کو سمری بختیار پور، ۷ کی صبح کو جلکوڑہ اور دوپہر تک کھگڑیا واپس ہو کر شام تک مونگیر ۸ سے ۱۱ شوال تک مونگیر رہوں گا۔ انشاء اللہ کل حضرت مہتمم صاحب کا خط آیا ہے کہ ۱۶، ۱۷، ۱۸ شوال عاملہ ہے۔ تم ضرور شریک ہو اس لئے ۱۲ شوال کو مونگیر سے دیوبند روانہ ہو جاؤں گا۔ دیوبند کے بعد کم از کم تین دن دہلی رہوں گا۔ اور دیوبند جاتے ہوئے یا دلی سے لوٹ کر دو دن لکھنؤ ٹھہروں گا۔ مولانا عبد السلام صاحب فاروقی کا شدید تقاضہ ہے کہ وہ دار المبلغین کا جلسہ کر رہے ہیں اور تاریخ میری ہی صوابدید پر رکھی ہے ــــ

دلی اچھا ہے وہ کل اعظم گڑھ لکھنؤ وغیرہ جا رہا ہے۔ ایک ہفتہ میں واپس ہو گا۔ میں کوشش کروں گا وہ ذی قعدہ میں دس بارہ روز کے لئے دیوبند لکھنؤ وغیرہ جائے گا اور ضرور ہی جانا چاہئے۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

---

[1] میرے ہاتھوں میں اکزیما کی تکلیف ہو گئی تھی۔ الحمد للہ وہ مرض ایک دیسی دوا سے جاتا رہا۔ جو مولانا جمیل احمد مرحوم نے بنوا کر اپنے مدرسہ بسوریا ضلع چمپارن سے بھیجی تھی۔

(۴۳)

۱۰ رمئی ۷۱ء

مکرم و محترم مولانا ظفیرالدین صاحب سلام مسنون

خدا کرے آپ بعافیت ہوں۔ آج صبح چمپارن اور مظفرپور کے دورہ سے واپس آیا ہوں۔ چمپارن میں کئی مدرسوں کے معائنہ رجسٹر پر آپ کی تحریر دیکھی۔ آپ نے اپنے دورہ کو صرف چمپارن ہی تک کیوں محدود رکھا۔ ۱۵ رمئی کو مجلس تحقیقات شرعیہ کا اجلاس ہے۔ مولانا ابوالحسن علی صاحب نے لکھا ہے کہ میں ضرور شرکت کروں۔ انشاءاللہ تعالیٰ ۱۵ر مئی کی صبح کو پٹھان کوٹ ایکسپریس سے لکھنؤ پہنچوں گا۔ اب آپ سے عرض ہے کہ آپ بھی مجلس میں ضرور تشریف لائیں اور تاریخ امارت جو یقیناً مرتب ہو گئی ہوگی اپنے ساتھ لائیں ــــ فتاویٰ دارالعلوم جلد ہفتم جس کی ایک جلد آپ نے میرے حوالہ کی میں نے دو جلدوں کے واسطے آپ سے کہا تھا ایک جلد اپنے ساتھ لکھنؤ لیتے آئیں۔ مولانا بہاری صاحب اور فخرالحسن صاحب وغیرہ سے سلام مسنون کہہ دیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۴۴)

۳/۹/۷۱ء

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خط ملا۔ فسادات والا رسالہ محفوظ رکھیں مجھ کو واپس کر دیجئے گا۔ نظارت امور شرعیہ والا مسودہ میں تلاش کرا رہا ہوں۔ دفتر میں کچھ کام کیا گیا ہے انشاءاللہ وہ جائے گا۔ شوریٰ کی تاریخیں تو مقرر ہوئی تھیں پھر التواء کا تار آ گیا۔ کیا آپ کا قصد ہے کہ رمضان میں دو چار روز رہ کر نقیب کے فائل سے استفادہ کریں؟ سیلاب کی تباہ کاریوں کو نہ پوچھئے ہمارے تہہ خانہ میں بھی چالیس انچ پانی ہے بس دعا کیجئے۔

دلی کی طبیعت اب اچھی ہے اور امتحان بھی جاری ہے۔ وہ رسالہ جو مولوی شفیق صاحب دے آئے تھے "ذکر و شغل اور نسبت" اب تک کتابت ہو کر دفتر امارت شرعیہ

نہیں پہنچا۔ آپ کی نگرانی میں کام کے اندر اتنی دیر؟[1]

سبھوں سے سلام مسنون کہہ دیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۴۵)

۱۴ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ ۲ فروری ۱۹۷۲ء

مکرم مولانا ظفیرالدین صاحب سلام مسنون

خدا کرے مزاج بخیر ہو۔

براہ کرم حسب ذیل حضرات کے سنین وفات سے جلد مطلع کریں۔ آپ کی تصنیف تاریخ امارت ہی میں ضرورت ہے۔ حضرت میاں اصغر حسین صاحبؒ، حضرت مولانا رسول خاں صاحبؒ حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ اور اس سے بھی مطلع فرمائیں کہ حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب دیوبندی، پاکستان میں کہاں اور کس مدرسہ میں ہیں؛ اور کیا کر رہے ہیں۔[1] والسلام

منت اللہ رحمانی

(۴۶)

۲۷ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ

مکرم بندہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ ملا۔ میں ۱۹ جون کو دارجلنگ گیا اور ۲ جولائی ۱۹۷۲ء کو واپس آیا۔ سفر کی روداد اور دارجلنگ کی خصوصیات اور وہاں کے حالات سے متعلق عزیزی مولوی محمد عیسیٰ صاحب رحمانی لکھ رہے ہیں ایک قسط نقیب میں آچکی ہے۔ غالباً دو تین قسطیں اور آئیں گی۔ ملاحظہ فرمائیے اور اگر پسند آئے تو دو سطریں مولوی محمد عیسیٰ صاحب کو لکھ کر روانہ کر دیں۔ حضرت مہتمم صاحب غالباً تشریف لے آئے ہوں گے۔ پرسنل لا کے سلسلہ میں کیا ہو رہا ہے مطلع فرمائیں ان سے سلام مسنون کہہ دیں۔ اس وقت عجلت میں جواب دے رہا ہوں معاف فرمائیے۔ سبھوں سے سلام مسنون کہہ دیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

---

[1] حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔ ظفیر [1] کچھ دیر سے سہی رسالہ چھپا اور عمدہ چھپا۔ ظفیر

(۴۷)

۱۰/۱۱/۹۳ھ

مکرم مولانا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

خط ملا، شعبۂ قضا مکمل کر چکا ہوں اور اپنی سستی وغفلت کا اعتراف کرتے ہوئے وعدہ کرتا ہوں کہ میں ۱۱؍دسمبر سے ۱۶؍دسمبر تک دہلی رہوں گا، اور ہونے والے بین الاقوامی سمینار میں شرکت کروں گا۔ اس موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ مسودہ صاف کر دوں گا اور قضا والا مسودہ کل پرسوں بھیج دوں گا۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ۱۱؍دسمبر کی صبح کو پانچ بجے دہلی اکسپریس سے دہلی پہونچوں گا

والسلام منت اللہ رحمانی

(۴۸)

۹/۸/۹۳ھ

مکرم بندہ مولانا ظفیر الدین صاحب سلام مسنون

بخیریت ہوں۔ اس دفعہ شاید شوریٰ میں نہ آسکوں۔ ۲۱/۲۲/۲۳؍اگست کو شوریٰ ہے اور پھر مجھے یکم و دوسری ستمبر کو بورڈ کی قانونی کمیٹی کے لئے دہلی میں رہنا ہے۔ اتنی لمبی دور مسافت اس قدر جلد آنا جانا بس سے باہر ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ عبد الخالق صاحب[1] مدراسی نے جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی شیخ صالح قزاز کو میرا خط اور استقبال کی کارروائی بھیج دی یا نہیں۔ دریافت کرکے مطلع فرمائیں۔ الحمد للہ بخیریت ہوں۔ مولوی سجاد[2] بھی اچھے ہیں اور اپنے کام میں مشغول ہیں۔ ان کا دل گھبراتا نہیں ہے۔ کل میرے پاس آئے تھے دیر تک بیٹھے رہے۔ مولانا بہاری سے سلام مسنون کہہ دیں۔ میں ۱۸؍جولائی کو گھر سے نکلا تھا۔ پٹنہ، دیوبند، دہلی بڑودہ وغیرہ ہوتا ہوا ۶؍اگست کو واپس آیا۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

---

[1] مولانا عبد الخالق مدراسی استاد دار العلوم دیوبند

[2] مولوی احمد سجاد سلمہ کا ایک سال جامعہ رحمانی مونگیر میں قیام رہا۔ کالج میں نام لکھوا رکھا تھا اور خارج میں کتب خانہ بعدیہ

(۴۹)

۲۸ اگست ۱۹۷۳ء

مکرم بندہ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مولانا مناظر احسن گیلانی علیہ الرحمہ کے خطوط کا مجموعہ مکاتیب گیلانی کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کی نظروں سے بھی گذرا ہو۔ اب اسی کی دوسری جلد زیر ترتیب ہے۔ اس میں جناب حکیم مقصود علی خاں صاحب مرحوم کا بھی تذکرہ ہے۔ اس لئے ان پر تعارفی نوٹ دینے کے لئے درج ذیل سوالوں کے جوابات مطلوب ہیں۔ یقین کامل ہے کہ واپسی ڈاک سے جوابات ارسال فرما کر ممنون بنائیں گے۔ تاکہ ترتیب کا کام تیزی سے آگے بڑھتا رہے۔

مقام و سنہ پیدائش، وطن، تعلیم، مقامات تعلیم، مشہور اساتذہ، مشاغل زندگی، تصنیفات سنہ وفات اور مقام تدفین ــــ ان باتوں کے علاوہ اگر اور بھی کچھ باتیں آپ کے نزدیک قابل ذکر ہوں تو ان کا بھی تذکرہ فرما دیں۔ جناب کے گرامی نامہ کا شدت سے انتظار رہے گا۔ امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔   والسلام

منت اللہ رحمانی

(۵۰)

یکم رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء

مکرم مولانا   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا خط مورخہ ۲۳ شعبان کو ملا۔ (۱) نائب صاحب کے تقرر کی تفصیل آپ کو مل چکی ہے۔ ابھی میں مسودہ دیکھا جس کا مبیضہ آپ کے پاس جا چکا ہے۔ اس کے آخری صفحہ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ حضرت امیر شریعت ثانی مولانا شاہ محی الدین پر آپ کی وفات سے بڑا

خانقاہ رحمانی کی ذمہ داری اٹھائی تھی۔ یہ میرے بڑے لڑکے فاضل مفتاح العلوم مئو، پھر فاضل دار العلوم دیوبند ہوئے پھر پٹنہ اکزامنیشن بورڈ سے فاضل، فاضل فارسی و فاضل اردو کا امتحان پاس کیا۔ اور بعد میں ایم اے فارسی اور ایم اے اردو کے امتحانات میں شریک ہو کر کامیابی حاصل کی آخر میں انہوں نے ہائی اسکول کی نوکری کر لی۔

بوجھ آپڑا مگر امیر شریعت لائق داد وستائش ہیں کہ آپ نے ساری ذمہ داری اس طرح سنبھال لی کہ امارت شرعیہ کو کوئی ٹھیس نہ پہونچی اور آپ تقریباً ۴ برس تک مولانا کے جانشین کے مسئلہ پر غور کرتے رہے یہاں تک ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ کو آپ نے حضرت مولانا سجاد کی جگہ پر ان ہی کے تلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی کو نائب امیر شریعت نامزد فرمایا حضرت مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی حضرت مولانا سجادؒ کے مزاج شناس، صحبت یافتہ اور تلمیذ خاص تھے۔ قیام امارت شرعیہ ہی کے زمانہ سے مولانا کے ساتھ رہے اور خصوصیت کے ساتھ علمی کاموں میں ہمیشہ مولانا کا ہاتھ بٹاتے رہے آپ نے امارت شرعیہ کے حلقہ میں جو خلا پیدا ہو گیا تھا اسے پُر کرنے کی پوری سعی کی"

(۲) میرے خیال میں مذکورہ بالا تحریر جو میں نے بھیجی ہے۔ اس میں اور اس عبارت میں کچھ ٹکراؤ ہے۔ آپ اس پر نگاہ ڈالیں اور دونوں پڑھ کر اسے مرتب کر دیں۔

(۳) دو سو روپے مزید پھلواری سے بھیجے ہوئے آپ کو مل گئے ہوں۔

(۴) میں چاہتا ہوں کہ جہاں تک کتابت ہو جائے آپ تصحیح فرماتے جائیں پورے اہتمام کے ساتھ اور چھپتی بھی جائے۔ رضوی صاحب[۱] سے مشورہ کر لیجئے۔ شاید ان کی رائے ہو کہ کاغذ کی خریداری ایک مرتبہ ہو اس لئے جب تمام کاپیاں لکھی جائیں اس سے کاغذ کا اندازہ کر لیا جائے جب خریداری ہو۔ بہت اچھا ہے آپ اقدار میں کام کریں۔ مولانا بہاری صاحب کی سفارش کے جواب میں مہتمم صاحب کا عتاب نامہ آیا ہے۔ جو سفارشی خط میں نے لکھا ہے۔ میں نے مہتمم صاحب کو لکھا ہے کہ اس کی نقل بھیج دیں۔ براہ کرم آپ بھی کوشش کریں کہ خط کی نقل آجائے تاکہ میں عتاب نامہ کا جواب دے سکوں۔ مطلع فرمائیں کہ کتنی کتابت ہوئی۔ فکر میں ہوں کہ مولانا علی میاں صاحب اور ان سے نہ ہو سکے تو مولانا منظور نعمانی سے آپ کی کتاب "امارت شرعیہ دینی جد وجہد کا روشن باب" پر مقدمہ لکھوا لوں۔ آج مولانا علی میاں[۲] کو خط لکھ رہا ہوں۔ سب جاننے والوں سے سلام مسنون کہہ دیں۔ مولانا فخر الحسن صاحب کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔

والسلام منت اللہ رحمانی

---

[۱] مولوی محبوب رضوی مرحوم مولف تاریخ دارالعلوم دیوبند [۲] حضرت مولانا علی میاں مدظلہ نے عمدہ تاریخی مقدمہ تحریر فرمایا جو کتاب کے شروع میں چھپا ہوا ہے۔

(۵۱)

۲۰؍۲؍۱۹۷۴ء

مکرم مولانا محمد ظفیر الدین صاحب   سلام مسنون

خدا کرے آپ بعافیت ہوں اور میرے خطوط آپ کو مل چکے ہوں، شوریٰ کی تاریخیں بدلتی رہیں۔ اس سے خاص طور پر مجھے ذہنی پریشانی بھی ہوئی اور زیر باربھی۔ میں گوہاٹی میل سے دہلی جارہا تھا۔ تار میرے غائبانہ میں آیا۔ چنانچہ جمال پور میں مولوی شفیق عالم نے مجھے اتارا۔ بہرحال اب میں انشاء اللہ ۲۸؍فروری کی دوپہر تک دہلی پہونچوں گا۔ اور اسی وقت جو گاڑی دو ڈھائی بجے چلتی ہے اسی سے روانہ ہوکر ۲۸؍کی شام تک دیوبند پہنچ جاؤں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اطلاعاً تحریر ہے۔   والسلام

منت اللہ رحمانی

(۵۲)

۱۴؍اپریل ۱۹۷۴ء   ۲۰؍ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

مکرم ومحترم زید مجدکم   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کھڑک پور اور کلکتہ کے درمیان آپ کا کارڈ نظر سے گذرا جواب اس کا بھی دے رہا ہوں۔ دو تین روز ہم لوگ کلکتہ رہیں گے اور ۱۸؍کی صبح کو مونگیر پہونچنا ہوگا۔ اس وقت بخاری کون صاحب پڑھا رہے ہیں اور دارالعلوم کے حالات کیا ہیں عاملہ کب ہو رہی ہے۔ اور اس دفعہ میں عاملہ کا ممبر ہوں یا نہیں؟ حیدرآباد کے اجلاس[۱] اور عہدہ داروں کے انتخاب عاملہ کے تقرر کا وہاں کیا ردعمل ہے خود حضرت مہتمم صاحب کا تاثر کیا ہے تفصیل سے مطلع فرمائیں اور کیا عرض کروں۔ حیدرآباد میں تو بورڈ موضوع کے سوا کسی مسئلہ پر کوئی گفتگو ہو ہی نہ سکی۔ مولانا فخرالحسن صاحب مولانا بہاری صاحب وغیرہ سے سلام۔

منت اللہ رحمانی

---

[۱] اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ حیدرآباد

(۵۳)

۵ مئی ۷۵ء

مکرم و محترم زید مجدکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

جناب کا خط ملا۔ بلاک آپ کو یقیناً مل گیا ہوگا۔ انشاءاللہ مولانا علی میاں کا خط آگیا کہ انہوں نے مقدمہ لکھ کر ۲۹ ر اپریل کو آپ کے نام بھیج دیا ہے۔ مقدمہ ۱۷ صفحات پر ہے۔

ڈرافٹ کے لئے آپ نے لکھ ہی دیا ہے۔ مولانا نظام الدین صاحب نے ڈرافٹ یا تو بھیج دیا ہوگا، یا آج کل میں بھیج دیں گے۔ جی ہاں اب تو کاغذ ملنا مشکل ہوگیا ہے اس پر بھی پابندی اور پرمٹ ہے۔ اور اگر اندرا سرکار رہی تو انشاءاللہ ملنے بولنے پر بھی پرمٹ ہوگا۔ میں نے پلاسٹک کی جلد کے واسطے دریافت کرلیا ہے۔ کارڈ کی جلد تو آپ لگوائیں گے۔ جیسا کہ میرے سفرنامہ میں ہے۔ اس پر اگر پلاسٹک کور لگایا جائے گا اور اس پر لکھا یا جائے گا تو چھ روپے ہزار پڑے گا۔ مجھے زیادہ سے زیادہ پانچ سو جلد پلاسٹک کی بنوانی ہے۔ میں نے سید محبوب صاحب کو ارشاد رحمانی طبع کرانے کے لئے دی تھی۔ انہوں نے لکھا ہے کہ کتابت تو مکمل ہوچکی ہے، لیکن کاغذ حاصل کرنے میں دقت ہے۔ انہوں نے مشورہ دیا ہے کہ کاپی بھیج دی جائے۔ پٹنہ میں کاغذ لے کر طبع کرا لیا جائے گا۔ پٹنہ میں کاغذ تو شاید مل جائے لیکن پلاسٹک کور پٹنہ کے بس کی نہیں۔

والسلام

منت اللہ رحمانی

(۵۴)

۲۱ر۹ر۷۴ء

مکرم مولانا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خط ملا۔ امارت شرعیہ[1] کے پانچ نسخے مل گئے۔ الحمدللہ پانچ سو روپے کا منی آرڈر ملا یا نہیں۔ امارت شرعیہ اگر آپ کے پاس ہوں تو پانچ نسخے اور میرے پاس بھیج دیں، اور پچیس نسخے آپ

---

[1] امارت شرعیہ۔ دینی جدوجہد کا روشن باب"

اپنے پاس رکھ لیں جن کو دینا ہو دے دیجئے گا۔ اس سے زائد بھی رکھ سکتے ہیں۔ سیلاب کی تباہ کاریوں کا کیا کہنا؟ بس اللہ سے دعا کریں۔ دربھنگہ ضلع کے اندر اس حلقے میں جہاں سیلاب سے مسلمان متاثر ہوئے ہیں۔ تھوڑا بہت کام امارت شرعیہ کر رہی ہے، لیکن نقصانات کا پورا کرنا حکومت کے بس سے بھی باہر ہے۔ بس اللہ ہی پورا کرے گا ——— آپ اس دفعہ چھٹی میں مکان آتے ہیں یا نہیں؟ اگر آتے ہیں تو کب؟ مطلع فرمائیں اور امارت شرعیہ کی طباعت کا مکمل تفصیلی حساب بھیج دیں۔ کیا آپ کو ملا اور کیا خرچ ہوا؟ پرسانِ حال سے سلام مسنون فرمادیں۔

والسلام منت اللہ رحمانی

(۵۵)

۶۷/۶/۴

مکرم و محترم زید مجدکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

اب میں پہلے سے اچھا ہوں۔ مگر ابھی تک سفر کے لائق نہیں ہوں۔ دعا فرمائیے کہ میں ۱۱ کی شام تک دیوبند پہنچ سکوں، عزم تو ہے۔ مجھے مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ مولانا نعمانی[1] رکشہ سے گر گئے، اور کافی چوٹ آئی، اور مہمان خانہ ہی میں مقیم ہیں اور بیر بوجھ دے کر لٹکا دیا گیا ہے اگر ایسا ہے تو براہ کرم مولانا سے ملاقات کریں میرا سلام مسنون کہیں اور میری طرف سے مزاج پرسی کر لیں اب تو میں دیوبند آنے کی مزید سعی کروں گا۔ تاکہ عیادت کی سنت پوری کر سکوں اور ظاہر ہے کہ ایسے موقعہ پر مولانا نعمانی کی خدمت میں حاضر ہونا اور مزاج پرسی کرنا تو فریضہ ہے۔ یہاں گرمی بڑی سخت تھی لیکن ۲۹ رمئی کو بارش ہوئی، اور اچھی بارش ہوئی رات بھی باران رحمت آیا اور خوب کھل کر برسا ——— آج خوشگوار موسم ہے۔ خدا کرے دلی اور دیوبند کا موسم بھی ایسا ہی ہوجائے ورنہ مجھ جیسے مریض کے لئے شدید گرمی برداشت کرنا مشکل ہوجائے گا۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

---

[1] بس سے اتر کر رکشہ سے دارالعلوم آرہے تھے تو یہ حادثہ پیش آیا۔ ظفیر

(۵۶)

۲۹/۸/۷۴ء

مکرم بندہ جناب مولانا ظفیر الدین صاحب سلام مسنون

خدا کرے آپ بعافیت ہوں۔

منی آرڈر بھیج چکا ہوں اور خط لکھ چکا ہوں، ملا ہوگا۔ ایک فوری شدید ضرورت یہ ہے کہ مجھے امداد الاحکام مع تتمہ اور امداد الاحکام (جو غالباً حضرت تھانویؒ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے) کی سخت ضرورت ہے جہاں ملے اور جس دام میں ملے مجھ کو آپ بھیج دیں۔ امارت شرعیہ کا پارسل آپ نے پٹنہ بھیج دیا ہوگا۔ نہ بھیجا ہو تو جلد بھیج دیں، اور اگر کچھ نسخے آپ کے پاس ہوں تو پانچ جلدیں بذریعہ ڈاک پارسل مونگیر بھیج دیں، یہاں کسی نے دیکھا نہیں ہے۔ سخت تقاضا اور انتظار ہے۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۵۷)

۲۵/۱/۷۵ ۱۰ محرم ۹۵ھ

مکرم و محترم زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدا کرے مزاج بعافیت ہو۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس بنگلور کی تاریخ ۲۲، ۲۳ فروری مقرر ہوئی ہے اور ان شاء اللہ اس تاریخ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ ایجنڈا کے مطالعہ سے واضح ہوگیا ہوگا کہ بنگلور کا اجلاس مسائل زیر بحث کے پیش نظر بڑی اہمیت کا حامل ہے لہذا بنگلور کے حضرات تبدیلی تاریخ کے بارے میں جو اجلاس کی تیاریوں میں پورے جوش وخروش کے ساتھ مشغول ہیں اور اپنے مہمانوں کی خاطر اچھے انتظامات کر رہے ہیں ان حالات میں تیار نہیں ہیں۔ میں جناب سے عرض کروں گا کہ بہر قیمت اجلاس میں شرکت کی جائے اور اپنے پہونچنے کی تاریخ وقت سے حضرت مولانا ابوالسعود صاحب عربک کالج ۴۵ کو ضرور مطلع کیا جائے اور اچھا ہو اگر دو جملوں سے اس عاجز کو بھی یاد کر لیا جائے۔ میں دوبارہ شرکت اجلاس کی درخواست کر کے رخصت ہوتا ہوں۔ والسلام۔ منت اللہ رحمانی

(۵۸)

۹ر اکتوبر ۷۷ء

مکرم مولانا   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ موصول ہوا۔ الحمد للہ رانچی کا[1] اجلاس توقع سے زیادہ کامیاب رہا۔ میں کل رانچی سے مونگیر واپس آگیا۔ وہیں بخار آگیا تھا۔ الحمد للہ اب اچھا ہوں۔ میں نے تو آپ سے بھی کہا تھا مفتی صاحب سے بھی کہا تھا اور پھر رانچی سے آپ کے پاس خط بھی گیا کہ آپ تشریف لے آئیں۔ آپ کے نہ آنے کا افسوس ہے ———— اس خبر سے مسرت ہوئی کہ مولوی بدرالحسن صاحب سلمہ اللہ کا کام حسب منشا ہوگیا اور وہ بھی مطمئن ہیں الحمد للہ۔ مولوی حماد سلمہ، کے متعلق آپ نے فرمایا تھا وہ مجھے یاد ہے۔ مولوی ولی سلمہ، آئیں تو ان سے مشورہ کر کے جواب دیا جائے گا۔ مولوی عبدالحق صاحب سے میرا سلام مسنون کہہ دیں۔ اور شکریہ ادا کریں کہ انھوں نے میرے لکھے ہوئے کاغذ پر دستخط کرا دیا۔ مولانا نعیم صاحب اور مفتی احمد علی سعید صاحب کل سے دفتر امارت شرعیہ پھلواری میں مقیم ہیں اور آج شام کو مونگیر تشریف لائیں گے اور بعد نماز جمعہ ان شاء اللہ انہیں روانہ کردوں گا۔ الحمد للہ جملہ اہالیان جامعہ وخانقاہ بخیریت ہیں۔ اور آپ کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں۔ مولانا بہاری صاحب سے سلام مسنون کہہ دیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۵۹)

۱۳ر اپریل ۱۹۷۰ء   ۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

مکرم ومحترم مولانا ظفیرالدین صاحب   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا خط ملا۔ کنونشن کے متعلق آپ نے بہت صحیح رائے دی ہے۔ الحمد للہ کہ اجتماع کے اس کامیاب تجربہ کے بعد ہماری ہمتیں بلند ہوگئی ہیں۔ اور اب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ نہ صرف آل انڈیا بلکہ ہم عالمگیر اجتماع بھی کر سکتے ہیں۔ روپے زیادہ چاہئیں جو خرچ ہوں گے۔ آخر عمر آباد میں لوگوں نے

---

[1] رانچی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس ہوا۔ میں کسی وجہ سے حاضر نہیں ہوسکا۔ ظفیر

کر ہی لیا جو ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ آپ دعا فرماتے رہیں۔ میں نے آج ہی حضرت مہتمم صاحب کو خط لکھا ہے اس کا ایک حصہ آپ کے مطالعہ کے لئے درج ذیل ہے۔ حضرت والا کو یاد ہوگا کہ نئے کوارٹرس جو بنے ہیں اس کے لئے ایک درخواست مولانا ظفیر الدین صاحب نے کی تھی اور میری ہی سفارش پر ایک فلیٹ ان کے لئے منظور ہوگیا تھا۔ نامکمل ہونے کے باعث اس میں مولانا ظفیر الدین صاحب منتقل نہیں ہوئے تھے۔ آج ہی اطلاع ملی ہے کہ موصوف کے غائبانہ میں (مولانا ظفیر الدین صاحب ابھی گھر پر ہیں) جلدی جلدی بلاسٹر وغیرہ مکمل کر کے شعبۂ نشر و اشاعت منتقل کر دیا گیا ہے۔ یہ نہایت نامناسب حرکت ہوئی، یقیناً اس کی اطلاع آپ کو نہ ہوگی۔ اپنے لوگوں کا دل توڑنا اور بلا وجہ انہیں تکلیف پہونچانے کی کوشش کرنا بہت ہی نچلے درجہ کی سیاست ہے۔ میرے خیال میں نشر و اشاعت جہاں تھا اسے وہیں جانا چاہیئے، اور جو کوارٹر مولانا ظفیر الدین صاحب کے نام نامزد کر دیا گیا ہے وہ انھیں کو ملنا چاہیئے۔

والسلام

منت اللہ رحمانی

(۶۰)

۱۲/۶/۷۶ء

مکرم مولانا ظفیر الدین صاحب سلام مسنون

خط مورخہ ۱۲/۱۲/۹۶ ملا، شکریہ۔ مدرسین و ملازمین والا خط مہتمم صاحب نے اپنے خط کے ساتھ بمبئی سے بھیجا ہے جو مجھے مل گیا۔ حضرات مدرسین کی خدمت میں اس عاجز کا سلام نیاز عرض کریں۔ اور یہ بھی فرمادیں کہ اس عاجز سے متعلق جن احساسات و خیالات کا اظہار فرمایا گیا ہے میں اس کا بالکل اہل نہیں۔ ہاں مدرسین کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ اور اسی کی درخواست کرتا ہوں۔ قاضی الطاف خورشید صاحب کا خط بمبئی سے آیا ہے۔ اس میں حسب ذیل عبارت بھی ہے۔ حضرت حکیم الاسلام نے آپ کے اس وضاحتی[1] بیان کو بے حد پسند فرمایا اور کہا کہ ان

---

[1] اس میں نشر و اشاعت ہی رہا تا آنکہ انقلاب آگیا[2] ایمرجنسی کے زمانہ میں منصوبہ بندی اور نسبندی پر ایک سا تر دید حضرت مہتمم صاحب نے دیا۔ جس پر آپ کے مخالفین نے تحریک چلائی، اس پر حضرت امیر شریعت سابع نے یہ وضاحتی بیان چھاپ کر مخالفین کی زبان بند کر دی۔

کا یہی منشا تھا۔ اور ملک بھر کے عوام میں پھیلی ہوئی بے چینی و تشویش کو دور کرنے کے لئے آپ کا یہ اقدام بڑا موثر اور بروقت ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے فرمایا کہ اس کی کاپیاں ملک بھر کے دینی مدارس و مراکز اور اصحاب درس و افتاء کے علاوہ تمام ارکان بورڈ اور ارکان پارلیمنٹ کو بھیجی جانی ضروری ہے۔ انہوں نے اس بات کا اظہار آپ سے کرنے کی مجھے ہدایت دی ہے کہ اگر مزید چند ہزار چھپوا کر وہیں سے بھیج دی جائیں تو مصارف چھپائی اور اخراجات ڈاک دونوں دارالعلوم برداشت کرے گا۔ اب غالباً مہتمم صاحب دیوبند پہونچ چکے ہوں گے۔ میرا لکھنا مناسب نہیں ہے آپ ان سے بطور خود کہیں کہ اس کو مزید طبع کرادیا جائے۔ اور پورے ملک میں بھیجا جائے۔ اور وہاں خوف و ہراس زیادہ ہے اس لئے یہیں سے جائے۔ اب تک میرے تقریباً ہزار روپے اس پر خرچ ہو چکے ہیں، طباعت پر اور یہاں وہاں بھیجنے پر۔ اگر مزید طبع کرا کے پوری پبلیسٹی کی گئی تو دو ہزار اور لگیں گے۔ تین ہزار کی رقم دارالعلوم کے لئے کیا ہے۔ اگر مہتمم صاحب واقعتہً چاہتے ہیں تو تین ہزار روپے بھیج دیں۔ پانچ ہزار چھپوا کر پورے عالم اسلام میں تقسیم کرادوں گا۔ لیکن میں نہ لکھوں گا اور نہ کہوں گا۔ آپ بطور خود کہیں اور قاضی خورشید الطاف کے خط کا حوالے دے کر بھی کہہ سکتے ہیں۔ میاں ولی سلمۂ کا خط آیا ہے وہ ۲۳ دسمبر بروز جمعرات صبح ۵ ½ بجے کویت ایرویز سے پالم ہوائی اڈہ پر اپنی خوش دامن کے ساتھ اتریں گے۔ اگر آپ کچھ لوگوں کے ساتھ دہلی پہونچ سکیں[1] تو سبحان اللہ۔ یہاں سے بھی کسی آدمی کو بھیجوں گا۔ اور غالباً اسی روز جینتی جنتا سے وہ پٹنہ آئے گا۔ میں پھر تفصیل سے لکھوں گا۔

والسلام

منت اللہ رحمانی

---

[1] دیوبند سے خاکسار، مولانا بدر الحسن اور مولانا فضل الرحمٰن کاتب حاضر ہوئے تھے۔

(۶۱)

۱۳/۱۲/۷۹ء

مکرم مولانا　　　　وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ ملا۔ دیوبند بخیریت پہونچنے کی اطلاع سے خوشی ہوئی۔ مولانا سالم صاحب اور مولوی بدرالحسن کے کویت جانے آنے کا لطیفہ اخبار میں شائع کرنے کے لائق ہے۔ "خدا سر دے تو سودا دے تیری زلف پریشاں کا۔" ——— الحمدللہ اجلاس صدسالہ کی تیاری زوروں پر ہو رہی ہے۔ خدا کامیاب فرمائے اور اجلاس کو دارالعلوم دیوبند کے شایان شان انجام دلائے۔ الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ انشاءاللہ ۲۳ دسمبر کی شام کو آٹھ بجے سیالدہ اکسپریس سے سہارنپور پہونچوں گا اور شب کو وہاں ہی قیام کروں گا اور ۲۴ کی صبح کو دیوبند جاؤں گا۔ مطلع فرمائیں کہ سیالدہ اکسپریس کے سہارنپور پہونچنے کے بعد فوراً دیوبند کے لئے کوئی گاڑی ہے یا نہیں۔

والسلام

منت اللہ رحمانی

(۶۲)

۱۲/۱/۸۰

مکرم مولانا　　　　وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ موصول ہوا۔ الحمدللہ اب اچھا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے حق تعالیٰ نے آپ کی دعائیں قبول فرمالیں۔ اس مرض کا حال یہی ہے جب الیومن آتا ہے کمزوری بے پناہ ہوجاتی ہے۔ اب تو آپ کا دل وہاں سے اور اچاٹ ہوگا جو حالات سننے میں آئے وہ بیحد افسوسناک اور مایوس کن ہیں۔ شاید وہ زمانہ آگیا کہ مومن کا ایمان پہاڑ کے غاروں میں بھی نہ بچ سکے گا۔ خدا کرے مزاج بعافیت ہو۔ سب لوگ آپ سے سلام کہتے ہیں۔

والسلام

منت اللہ رحمانی

(۶۳)

۵/۱۲/۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء

مکرم ومحترم زید مجدکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا ــــ میں حجاز میں بہت اچھا رہا۔ خوب بدپرہیزی کی۔ کھجوریں کھائیں۔ ہر کھانے کے ساتھ میٹھا کھایا، چاول کھائے آلو استعمال کیا۔ یعنی ہر وہ چیز جس سے مجھے پرہیز کرنا چاہیئے استعمال میں رہی لیکن بالکل اچھا رہا۔ مونگیر تک اچھا پہونچا۔ چار پانچ دنوں کے بعد ضعف بڑھنا شروع ہوا جو شکر کی زیادتی کی خاص نشانی ہے۔ قارورہ جانچ ہوا تو شکر بھی بہت زیادہ نکلی اور البیومن بھی۔ ان دونوں امراض کے دو رُخ ہیں۔ ذیابیطس میں پرہیز یہ ہے کہ میٹھی چیز استعمال نہ کی جائے۔ چاول اور ہر وہ چیز جو زمین کے نیچے ہوتی ہے۔ اس سے پرہیز کیا جائے۔ البیومن کا تقاضہ یہ ہے کہ نمک نہ کھایا جائے اب اگر شکر اور نمک دونوں استعمال نہ کی جاویں۔ تو انسان کیا کھائے نتیجے میں غذا کم ہوتی ہے۔ اور ضعف بڑھتا ہے۔ میرا حال تو یہ ہو گیا کہ ۲۴ گھنٹے میں نٹو پچاس بار چکر آتا ہے کمرے سے مسجد جانے میں قدم ڈگمگاتے ہیں۔ اب میں نے ایک ہفتہ سے ہومیو پیتھک علاج شروع کیا ہے۔ کل قارورہ کی جانچ ہوئی تو شکر پانچ فیصد کم ہے۔ البیومن کی مقدار وہی ہے مگر آج سے چکر میں بھی کچھ کمی معلوم ہوتی ہے۔ بس دعا فرماتے رہیں۔

نئے نائب صاحب[1] کے خیالات معلوم کر کے مجھے مسرت ہوئی آخر حضرت شیخ الہند کے نواسے ہیں ان کے دل میں دارالعلوم کا درد کیوں نہ ہو، ہونا ہی چاہیئے۔

آپ کو مولانا...... پر حیرت ہے کہ وہ اس دھندے میں کیسے پڑ گئے مجھے حیرت نہیں ہوئی کئی معاملات میں تجربہ ہو چکا ہے اور جن صاحب نے اسے اپنا ذاتی کیس بنالیا ہے ان کو سبھی جانتے ہیں اور پہلے ہی سے جانتے ہیں۔ اگر ہماری آپ کی ملاقات ہوئی تو مجھ سے پوچھئے گا۔ ایک واقعہ بتلاؤں گا۔ یہ رجحان کہ صد سالہ کے بعد دارالعلوم اسلام دشمن طاقتوں کے

---

[1] حضرت مولانا محمد عثمان صاحب مرحوم جیرمین نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

نشانے پر آگیا ہے۔ بالکل صحیح ہے اور یہ جملہ بھی حرف بہ حرف صحیح ہے کہ یہ سیلاب دارالعلوم تک ہی نہ رہے گا۔ رسالہ برہان اور مولانا اکبرآبادی کا خط نظر سے گذرا ہے۔ مولانا اکبرآبادی صاحب کی باتیں اس طرف کچھ سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔ شعبان کی شوریٰ میں ان کا انداز کچھ اور تھا۔ کبھی ملاقات ہوگی تو تفصیل بتاؤں گا — حق تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ تمام دینی اداروں کو بالخصوص دارالعلوم دیوبند کو شر ور فتن سے محفوظ رکھے۔

مولوی بدرالحسن[۱] صاحب کا خط آیا تھا۔ سلام مسنون کہہ دیں۔ مولانا بہاری صاحب سے سلام مسنون فرمائیں۔ دعوتوں اور مٹھائیوں کا سلسلہ بند کر دیں؟

والسلام

منت اللہ رحمانی

(۶۴)

۵ رمضان ۱۴۰۱ھ ۸/۷/۸۱ء

مکرم مولانا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

خط ملا۔ آپ کی تشریف آوری مبارک۔ اللہ تعالیٰ از دیوبند تا دربھنگہ بخیریت تمام پہونچائے۔ غالباً ایسا نہیں ہوا ہے کہ آپ کے کسی خط کا میں نے جواب نہ دیا ہو۔ حماد سلمہ مونگیر آئے تھے۔ پانچ دنوں رہے۔ ولی بھی تھے۔ کیا باتیں ہوئیں مجھے اس کا علم نہیں۔ آج ۲ رنومبر منگل کے روز ولی سلمہ پٹنہ گئے ہیں۔ جمعہ تک واپسی ہوگی۔ وہ تو لکھنؤ ہی میں معلوم ہوگیا تھا کہ مہتمم صاحب اور علیا کے اکثر مدرسین حج کو جارہے ہیں۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ۱۶ رنومبر تک مونگیر ہوں۔ ۱۶ رکا دن گذار کر شب کے ۹ بجے ٹرین سے مظفرپور جاؤں گا۔ وہاں مجھے ۱۷ رنومبر کی شام کو ایک نکاح پڑھانا ہے اور وہیں سے ۱۸ رنومبر کی شام چار بجے موریہ ایکسپریس پکڑ لوں گا۔ گر یڈیہہ رہوں گا۔ ۲۸، ۲۹، ۳۰ اور پہلی دسمبر کو مونگیر رہوں گا۔ ۲، ۳ ردسمبر کو پھلواری شریف رہوں گا۔ آپ نے امارت شرعیہ کے اعلان کے سلسلہ میں جس ردیہ کی تفصیل لکھی ہے توقع بھی اس کی تھی۔ بقیہ عند الملاقات۔

والسلام منت اللہ رحمانی

---

[۱] مولانا بدرالحسن قاسمی سابق مدرس وایڈیٹر الداعی دارالعلوم دیوبند۔

(۶۵)

از تین سوکھیا ۷ ارمئی ۱۹۸۲ء ۲۲ رجب ۱۴۰۲ھ

مکرم ومحترم زید مجدکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ ملا۔ الحمد للہ میں اچھا ہوں۔ مدھوبنی ضلع کے دورہ کے بعد میں نے ۲۶ راپریل سے ۱۱ مئی تک ضلع مونگیر کھگڑیا اور ضلع سہرسہ کا دورہ کیا۔ اور اس وقت آسام کے ضلع تین سوکھیا کے دورہ پر ہوں۔ اور بھی بعض اضلاع میں جانا ہوگا۔ میں آسام کے اس علاقہ میں پہلی مرتبہ آیا ہوں۔ دعا فرماتے رہیں۔

اچھا کیا آپ نے کام شروع کردیا[1]۔ خدا کرے مستقبل بھی بہتر ہی رہے۔ آپ کا کافی سامان ضائع ہوا اس کا صدمہ ہے۔ مگر زندگی میں ایسے حادث پیش آتے رہتے ہیں اور اسے انگیز کرنا ہی پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تلافی فرمائے۔ آمین ــــ مولانا محمد حسین صاحب سے دہلی میں ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ دارالعلوم جاکر کام کریں[2]۔ الحمد للہ کہ وہ پہونچ گئے اور کام شروع کردیا۔ میں ــــ غالباً ۶، ۷ جون کو دہلی رہوں گا۔ موقع ہو تو ملاقات فرمائیں۔ کیا مولوی بدر اب تک دارالعلوم نہیں پہونچے، ولی میاں کو گھر چھوڑ کر آیا تھا۔ اچھے ہیں۔ میں انشاء اللہ ۲۰ مئی تک مونگیر پہونچوں گا۔ اور ۴ جون تک مونگیر رہوں گا۔ صرف ایک شب کے لئے ایک جگہ جاؤں گا۔

والسلام
منت اللہ رحمانی

(۶۶)

۲۹/۱۲/۸۲ء

مکرم ومحترم زید مجدکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خط ملا۔ میں اب اچھا ہوں۔ لیکن ہر روز دونوں کھانوں سے پہلے انجکشن لینا پڑتا ہے۔

---

[1] بعد انقلاب اپنی جگہ کام کرنے پر خوشی کا اظہار فرمایا۔
[2] مولانا محمد حسین صاحب بھی میرے کچھ دنوں کے بعد تشریف لے آئے۔ ظفیر

جو ایک مستقل مرض ہے۔ میں نے دسمبر کا پہلا عشرہ کلکتہ میں گذارا۔ "ٹھیکہ ٹینی ایکٹ" نے بنگال کے رہے سہے اوقاف کو بھی ختم کر دیا۔ اس سلسلہ میں کلکتہ کے دوران قیام کچھ سعی کی گئی۔ وفود مرتب کئے گئے۔ میمورنڈم تیار کیا گیا۔ متعلقہ وزراء اور چیف منسٹر جیوتی بسو سے ملاقات کی۔ انہوں نے اپنی مجلس بلاکر اس پر دوبارہ غور کرنے کا وعدہ کیا۔ جیوتی بسو کمیونسٹ ہیں لیکن سنجیدہ اور متین۔ صاف صاف مگر مہذب طریقے پر جواب دینے والے۔ پھر میں ۱۶ سے ۲۵ تک کشن گنج ضلع پورنیہ کے حلقے میں رہا۔ جہاں چار سال سے میں نہیں گیا تھا۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اسی حلقے کے تھے جو یہاں سے مستعفی ہو کر چلے گئے۔

۲۹ دسمبر کو میں یہ خط لکھوا رہا تھا کہ پھر کوئی ضروری کام سامنے آگیا اور پھر میں ۳۰ کی صبح کو مغربی دینا جپور کے دورہ پر چلا گیا اور ۱؍۱ کو واپس آگیا —— الحمد للہ اچھا ہوں۔ یہ بارہ دنوں مسلسل جیپ کی سواری رہی اس لئے کولہے کے اوپر درد ہو گیا ہے۔ ولی سلمہٗ کو ٹھنڈک لگ گئی ہے۔ گردن میں سخت درد ہے۔ علاج ہو رہا ہے۔ دعا فرماتے رہیں۔ ادھر دارالعلوم کے حالات تبویب و تفصیل سے لکھیں۔ مولانا محمد حسین صاحب اور دیگر پرسانِ حال سے سلام مسنون کہہ دیں۔

والسلام

منت اللہ رحمانی

(۶۷)

۲۰؍۱؍۸۳ء ۵ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

مکرم و محترم جناب مولانا ظفیر الدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا دستی خط ملا۔ آپ کے خط کا میں نے مونگیر سے تفصیلی جواب دیا۔ ہماری طرف ڈاک کا انتظام بہت زیادہ خراب ہے۔ اس محکمہ میں کام کرنے والوں نے فاضل وقت میں مشغولیت کی اجرت کا مطالبہ کیا ہے۔ جسے اب تک حکومت نے منظور نہیں کیا ہے۔ ڈاک چھانٹنے والوں نے کام چھوڑ دیا ہے۔ ممکن ہے کہ ان وجوہ سے میرا خط آپ کو نہ ملے۔ میں نے اس خط میں لکھا ہے کہ دارالعلوم کے ہر شعبہ کے تفصیلی حالات لکھئے۔ میں یہ بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ دارالعلوم کے مختلف شعبوں پر طلباء کے اثرات کیا ہیں۔ اور مجاہدین کی موجودہ انتظام کے

ساتھ کیا روشن ہے۔ نیز میرا نام لکھے بغیر یہ معلوم کیجئے کہ دارالعلوم کے دستور کا مسودہ ہو گیا یا نہیں۔ اگر نہ ہوا ہو تو میں محنت کروں۔ میں ۱۹؍جنوری کو دہلی پہونچا۔ طبیعت رات سے خراب ہے آج تین سکھیا سے واپس جا رہا ہوں۔ نیچے ولی سلمہ اللہ کچھ لکھ رہے ہیں۔ اس پر دھیان دیجئے مولانا محمد حسین وہ دوسرے پرسان حال سے سلام مسنون کہہ دیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۶۸)

۵؍۹؍۸۴ء

مکرم بندہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

شکایت نامہ پہونچا۔ مجھ پر دو قسطوں کے جواب واجب نہیں ہیں۔ ایک کارڈ، دوسرا جس میں مضمون، اور دستور مطالعہ قرآنی ہے۔ بس آپ سے خصوصی تعلق ہے۔ اسی لئے جواب میں تاخیر ہوئی، کہ یہ تو مولانا ظفیر الدین صاحب کا خط ہے۔ کل جواب دوں گا۔ ڈاک کا نظم ویسے ہی ہے۔ غیر معمولی مشغولیت، اور پھر ڈاک کی زیادتی اب تو وبال جان بنتی جا رہی ہے۔ آپ کے مضمون کو ابھی میں نے پڑھا نہیں ہے۔ اسے نقیب کے سوا پمفلٹ کی شکل میں طبع کراؤں گا۔ انشاء اللہ عنوانات بھی بھیجوں گا۔ اسے تو آپ خط کی رسید اور محض شکایت کا دفعیہ سمجھیں۔ دعا میں یاد رکھیں۔ جلد جواب خط لکھواتا ہوں انشاء اللہ۔ آپ خط جوابی نہ لکھا کریں۔ ورنہ واپس کر دوں گا۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۶۹)

۱۷؍۱۱؍۸۵ء ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

مکرم ومحترم زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خدا کرے آپ اچھے ہوں۔

میں دہلی میں ہوں اور ۴؍دسمبر تک رہوں گا۔ انجمن تہذیب البیان طلباء مونگیر بیگوسرائے کا خط یاد دہانی کے لئے آیا ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک ہزار روپے اس انجمن

کے لئے آپ کے ہاتھ میں دوں۔ آپ ۲،۳ دسمبر تک تشریف لے آئیں۔ عاملہ بھی ہے۔ یہاں میں آپ ہی کے ہاتھ میں روپے دے دوں۔ واضح رہے کہ عاملہ کے ممبروں سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ پہلی سے ۴ تک یہاں رہیں۔ اس انجمن کے ناظم خلیل الرحمٰن[1] بھی رسید لے کر آپ کے ساتھ آجائیں تو بہتر ہے۔ سجاد لائبریری کے لئے بھی میں نے پانچ ہزار[2] روپے کا وعدہ کیا ہے وہ بھی دوں گا۔ غالباً وہ رقم جنوری میں دے سکوں گا۔ مگر یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ڈرافٹ کس کے نام بنے۔ آپ کے نام بنے تو بہتر ہے نہ معلوم بینک میں آپ کا اکاؤنٹ ہے یا نہیں۔ پُرسانِ حال سے سلام مسنون کہہ دیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۷۰)

۱۲؍اکتوبر ۸۵ء دہلی ۱۲؍صفر ۱۴۰۶ھ

مکرم و محترم زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا خط مولانا زبیر احمد صاحب کے معرفت ملا۔ بیشک خط کے جواب نہ ملنے پر آپ کا صدمہ بالکل بجا ہے۔ یہ بھی بالکل بجا ہے کہ میں ہر خط ہی نہیں ہر پرزے کا جواب دیتا ہوں۔ آپ کا ایک خط مجھے یاد آتا ہے۔ صاحب زادہ کے سلسلہ میں آیا تھا۔ اور میں نے اس کا جواب دیا تھا۔ جواب یاد نہیں اصل صورت حال یہ ہے کہ رمضان کے بعد سے میں بہت زیادہ مشغول ہوں۔ آپ سے دہلی، سہارنپور دیوبند میں ملاقات رہی تھی۔ عموماً باہر رہنے کے باعث ڈاک پر بھی پورا قابو نہیں ہے۔ نہ معلوم کہیں سے کوئی جگہ آئی ہے یا نہیں آئی ہے۔ مولوی محمد ولی اللہ سے بھی اس طرف الناں کی ملاقات بالکل نہیں ہوئی، کہ میں ان سے کہتا، نہ آپ کی طرف سے غلطی کی کوئی بات ہے اور نہ معافی کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ آپ ہر طرح مطمئن رہیں۔ میں یہ خط دہلی سے لکھ رہا ہوں۔ کل صبح مالیر کوٹلہ جا رہا ہوں۔ وہاں سے واپسی پر حیدرآباد، بنگلور، کیرالہ

---

[1] انجمن تہذیب البیان طلبہ مونگیر دارالعلوم دیوبند کو ایک ہزار عطا فرمایا جس سے انجمن نے لوہے کی الماری خریدی۔ ظفیر

[2] سجاد لائبریری کو پانچ ہزار روپے دیئے گئے جس سے لائبریری کا برآمدہ تیار ہوا۔ ظفیر

مدراس کا دورہ کر کے غالباً ۳ر اکتوبر تک مونگیر واپسی ہوگی۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۷۱)

۱۴ر اکتوبر ۱۹۸۶ء ۸ر محرم ۱۴۰۷ھ

مکرم مولانا ظفیرالدین صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خط ملا۔ میں کل ناگپور، برہان پور وغیرہ سے واپس آیا ہوں۔ الحمدللہ سفر بہت کامیاب رہا۔ برہانپور میں بہت زوردار طریقہ پر دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا۔ اللہ استقامت دے۔ آمین۔ کتاب النکاح[1] مکمل ہوگئی ہے ہر دو ورق کے درمیان ایک سادہ ورق لگا دیا گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں کل خط لکھوا دوں گا۔ اور تین دنوں کے بعد خط کے ساتھ روانہ ہو جائے گا۔ آپ کی فرمائش کی ممکن حد تک تعمیل کی جا رہی ہے۔ میں انشاء اللہ ۲۸ر اکتوبر کی صبح کو تین بجے میل سے دہلی پہونچوں گا۔ اور اسی وقت ایکسپریس سے روانہ ہو کر گیارہ بجے تک دیوبند پہونچوں گا۔ اور ۲۹ر کی شام کو واپسی ہو جائے گی۔ اہتمام کو بھی لکھ رہا ہوں۔ الحمدللہ اچھا ہوں۔ دعا فرمائیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۷۲)

۲۳ر دسمبر ۱۹۸۷ء ۷ر ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مکرم ومحترم جناب مولانا ظفیرالدین صاحب زید مجدکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خط ملا۔ اس سے پہلے آپ کا ایک خط اور آیا تھا جس کا جواب میں نے دیا ہے۔ اور اسی میں میں نے مولانا مرغوب الرحمٰن[2] صاحب کو بسلسلہ حج مبارک باد دی ہے۔ اس دفعہ کے سیلاب[3] کو قیامت صغریٰ ہی کہنا صحیح ہے۔ مدھوبنی کے ایک گاؤں کے ساٹھ ستر عورت، مرد اور بچے ایک پیپل کے درخت پر بہتر گھنٹے رہے، قطعاً بے آب ودانہ اور اللہ کی شان کہ اس درخت پر کئی سانپ بھی تھے۔ لوگ درخت پر چڑھے جا رہے ہیں اور سانپ آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔

---

[1] اسلامی قانون نامی جو کتاب مرتب ہوئی تھی اس کے حصے ڈیڑھ سو علماء اور مفتیوں کو بھیجے گئے اور اکثر کی رائیں موصول ہوئیں۔ ظفیر

[2] مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ [3] اکتوبر ۱۹۸۷ء میں بہار کا یہ تاریخی سیلاب تھا جس میں ہزاروں گاؤں زیر آب ہوئے اور بے شمار مکانات منہدم ہوئے۔

چوتھے دن وہ لوگ اس درخت سے اترے۔ بیشک سیلاب زدہ اضلاع میں سب سے زیادہ نقصان دربھنگہ ضلع ہی میں ہوا ہے۔ مونگیر، کھگڑیا، بیگوسرائے یہ تمام مقامات سیلاب سے بڑی حد تک متاثر ہیں لیکن یہاں کچھ جانی نقصان نہیں ہوا ہے۔ اور دربھنگہ کے صرف حیاگھاٹ بلاسپور میں بیس آدمی سیلاب کی نذر ہو گئے۔ امارت شرعیہ اپنی بساط بھر مصیبت زدگانِ سیلاب کی خدمت میں مشغول ہے۔ انشاء اللہ آپ کے گاؤں میں بھی امارت کا وفد جائے گا۔

والسلام منت اللہ رحمانی

(۷۳)

مکرم و محترم مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب زید مجدہم سلام مسنون

خدا کرے مزاج بعافیت ہو۔

آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ "اسلامی قانون" کی ترتیب مکمل ہو چکی ہے۔ اب ہم علماء اور اصحاب افتاء کا ایک نمائندہ اجتماع جو کمیت میں مختصر اور کیفیت میں بڑا ہوگا، کہیں منعقد کریں گے۔ اس اجتماع کے سامنے اسلامی قانون پیش کیا جائے گا اور اتفاق رائے کی کوشش کی جائے گی کسی مسئلہ میں ایک یا ایک سے زیادہ حضرات اگر اختلاف کریں گے تو ہم لوگ اگر دلائل سننے کے بعد ان سے متفق ہو سکے تو سبحان اللہ۔ ورنہ اس مسئلہ خاص پر اختلافی نوٹ تحریر فرمائیں گے۔ لیکن مذکورہ بالا اجتماع سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ مولانا مفتی احمد علی سعید صاحب مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب، مولانا برہان الدین صاحب (ندوہ) مولانا مجاہد الاسلام صاحب (قاضی شریعت) مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی (استاذ جامعہ رحمانی) مولانا مفتی نعمت اللہ صاحب (مفتی امارت شرعیہ) مونگیر میں بیٹھ کر مرتب اسلامی قانون پر ایک نظر ڈال لیں تاکہ ہمیں اطمینان ہو جائے اس لئے آپ سے عرض ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو آپ ۱۸ فروری کو مونگیر آ جائیں۔ اور ۲۲ فروری تک رہ کر "اسلامی قانون" کو ایک نظر دیکھ لیں اور باہم ضروری گفتگو بھی کر لیں۔ اخراجات سفر کا ذمہ دار بورڈ ہوگا۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

[illegible] ہاں ضلع دربھنگہ بھی سیلاب کی ز[د] میں آیا اور دوسرے مکان کے دو کمروں کی چھت خراب ہوئی، جواب تک [illegible] بر[illegible] گھر کے صحن میں چار فٹ پانی تھا۔ ظفیر

(۷۴)

۴/۱۰/۸۹ء

مکرم ومحترم جناب مولانا مفتی ظفیرالدین صاحب زید مجدہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خط ملا۔ سات سو روپے آپ کے نام منی آرڈر کر رہا ہوں۔ یہ قاضی مسعود احمد صاحب مرحوم سابق نائب مفتی کی نواسی زعیمہ خاتون کے لئے ہے۔ براہ کرم خود جا کر دے دیں یا انہیں بلا کر ان کے حوالے کر دیں۔ اور مجھے خط لکھ دیں۔ مولوی ولی سلمہ بیرون ملک کے سفر پر ہیں۔ وہ ۲۳ر ستمبر کو دلی سے روانہ ہوئے اور ۲۴، ۲۵، ۲۶ر طرابلس میں ایک بین الاقوامی سیمینار میں شریک ہوئے۔ ۲۹ر ستمبر کو استنبول آ گئے۔ اب وہاں سے فارغ ہو کر وہ کل پرسوں تک انگلینڈ پہونچ جائیں گے اور ایک ہفتہ لندن میں قیام کر کے ۱۲ر اکتوبر تک ہندوستان واپس آ جائیں گے۔ مجھے بخار آ گیا تھا۔ الحمد للہ اب اچھا ہوں۔ دعا حسن خاتمہ کرتے رہیں۔ مولانا مرغوب صاحب سے سلام مسنون کہہ دیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۷۵)

۴ر فروری ۸۹ء

مکرم مولانا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ موصول ہوا۔ مہتمم صاحب کو چند دنوں پہلے بھی خط لکھا تھا اس میں یہ لکھا تھا کہ وہ آپ کو یہاں آنے کا اشارہ فرما دیں، لیکن آپ کے خط کے بعد آج پھر لکھ رہا ہوں کہ آپ کو مدرسہ سے ہفتہ عشرہ کی چھٹی دے دی جائے۔ ہم لوگ آپ کے منتظر رہیں گے۔

خدا کرے مزاج بعافیت ہو۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۷۶)

۳ مارچ ۱۹۹۰ء

مکرم مفتی صاحب زید مجدکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مورخہ ۲۰ جمادی الاول اس وقت سامنے آیا۔ پہلے میری سنئے پچاس دن تو بھاگلپور مونگیر اور سہسرام کے فسادلہ میں گذرے اور یکم جنوری سے آج تک آنکھ کا آپریشن کرانے کی منزل رہی ہے۔ آپ نے صحیح لکھا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کو ہمہ وقت میدانِ جہاد میں رہنا ہوگا۔ جو شخص خاندان، گاؤں، محلہ تیاری کے ساتھ مقابلہ کرے گا وہ زندہ رہے گا۔ ورنہ اسے ذلت کی موت مرنا ہوگا۔ میرا ذاتی تجربہ یہی ہے۔ لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ ہمارا احساس اور جوش محض وقتی ہوتا ہے۔ دو چار ماہ گذر جائیں گے سکون ہو جائے گا پھر ہم سب کچھ بھول جائیں گے۔ اور مستقبل کے لئے سوچنے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہ جائے گی۔ زندہ قومیں ماضی سے مستقبل کا نقشہ تیار کرتی ہیں۔ لیکن ہمارا مسلمان ماضی کو چند ماہ میں فراموش کر جاتا ہے اور مستقبل کے لئے سوچنے اور نقشہ بنانے کا عادی ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو ہدایت دے۔

مجھے آپریشن کے سلسلہ میں اپنے مرض ذیابیطس سے بڑی پریشانی ہوئی۔ ڈاکٹر کی یہ ضد تھی کہ جب تک شکر معمول پر نہیں آئے گی، آپریشن نہیں ہو سکے گا۔ اور شکر نے بس بڑھنے ہی کی قسم کھائی تھی۔ ۲۲ جنوری کو میرا آپریشن ہوا۔ آج تک زخم نہ بھر سکا۔ اب مندمل ہو رہا ہے۔ شاید ہفتہ عشرہ میں مندمل ہو جائے۔ اب تک ساٹھ فیصد روشنی آئی ہے۔ چالیس فیصد نہیں آئی ہے۔ میں نے لینس لگوایا ہے۔ یعنی دیدہ کے اندر جہاں موتیا بند کے پانی نے پتھر کی شکل اختیار کر لی تھی اور نور کی نالی کو بند کر دیا تھا۔ اس پتھر کو ہٹا کر ٹھیک اسی جگہ اتنا ہی بڑا شیشہ لگا دیا۔ دعا فرمائیے کہ اس میں روشنی آہستہ آہستہ اچھی آجائے۔ شعبان شروع ہو چکا۔ ختم بخاری کی تقریب

لہ بھاگلپور میں زبردست فساد ہوا جس میں ڈیڑھ ہزار مسلمان شہید کئے گئے، سو مسلمان مونگیر میں شہید ہوئے۔ حضرت امیر شریعت نے بڑا کام کیا کافی دن مسلسل پٹنہ میں رہے اور مرکزی حکومت اور صوبہ کی حکومت کو متوجہ کرتے رہے ادھر ریلیف بھی مسلسل بھیج رہے تھے۔ اس سلسلہ میں کئی نئے گاؤں بسائے گئے جہاں چھوٹی آبادیوں سے مسلمانوں کو بڑی آبادی میں منتقل کیا گیا۔ ظفیر

ہونے والی ہے۔ میں اب تک کام کے لائق نہیں[1]۔ پھر جامعہ میں بھی اور ندوہ میں بھی امتحانات ہوں گے۔ ایک مستقل مشغولی ہے۔ یہاں مفتی نعمت اللہ صاحب اور وہاں مولانا برہان الدین صاحب دونوں حافظ ہیں۔ اور دونوں رمضان میں محراب سنائیں گے۔ اس ساری تمہید کا مطلب یہ ہے کہ قانون اسلامی[2] والا اجتماع اب رمضان سے پہلے نہیں، شوال میں ہو سکے گا۔ بتائیے کون سی تاریخوں میں کیا جائے۔ تاریخ انشاء اللہ رمضان سے پہلے مقرر کر دوں گا۔ جن کے بارے میں آپ نے لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اہلیہ کو شفاء عطا فرمائے۔ آپ ان سے فرمادیں وہ خود مجھے خط لکھیں۔ اہلیہ کے حالات سے مطلع کریں۔ اہلیہ اور اہلیہ کی والدہ کا نام لکھیں اور مطلع کریں کہ اہلیہ کے سر میں چکر، دل میں دھڑکن، ہاتھ میں جلن اور ناف کے نیچے درد ہوتا ہے، یا نہیں، اور حالات بدستور ہیں۔ کتابیں ختم ہو رہی ہیں۔ امتحان کی فرصت ہونے والی ہے۔ حیاتِ گیلانی مجھے اور ولی سلمہ دونوں کو مل گئی۔ میں نے شروع سے اخیر تک پڑھ لی ہے۔ ماشاء اللہ آپ نے اچھی کتاب لکھی ہے اور بڑی محنت سے لکھی ہے۔ میرے خیال میں یہ کتاب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے ہر گوشہ پر حاوی ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ اتنا مواد آپ نے اکٹھا کہاں سے کر لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں خوب خوب برکت دے۔ مجھے آپ کے شاگرد قاسمی صاحب نے کتاب کا جو نسخہ دیا ہے۔ اس میں ص۴۹ سے ص۶۴ تک کے صفحات غائب ہیں۔ اس لئے مجھے دوسرا نسخہ جس میں[3] صفحات مکمل ہوں ملنا چاہیئے۔ مولانا بہاری صاحب سے سلام کہہ دیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

---

[1] ایک آنکھ کا آپریشن کلکتہ جاکر کرایا تھا۔ [2] قانون اسلامی کے نام سے حضرت نے فقہ اسلامی کے دفعہ وار قوانین مرتب کرائے تھے۔ اس کا ابتدائی نقشہ خاکسار نے مونگیر میں رہ کر تیار کیا تھا۔ ظفیر

[3] دوسرا مکمل نسخہ بھجوا دیا گیا۔

(۷۷)

۸/اپریل ۹۰ء

مکرم و محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خط ملا۔ اور یہ معلوم ہوا کہ آپ ۲۲/شوال کو مونگیر پہنچ رہے ہیں میں مہتمم صاحب کو بھی لکھ رہا ہوں اور حالات بدستور ہیں۔ اس ماہ مبارک کی مستجاب دعاؤں میں مجھے فراموش نہ کریں۔ ہم لوگوں نے بھی جمعرات سے ہی روزہ شروع کیا ہے۔ پرسانِ حال سے سلام مسنون۔

خدا کرے آپ بخیر ہوں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۷۸)

۲۶/ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ

مکرم و محترم مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا خط ملا۔ میں ادھر اکثر بیمار چل رہا ہوں۔ دعا فرماتے رہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ فلاں صاحب پر بڑا اثر تھا کہ مونگیر سے کوئی نہیں آسکا۔ اس کا جواب زبانی دوں گا۔ بوقت ملاقات آپ مجھ سے پوچھ لیں۔ آپ کا پاسپورٹ آگیا ہے۔ مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمانی کے پاس محفوظ کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے آپ کو خط لکھا ہوگا۔ اسلامی قانون پر ہونے والی آخری مجلس کی تاریخ ۲۴/اگست مطابق ۲/صفر روز جمعہ مقرر کی گئی ہے کہ جمعہ کو لوگ پہونچ جائیں۔ مغرب کے بعد سے کام شروع ہو جائے۔ یقیناً یہ تاریخ آپ کو پسند ہوگی۔ منظوری اور تشریف آوری سے مطلع فرمائیں۔

پرسانِ حال سے سلام مسنون کہہ دیں۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۷۹)

۷ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

مکرم ومحترم زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

میں نے اس سے پہلے آپ کو خط لکھا تھا کہ "قانون اسلامی" پر آخری نظر ڈالنے کے لئے میں نے ۱۸ر مئی ۲۲ر شوال کی تاریخ مقرر کی ہے۔ آپ کا خط تو آیا تھا مگر اس میں اس کا کوئی تذکرہ آپ نے نہیں فرمایا۔ اب پھر تحریر کر رہا ہوں کہ مذکورہ بالا تاریخ متعین ہے۔ اس لئے ۱۸ر مئی روز جمعہ قبل نماز جمعہ آپ یہاں تشریف لے آئیں تاکہ بعد مغرب کام کا افتتاح ہو جائے۔ منظوری اور تشریف آوری کے بارے میں مطلع فرمائیں۔

خدا کرے مزاج بعافیت ہو۔ والسلام

منت اللہ رحمانی

(۸۰)

۲ر مارچ ۱۹۹۰ء

مکرم ومحترم مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

"حیات مولانا گیلانی" مجھے اور ولی سلمہٗ دونوں کو مل گئی۔ میں نے شروع سے اخیر تک پڑھ لی ہے۔ ماشاء اللہ آپ نے اچھی کتاب لکھی ہے۔ اور بڑی محنت سے لکھی ہے۔ میرے خیال میں یہ کتاب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے ہر گوشہ پر حاوی ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ اتنا مواد آپ نے اکٹھا کہاں سے کر لیا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں خوب برکت دے۔

منت اللہ رحمانی

مکاتیب مولانا عبد الصمد رحمانی

نائب امیر شریعت صوبہ بہار و اڑیسہ

حضرت مولانا کا وطن باڑھ ضلع پٹنہ تھا۔ انتقال مکانی کر کے مانڈر ضلع مونگیر میں آگئے تھے۔ آپ متبحر عالم تھے۔ اسلام کے اجتماعی نظام اور فقہ حنفی کے اصول پر آپ کی نگاہ بہت وسیع و عمیق تھی۔ بیعت کا شرف قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیری سے حاصل تھا۔ ملی اور قومی کاموں کا تجربہ حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر حاصل کیا۔ امارت شرعیہ اور خانقاہ رحمانی سے گہرا تعلق تھا۔ امارت شرعیہ میں مفتی کی بھی خدمت انجام دی اور نظامت کی بھی۔ مسئلہ امارت اور ہندوستان پر آپ نے کتاب لکھی اور مدلل لکھی۔ اسی طرح آپ کی کتاب العشر و الزکوٰۃ بھی معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ سیرت نبوی اور دوسرے موضوع پر بھی آپ کی متعدد کتابیں ہیں۔ کل تصانیف ۶۷ ہیں۔

آپ ۱۳۰۰ سنہ فصلی میں اپنے وطن باڑھ میں پیدا ہوئے۔ اس دور کے ممتاز علماء سے علم حاصل کیا۔ فقہ پر بڑا عبور تھا۔ مزاج میں سادگی تھی۔ ۱۴ مئی ۱۹۷۳ء مطابق ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ یوم دوشنبہ کو دن کے گیارہ بجے خانقاہ رحمانی مونگیر میں واصل بحق ہوئے۔ مزارِ مبارک خانقاہ کی قبرستان میں واقع ہے۔

امیر شریعت ثانی مولانا شاہ محی الدین نے مولانا محمد سجاد کی وفات کے بعد آپ کی جگہ آپ کے تلمیذ رشید مولانا عبد الصمد رحمانی کو نائب امیر شریعت نامزد کیا تھا۔ یہ جانشینی[1]

۸ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ کو عمل میں آئی تھی۔ تا زندگی اس منصب عظیم پر قائم رہے اور امور مفوضہ انجام دیتے رہے۔ اس طرح کم و بیش تیس سال آپ نے اس عہدہ کو زینت بخشی۔

حضرت مولانا مرحوم خاکسار کے خاص کرم فرماؤں میں تھے۔ برابر حوصلہ افزائی فرمائی۔ دارالعلوم معینیہ سانحہ میں آنے کی درخواست کی تو میری خاطر وہاں بھی تشریف لائے اور ارباب مدرسہ میں ولولہ پیدا فرمایا۔

محمد ظفیر الدین غفرلہ
مفتی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ تعالیٰ

(۱)

مولانا المحترم دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آج الجمعیۃ اخبار میں مولانا ابوالحسن علی صاحب کا مضمون مطالعہ میں آیا کہ مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں ایک خصوصی اجتماع یکم ستمبر کو مخصوص علماء[1] کا وہ بلا رہے ہیں۔ غالباً آپ نے بھی پڑھا ہوگا۔

یہ کام تو جمعیۃ علماء ہند کے کرنے کا تھا مگر یہ سعادت ندوۃ العلماء کے حصہ میں آئی۔ اللہ ان کو اس نیک مقصد اور نیک سعی میں کامیاب فرمائے (آمین)

اب آپ کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ مولانا ابوالحسن علی صاحب کو لکھیں کہ اس خصوصی اجتماع میں" امارت شرعیہ بہار" کو بھی دعوت دیں۔ آپ۔ حضرت امیر شریعت مدظلہ، کا اس سلسلہ میں جو بیان اخبارات میں شائع ہوا ہے نقیب وغیرہ میں ملاحظہ فرما چکے ہوں گے۔

حضرت امیر شریعت مدظلہ آج ہی سفر سے واپس تشریف لائے ہیں۔ ان پر سفر کا اثر ہے اور طبیعت بحال نہیں ہے میں ان سے موقع نکال کر اس مسئلہ پر گفتگو کروں گا، پھر آپ کو مطلع کروں گا۔ اس وقت تو آپ فوراً ایک خط اپنی طرف سے بحیثیت بہاری ہونے کے لکھ دیں کہ یکم ستمبر کے خصوصی اجتماع میں امارت شرعیہ بہار کو ضرور دعوت دیں کیوں کہ محکمۂ امارت شرعیہ نے آج سے بہت پہلے اس مسئلہ کو اپنایا ہے۔ اور عملی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس سلسلہ میں اس کا مشورہ عملی تجربہ کی روشنی میں نہایت اہم ہوگا۔

خدا سے دعا ہے کہ آپ کا مزاج مع الخیر اور بعافیت ہو۔ میں تقریباً دو ماہ سے

---

[1] اسی اجتماع میں مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کا قیام عمل میں آیا۔ امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی اس کے خصوصی رکن تھے۔ آپ کے علاوہ مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی مولانا عبدالماجد دریا آبادی۔ مولانا محمد منظور نعمانی اور دوسرے علماء بھی اراکین میں شامل تھے۔ خود خاکسار بھی شامل تھا۔

خانقاہ رحمانی مونگیر میں ہوں اور علیل ہوں۔ اور آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ والسلام

عبدالصمد رحمانی

۱۰ اگست ۱۹۶۳ء

جواب کا شدت سے انتظار رہے گا۔ خانقاہ رحمانی کے پتہ پر جواب دیجئے۔ عبدالصمد رحمانی

(۲)

بسم اللہ تعالیٰ

مولانا المحترم دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خدا سے دعا ہے کہ مزاج بخیر ہو مسودہ[1] بذریعہ رجسٹری بھیجنے کے بعد ایک نہایت ضروری اور اہم لفاف لکھا اور اس کی اہمیت کی بنا پر یہ تاکید کی تھی کہ لفاف کے پہونچتے ہی لفاف کی رسیدگی کی رسید سے مجھ کو مطلع فرمایا جائے تاکہ یہ اطمینان ہوجائے کہ لفاف آپ کو مل گیا۔ اس وقت سے آج تک آپ کے خط کا انتظار رہا۔ تھک کر آج دوبارہ احتیاطاً انہیں باتوں کو لکھ رہا ہوں جو اس لفاف میں لکھا تھا۔ اس لفاف میں دو ضروری باتیں تھیں۔

ایک تو یہ کہ میری یادداشت میں لکھا ہے کہ بزازیہ کی کتاب السیر میں یہ تصریح ہے کہ والقاضی قاضی بتراضی المسلمین ویجب علیہم طلب وآل مسلم۔ بزازیہ میرے پاس نہیں ہے کہ اس کی طرف مراجعت کرتا۔ اس لئے اس حوالہ کو نہیں لکھا۔ بزازیہ عالمگیری کے حاشیہ پر ہے۔ آپ مراجعت کرکے دیکھ لیجئے اگر ہے تو اس کا اضافہ کردیجئے، اور یہ لکھ دیجئے کہ اس کی تصریح کے باوجود بزازیہ کی عبارت میں یہ معنی پہنانا خود صاحب بزازیہ کے خلاف ہوگا کہ قوم کو کسی حالت میں قاضی کے تقرر کا اختیار نہیں ہے۔ قوم اگر قاضی کا تقرر کرے گی تو یہ تقرر صحیح نہیں ہوگا۔ اس اضافہ سے غلط فہمی کا پورا پورا ازالہ ہوجائے گا۔ اور مستدل صاحب کی غلطی پوری طرح روشنی میں آجائے گی۔

دوسری بات یہ لکھی تھی کہ عادۃً اپنی ہر کتاب میں عربی عبارتوں کا میں نے بالالتزام ترجمہ

---

[1] مسودہ کتاب الفسخ والتفریق مصنفہ مولانا موصوف

لکھا ہے۔ اس مرتبہ بھی مسودہ کو اسی طرح لکھا اور عربی عبارتوں کے مقابلہ میں ترجمہ کے لئے جگہ چھوڑ دیا مگر اس کتاب میں میری رائے بدل گئی کہ یہ حوالے علماء کے لئے ہیں۔ لہذا ترجمہ کی حاجت نہیں۔ لہذا عربی عبارتوں کو پوری سطر میں بغیر ترجمہ لکھ دیا جائے۔ چنانچہ کاتب صاحب کے نمونہ کے لئے تفریق کی پہلی بنیاد کے مسودہ دوبارہ اس طرح لکھا کہ بغیر ترجمہ کے عربی کی پوری عبارت کو پوری سطر میں لکھ دیا تاکہ کاتب صاحب پوری کتاب آخر تک اسی طرح لکھیں۔ اور تفریق کی پہلی بنیاد کے پہلے جس طرح مسودہ میں لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح لکھیں۔ اس سے کتاب میں کمی ہو جائے گی۔ اور کاغذ میں بھی کفایت ہوگی۔ عنایت فرما کر کاتب صاحب کو اچھی طرح سمجھا دیں۔

اس گذارش کے بعد عرض یہ ہے کہ واپسی ڈاک سے ایک کارڈ تحریر فرما دیں کہ لفافہ مل گیا تاکہ مجھ کو اطمینان ہو جائے اور ممکن ہو تو خرچ کا تخمینہ بھی لکھ دیں تاکہ ارسالِ خدمت کر دوں۔ میں ایک نجی ضرورت سے مونگیر جانے کے لئے پابرکاب ہوں۔ صرف آپ کے جواب کے انتظار میں رکا ہوا ہوں۔ آپ کے گرامی نامہ کا شدت سے انتظار رہے گا۔ جواب بواپسی ڈاک بھیجئے گا۔

ہندوستان اور مسئلہ امارت کی کتابت ہو رہی یا نہیں ؟

والسلام

ناچیز عبد الصمد رحمانی

از مانڈر

۱۱ اگست ۶۷ء

(۳)

بسم اللہ تعالیٰ

مولانا المحترم دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کارڈ ملا، پڑھ کر قلب کو بڑا اطمینان ہوا۔ اس بارے میں پورا انشراح خاطر ہوا کہ حسب صوابدید آپ کے کتاب ضرور چھپوائی جائے۔ آپ کے اس جملہ نے کہ "میرے خیال میں کتاب چھپنی چاہیئے" نہ معلوم کیا جادو بھرا تھا کہ دل ودماغ نے پڑھتے ہی اس کو قبول کر لیا۔ اسی کے ساتھ آپ کی یہ رائے کہ "ضمیمہ کے متعلق میری رائے پہلے سے بھی کہ اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے حوالہ دے دیا جائے گا کہ ان حوالوں کو حیلۂ ناجزہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔" مجھ کو سو فیصدی منظور ہے۔ یہی کیا جائے اور ضمیمہ ہرگز شامل نہ کیا جائے۔ جہاں کتاب میں یہ لکھا گیا ہے کہ دیگر ائمہ کے فتاویٰ کو بطور ضمیمہ سطر کتاب میں شامل کیا جارہا ہے اس کو قلم زد کر دیا جائے اور بجائے اس کے یہ تحریر فرمادیجئے کہ ان فتاویٰ کو حیلۂ ناجزہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اب تو کتاب کی ضخامت نصف ہو کر رہ جائے گی، ایسی صورت میں مرسلہ رقم ایک ہزار کی طباعت کے لئے کافی ہو جائے گا۔ تو کتاب ایک ہزار چھپوا دیجئے اور ضمیمہ والا مسودہ ارسال فرمادیجئے۔

خدا سے دعا ہے کہ آپ کا مزاج مع الخیر اور بعافیت ہو۔ میں اپنی ناسازیٔ طبیعت کے باعث اب تک مونگیر نہ جا سکا۔ حضرت امیر شریعت مدظلہٗ بھی سفر میں ہیں۔ شاید دار العلوم پہونچے ہوں۔ فرمائیے ہندوستان اور رسالہ امارت کے متعلق مولانا کا کیا فیصلہ ہوا۔ کاتب صاحب پر نظر رکھی جائے اور ان سے کام لیا جائے تاکہ جلد چھپ جائے اور فاتحہ میں نکالنے کا موقعہ ملے۔

والسلام

ناچیز عبد الصمد رحمانی از ماڈر

۲۹ ستمبر ۶۷ء

(۴)

عبدالصمد رحمانی

دارالتالیف موضع مانڈر وایا کھگڑیا ضلع مونگیر بہار

مولانا المحترم دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مولانا آپ کے یہ لکھنے سے "کبھی کبھی میں بھی سوچتا ہوں کہ میں بھی رمضان آپ کے زیر سایہ خانقاہ ہی میں ایک سال گذاردوں" میری دل کی دبی ہوئی چنگاری کو ہوا لگ گئی اور وہ پھر مشتعل ہوگئی۔ آپ کو معلوم ہے کہ میری دلی خواہش یہ رہی ہے کہ آپ اپنے صوبہ میں رہ کر اپنے صوبہ کو فائدہ پہونچائیں جو آج کل تمام صوبے سے غریب اور پس ماندہ ہے۔ اور بمقابلہ یوپی کے یہاں اچھے کارکن کی کمی ہے۔

میں مونگیر سے ۱۲؍ نومبر کو مانڈر آیا ہوں۔ میں یہ خط مانڈر سے لکھ رہا ہوں مونگیر سے متعدد ملنے والوں کے ذریعہ یہ خبر ملی ہے کہ مونگیر سے میرے آنے کے بعد مفتی مولانا محمد یحییٰ صاحب تعطیل کے موقعہ پر جو مکان گئے ہیں تو جامعہ رحمانی سے الگ ہوکر گئے ہیں صحیح تفصیل تو مونگیر پہونچ کر ہی معلوم ہوگی۔ یہ جامعہ رحمانی کے مدرس سے زیادہ امارت شرعیہ بہار کے مفتی تھے۔

اگر آپ اجازت دیں اور توقع دلائیں کہ اپنے غریب وپس ماندہ صوبہ کی خدمت قبول کریں گے تو میں حضرت امیر شریعت مدظلہ سے اس کے متعلق گفتگو کروں۔

اب آپ ہم کو یہ بتائیے کہ دیوبند میں آپ کی کیا "یافت" ہے اور کتنی "یافت" تک آپ کا یہاں آنا ممکن ہے۔ میں نے مصلحۃً اپنے دل میں یہ طے کیا ہے کہ اگر خوش قسمتی سے تشریف لانے کی صورت نکل آئی تو براہِ راست بحیثیت مفتی امارت شرعیہ بہار واڑیسہ پہلے آپ کو تین چار ماہ کے لئے پھلواری شریف تشریف لانا ہوگا۔ پھر ہم آپ سے درخواست کریں گے کہ آپ خانقاہ رحمانی مونگیر منتقل ہوجائیں اور وہیں تشریف رکھ کر مفتی کی خدمت انجام دیں۔ آپ کا جی چاہے گا تو ایک یا دو سبق اپنی پسند سے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

اگر یہ ہوگیا تو میرے لئے بڑی مسرت کی بات ہوگی اور ہم کو آپ کی ذات سے

اور آپ کی صلاحیتوں سے پورا پورا استفادہ کا موقع ملتا رہے گا۔ وما ہذا علی اللہ بعزیز۔

میں ۲۹ر شعبان کو مونگیر جا رہا ہوں حضرت امیر شریعت مدظلہ ۲۹ر شعبان کو دہلی سے پٹنہ پہونچیں گے۔ ۳۰ر شعبان کو امارت شرعیہ کی کوئی میٹنگ ہے اس میں شرکت فرمائیں گے اس کے بعد اس سے فارغ ہو کر مونگیر تشریف لائیں گے۔

اس خط کا جواب مجھ کو لفافہ میں خانقاہ رحمانی مونگیر کے پتہ سے دیجئے۔ آپ کے جواب آجانے پر میں حضرت امیر شریعت مدظلہ سے اپنی رائے کا اظہار کروں گا۔ مجھ کو امید ہے کہ حضرت امیر شریعت اس رائے کو رد نہ فرمائیں گے بلکہ پسند فرمائیں گے۔ والخیر عند اللہ۔

خدا سے دعا ہے کہ آپ مع الخیر اور بعافیت ہوں۔ جواب کا شدت سے انتظار رہے گا۔ والسلام

ناچیز عبدالصمد رحمانی از مانڈر

۲۸ر شعبان المعظم ۸۰ھ

(۵)

بسم اللہ تعالیٰ

مولانا المحترم زاد لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔ مدتوں کے بعد نئی زندگی پاکر یہ خط لکھ رہا ہوں۔ خونی بواسیر کا اتنا سخت دورہ ہوا کہ اس نے زندگی سے مایوس کر دیا تھا۔ بدن میں خون نہیں رہنے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں چہرہ پر ورم آگیا۔ تمام بدن سوج گیا۔ نشست و برخاست بمشکل ہوتی تھی۔ میں نے سمجھ لیا تھا کہ کتاب الفسخ والتفریق کا ٹائیٹل دیکھنا میرے مقدر میں نہ تھا۔

محض اللہ کے فضل اور ڈاکٹر طیب صاحب کے علاج و نگرانی سے ایک ماہ بعد کارڈ کسی طرح لکھ رہا ہوں۔ نہ معلوم آپ کن حالات میں مشغول رہے کہ کوئی خط آپ نے تحریر نہیں فرمایا نہ ٹائیٹل کے متعلق کچھ لکھا۔ ٹائیٹل چھپا یا نہیں۔ دفتری صاحب نے مرتب کر کے کٹنگ وغیرہ کر دیا یا نہیں، مطلع فرمایئے۔ بڑا کرم ہوگا۔ ہم کو اس کا احساس ہے کہ کتب خانہ کی ذمہ داریوں کے ساتھ اس کتاب کی ذمہ داری ڈال کر بڑی زحمت میں آپ کو مبتلا کر دیا مگر کیا کرتا، کوئی دوسری سبیل میرے لئے نہ تھی۔ اللہ آپ کو اس کا جزائے خیر دے۔

اب تو تصنیف و تالیف کے کام کا ہی نہ رہا۔ ع

جڑ کٹ گئی نخل آرزو کی

ہندوستان اور مسئلۂ امارت کتابت کی کس منزل میں ہے۔ سنا ہے کہ پیر[1] دیوبند گئے تھے، نہ پیر کا کوئی خط آیا نہ یہ معلوم ہو سکا کہ کس غرض سے دیوبند گئے تھے۔ سفر مصر کے مونگیر آنے پر بڑا اجتماع ہوا۔ ان کا شاندار استقبال جمال پور میں کیا گیا۔ پھر وہ دربھنگہ مدرسہ رحمانیہ سپول کے جلسہ میں شریک ہوئے جس میں بے پناہ اجتماع تھا۔ کاش کتاب الفسخ والتفریق آجاتی تو معتد بہ نسخے نکل جاتے۔ میں اپنی علالت اور ناقابل سفر ہونے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا نہ مونگیر گیا نہ دربھنگہ۔ بس اب حال یہ ہے کہ ؎

---

[1] مراد پیر جی مولانا محمد ولی رحمانی موجودہ سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر

بھروسہ نہیں اب بجھا تب بجھا
دم اپنا چراغ سرِ راہ ہے

آپ کے جواب کا شدت سے انتظار رہے گا۔ والسلام

آپ کی میرے حق میں بڑی خیر خواہی یہ ہوگی کہ اپنی ہر دعا میں میرے لئے بھی یہ دعا کردیا کریں کہ اللہ ایمان پر خاتمہ نصیب کرے۔ بزرگوں کا مقولہ ہے

ایمان اگر بگور بری بس غنیمت است

عبدالصمد رحمانی

۲۲ر محرم الحرام ۸۸ھ

(۶)

بسم اللہ تعالیٰ

مولانا المحترم دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کارڈ ملا۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ آپ مسودہ اجرت پر صاف کرا کے اللہ کے نام سے صرف اس کے بھروسہ پر کاتب کو لکھنے کے لئے دے دیجئے اور خود طبع کرائیے۔ مصارف طباعت کا تخمینہ کرکے مجھ کو لکھ بھیجئے میں فوراً ارسال خدمت کروں گا۔

اور اس جھگڑے میں مت پڑئیے کہ فلاں صاحب کی خدمت میں پیش کرکے اس کی طباعت کی راہ پیدا کروں گا۔ آپ بالکل یقین فرمائیے یہ مضمون نہ دار العلوم میں شائع ہوگا نہ برہان میں، اور نہ القرآن والے چھپوائیں گے نہ حضرت مہتمم صاحب کو اس کی زحمت اور تکلیف دیجئے، نہ مولانا سالم صاحب سے کوئی گفت گو کیجئے۔

میں اپنا حال کیا عرض کروں۔ ایک ماہ پر مونگیر سے آیا ہوں۔ آپریشن کے سلسلہ میں داخل اسپتال تھا۔ ہسپتال سے نکل کر ضعف و نقاہت کے باعث خانقاہ میں ٹھہرنا پڑا۔ جب صلاحیت سفر کی ہوئی تو ایک صاحب مجھ کو کھگڑیا تک پہونچا گئے۔ وہاں سے رکشہ کرکے مانڈر آگیا۔ چونکہ ہسپتال میں بیہوش کیا گیا تھا اور تیز دوا سونگھائی گئی تھی دماغ پر اس کا اچھا اثر نہیں ہے "خلا" محسوس ہوتا ہے۔ بس یوں سمجھئے کہ اب علمی کام کا نہ رہا۔ نسیان غالب ہے۔ رکعت بھول

جاتا ہوں۔ یہ یاد نہیں رہتا ہے کہ پہلی رکعت میں کون سی سورت پڑھی تھی۔

بہرحال یہ میری آخری تالیف ہے۔ پرانے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر میں آپ کو یہ زحمت دے رہا ہوں کہ آپ اس مسودہ کو اپنی نگرانی میں چپ چاپ طبع کرا دیجئے۔ اور اس کا موقع مل جائے کہ میں طبع شدہ شکل میں دیکھ لوں۔ آپ کی نگرانی میں اس کی طباعت اس لئے ضروری ہے کہ علمی مسودہ ہے۔ اگر آپ کی نگرانی نہ ہوگی تو غلط چھپے گی۔ اس چھپنے سے نہ چھپنا اچھا ہوگا۔

ہندوستان اور مسئلہ امارت کے چند نسخے میرے نام مانڈر کے پتہ سے بھیج دیجئے۔

اس عذاب میں ہم دونوں آدمی شریک ہیں کہ نہ اپنے پاس کوئی چپراسی ہے نہ کوئی ڈھنگ کا محرر، سب کام خود ہی کرنا پڑتا ہے اس لئے اب اس کی امید نہیں ہے کہ کچھ لکھ پڑھ سکوں۔

خدا سے دعا ہے کہ مزاج والا مع الخیر اور بعافیت ہو۔ جواب کا شدت سے انتظار رہے گا۔ خصوصاً تخمینۂ طباعت کا۔

والسلام

ناچیز ناکارہ عبدالصمد رحمانی از مانڈر

۱۱ مارچ سنہ ۱۹۶۹ء

آخری گذارش

میری آخری استدعا آپ سے یہ ہے کہ آپ بالکل یکسو ہو کر مسودہ صاف کرا کے کاتب صاحب کے حوالہ کر دیجئے، اور ان کو ان کی مقررہ اجرت سے کچھ زیادہ ہی دے کر ان سے یہ فرمائیے کہ وہ جلد لکھ کر دیں اور اچھا لکھ کر دیں۔

سائز "قرآن محکم" ہی کا ہو اور آپ محض میری خاطر سے اس پر جا کر ایک تمہید یا تقریظ لکھ دیں۔ تاکہ تبصرہ کی بے بصیرتی الم نشرح ہو جائے۔

مولانا میں آپ سے کہتا ہوں کہ میں نے جواب میں ان کے مراتب کا لحاظ کر کے بڑی رعایت سے کام لیا ہے۔

آپ کا یہ مضمون آپ کے نام سے شائع نہ ہو۔ یہ مجھ کو منظور ہے، مگر اپنے ٹھنڈے قلم سے جما کر لکھ دیجئے ضرور۔ یہ مضمون مولانا صدر عالم صاحب مفتی امارت شرعیہ کے نام سے ہوگا۔ ہاں اتنا کرنا پڑے گا کہ ان کو دکھلا کر اجازت لے لینی ہوگی۔

میرے مسودہ سے تیز لفظ نکال دیا۔ یہ خوب کیا۔ یہ کمزوری ہم میں ہے کہ ناگوار گرمی تحریر میں آجاتی ہے۔

بہرحال مجھ کو جو کچھ کہنا تھا وہ سب کہہ دیا۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ یہ آخری مسودہ ہمارا آپ کی نگرانی میں چھپ جائے۔ اور جلد چھپ جائے، تاکہ ہم بھی دیکھ لیں۔ مولانا آپ کو کیسے باور کراؤں۔ اب ہم اس منزل میں نہیں ہیں کہ ؎

بھروسہ نہیں اب بجھا تب بجھا

دم اپنا چراغِ سرِ راہ ہے

اس کا افسوس ہے، اور انتہائی حسرت کہ آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ دیکھئے اب بنانے کا موقع ملتا بھی ہے یا نہیں۔ والامر بید اللہ

ناکارہ عبد الصمد رحمانی

ایک بات لکھنی بھول گیا۔ آپ اپنی ڈاک کا نظم کیجئے، آخر کیا وجہ ہے کہ آپ کے نام کا خط آپ کو نہیں ملتا ہے۔ رجسٹری بھی آپ کو بجائے شوال کے ذیقعدہ میں ملی۔

(۷)

بسم اللہ تعالیٰ

مولانا المحترم دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ہندوستان اور مسئلہ امارت کا مرسلہ پارسل موصول ہو گیا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ یہ کارڈ اس کی رسیدگی کی رسید ہے۔

اب آپ کے تخمینہ کا انتظار ہے۔ میرا خیال ہے کہ شاید قرآن محکم کے سائز پر ایک جزء کی کتابت ہو جائے گی یا کچھ کم ہو اس کا نام "ضمیمہ قرآن محکم" کیسا رہے گا۔

حضرت امیر شریعت مدظلہ دارالعلوم مجلس شوریٰ کی شرکت کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ بیرجی کے خط سے معلوم ہوا ہے۔ میں تو اب اس قابل نہیں ہوں کہ اتنے لمبے سفر کا تصور بھی کر دں۔ کتابت کس مرحلہ میں ہے۔ مولانا اسعد صاحب ناظم عمومی جمعیۃ علماءِ ہند دہلی کو جو مسودہ آپ نے دیا تھا وہ کس حال میں ہے۔ اگر مکتبہ دینیہ والے اس کو نہیں چھپوا رہے ہیں

قرآن سے لے کر بذریعہ رجسٹری میرے پاس بھجوا دیجئے۔ تاکہ میں اس کی طباعت کی سبیل نکالوں۔
خدا سے دعا ہے کہ آپ کا مزاج مع الخیر اور بعافیت ہو اور بعافیت رہتے تاکہ ہم ایسے ناکاروں کا کام نکلتا رہے۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء والسلام

عبدالصمد رحمانی از مانڈر
۴/ اپریل ۶۹ء

(۸)

بسم اللہ تعالیٰ

مکرم و محترم حضرت مولانا دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

گرامی نامہ ملا۔ میری وجہ سے آپ کو بڑی زحمت اٹھانی پڑی۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے، اور کیا لکھوں۔ آپ کا یہ احسان عظیم تا زیست نہیں بھولوں گا۔ یہ خوب ہوا کہ آپ نے تمہید بدل دی۔ اور ایک بڑا نقص دور ہو گیا۔ اس کا نام جو آپ نے تجویز کیا ہے، بالکل درست اور صحیح ہے۔ آپ نے طباعت کے بارے میں تحریر فرمایا ہے اپنا ارادہ پانچ سو سے زیادہ کا نہیں ہے۔ یہی بہت کافی ہے۔ میرا خیال بھی آپ کے ارادہ کے ساتھ ہے۔

آپ کتنے نسخے مجھ کو دیں گے۔ اور کتنے معارف القرآن کو اس کے متعلق بھی آپ ہی یہ فیصلہ کر دیتے تو اچھا ہوتا۔ بہرحال جب مجھ سے استفسار فرمایا ہے تو ایسا کیا جائے۔ نصف یعنی ڈھائی سو مجھ کو بھیج دیجئے اور ڈھائی سو معارف القرآن کو دے دیجئے۔ میرے نام کا ریلوے پارسل جو ہوگا اس پر اسٹیشن کھگڑیا کا پتہ ہوگا۔

اب آخر میں اس کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے کہ آپ نے زحمت اور تکلیف فرما کر اس کی تصحیح کر دی۔ اور پروف تصحیح بھی اپنے ذمہ میں رکھی۔ اگر دوسری جگہ یہ مسودہ چھپتا تو اتنی غلطیاں رہتیں کہ اس کو دیکھ کر یہ کہنا پڑتا کہ نہ چھپتا تو بہتر ہوتا۔

ٹائیٹل دیدہ زیب اور جاذب نظر ہو۔ ورنہ آج کل کا جو بگڑا مزاج ہے کوئی ہاتھ میں بھی لینا پسند نہیں کرے گا۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی نگاہ سے مسودہ نہ گذر سکا اس کا افسوس ہے۔ ان کی نظر سے گذر جاتا تو اطمینان ہوتا۔ چند سطریں لکھ دیتے تو بڑی قیمتی توثیق

ہوجاتی۔ نہ معلوم آپ نے چند سطریں اس کے متعلق حوالہ قلم کیا یا نہیں؛ اگر نہیں لکھا ہو تو آپ بھی چند سطریں لکھ کر کے کاتب صاحب کو دے دیجئے، ورنہ اس مسودہ کی حیثیت ایسی تجویز کی ہو جائے گی جس کا کوئی موثر نہ ہو اور آج کی دنیا میں ایسی تجویز قابل قبول نہیں ہوتی بلکہ مردود قرار پاتی ہے۔ یہ میری رائے ہے اور اس شعر پر اس نیا زنامہ کو ختم کرتا ہوں۔

سپردم بہ تو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

خدا سے دعا ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہو۔ میں آپ کی دعا کا محتاج ہوں۔ اور اب ناکارہ محض بن کر زمین کا ناکارہ بوجھ ہوں۔ چوبیس گھنٹے دوران سر کا مریض ہوں۔ دماغ میں چکر رہتا ہے۔ اب لکھنے پڑھنے کا کام نہیں رہا۔ والسلام ناچیز محتاج دعاء

عبدالصمد رحمانی از مانڈر

۲ر جولائی ۶۹ء

مکاتیب مولانا عبدالماجد دریا آبادی مدیر صدق جدید لکھنؤ

(۱)

یکم اکتوبر ۷۱ء

کرم گستر وعلیکم السلام

آپ کے مراسلہ کے اکثر اجزاء سے اتفاق ہے۔ انشاء اللہ صدق میں تائیدی نوٹ کے ساتھ نکل جائے گا۔ لیکن بہر حال اس میں وقت لگے گا۔ اگلی ہفتہ کا پرچہ تو پریس میں جا چکا۔ اب جلد سے جلد اس کے بعد والے ہفتہ میں گنجائش نکل سکتی ہے۔

اصلاً یہ کام صوبہ کے روزناموں کا تھا۔ تنویر، ہمدم، حق، قومی اخبار کا پنور۔ آپ انھیں توجہ دلائیں۔ والسلام

عبدالماجد

(۲)

۶ مئی ۶۹ء

کرم گستر وعلیکم السلام

۱۔ مسودہ ڈاک سے رجسٹرڈ بھیج دیا جائے۔ خود زحمت سفر اٹھانے کی ہرگز ضرورت نہیں۔

۲۔ مولانا کی۔ اور کسی کی کتاب اس موضوع پر فوراً تو خیال میں نہیں آرہی ہے ممکن ہے فکر و تامل سے یا تلاش کے بعد آجائے۔

۳۔ صحیح ترکیب" دریبات سے فراغت" کی ہے۔"کی" خلاف محاورہ ہے۔ والسلام

دعا گو و دعا جو۔ عبدالماجد

(۳)

دریاباد
۲۵ر نومبر ۴۷ء

کرم گستر وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

آپ کا مراسلہ گنجائش نکلنے پر انشاء اللہ صدق میں درج ہو جائے گا۔ اس کے اکثر حصہ سے اتفاق ہے۔ گو سارے سے نہیں۔ والسلام

عبد الماجد

(۲۷ر نومبر ۴۷ء کو وصول ہوا)

(۴)

دریاباد
۷ر اپریل ۴۸ء

کرم گستر وعلیکم السلام

بہتر ہے اتنا حصہ مضمون سے خارج کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔
گاندھی جی سے متعلق پہلے سوءظن[1] میں افراط تھی۔ اب حسن ظن میں ہو گئی ہے۔ بے اعتدالی اور عدم توازن سے تو ہماری قوم کو گویا عشق ہے۔ والسلام

عبد الماجد

وصول ۱۲ر ۴ر ۴۸ء کو جواب ۲۰ر ۴ر ۴۸ء کو

(۵)

دریاباد بارہ بنکی ۱۱ر جون ۴۸ء

کرم گستر وعلیکم السلام

مضمون مل گیا۔ اگرچہ اس سے تمام تر اتفاق نہیں تاہم کچھ حصہ کے حذف کے بعد انشاء اللہ اسے شائع کر دیا جائے گا۔ البتہ گنجائش جب بھی نکل سکے۔ والسلام

دعا گو عبد الماجد

---

[1] گاندھی جی آزاد ہندوستان میں ایک ہندو کے ہاتھ مارے گئے۔ کچھ مسلمانوں نے ان کو شہید لکھنا شروع کر دیا تھا اس پر تنقید تھی اور شہید کی تعریف بتائی گئی تھی۔ ظفر

(۶)

دریاباد

۲۴ر نومبر ۴۸ء

کرم گستر وعلیکم السلام

۱۔ صدق بحمد اللہ ۱۹ر نومبر سے پھر شروع ہو گیا ہے۔

۲۔ الجواب الکافی کے مطالب کو ضرور اردو میں لائیے، مگر لفظی ترجمہ نہ ہو۔

۳۔ آپ کے حق میں دعاء خیر کرتا ہوں۔ آپ بھی میرے لئے دعا فرمائیں۔

مدرسہ ڈابھیل تو بہت مشہور سا اور مرکزی دار العلم ہے۔ ماشاء اللہ۔ والسلام

عبد الماجد

مکتوب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

(۱)

مکرم محترم ظفیر سلمہٗ بعد سلام مسنون

گرامی نامہ موجب منت ہوا۔ ناکارہ بیمار رہی ہے۔ اور نہایت مشغول بھی۔ کوئی فارغ ہو تو حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم[1] صاحب قدس سرہٗ کے حالات اپنے اکابر کی مختلف تالیفات سے اچھے خاصے مل سکتے ہیں۔ حضرت کی ولادت کا سن تو محقق ملتے نہیں لیکن تذکرۃ الرشید میں یہ لکھا ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ جس وقت ہجرت کر کے روپوشی کے زمانہ میں مکہ مکرمہ جا رہے تھے تو حضرت کا وصال دو شنبہ سہ شنبہ کی درمیانی شب میں ۱۱ بجے رات کو ہوا۔ اور منگل کی صبح کو نعش بہیلوں سے جو رائپور کے قریب ایک گاؤں شاہ زاہد حسین صاحب کا ہے اور علالت کی وجہ سے حضرت کا قیام وہاں تھا رائپور گئی اور حضرت کے باغ میں تدفین عمل میں آئی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ناکارہ خود بھی حاضر تھا۔ اس لئے خوب یاد ہے۔ تاریخ میں اختلاف روایت کی وجہ سے ۲۵ ر یا ۲۶ ر ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ ہے۔

حضرتؒ کی تعلیم ابتدائی قرآن پاک اپنے گاؤں میں ہی رہا۔ اور کچھ زمانہ مظاہر علوم سہارنپور میں بھی تعلیم حاصل کی۔ حضرت کے مختصر حال تذکرۃ الخلیل مولفہ مولانا عاشق الٰہی صاحب

---

[1] شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ

میں ہیں۔

۲۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب[1] زاد مجدہم کی ولادت تو خود ان کو بھی یاد نہیں۔ کئی مرتبہ حضرت اقدس مدنیؒ کی موجودگی میں دونوں بزرگوں کی گفتگو عمر کے متعلق ہوئی۔ البتہ اتنا حضرت کو یاد ہے کہ جب یہ صدی یعنی چودھویں صدی شروع ہوئی تو حضرت کی عمر تقریباً دس گیارہ سال کی تھی۔ یہاں یہ بات ضرور ملحوظ رہے کہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری نے تذکرۂ مشائخ دیوبند میں بندہ کے حوالے سے حضرت رائے پوری کی عمر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ سے پانچ یا دس برس کم لکھ دی یہ بالکل غلط ہے۔ ان سے سہو ہوا۔ میں ان کو بھی متنبہ کرچکا ہوں صحیح یہ ہے کہ حضرت رائے پوری دام مجدہم کی عمر حضرت مدنیؒ سے پانچ چھ برس زائد ہیں۔ مولانا کی تعلیم بہت سے مختلف مدارس میں ہوئی۔ مظاہر علوم میں بھی ابتدائی کتابیں پڑھی ہیں۔ حضرت تو ابھی حیات ہیں۔ حالات کی براہ راست تحقیق ہوسکتی ہے۔ پتہ حسب ذیل ہے۔

کوٹھی بی ۳۲ جیل روڈ لاہور (مغربی پاکستان) فقط والسلام

زکریا

مظاہر علوم

۱۴؍ج ۲؍ ۷۹ھ

---

[1] شاہ عبدالقادر رائے پوری

مکتوب گرامی حضرت الاستاذ مولانا الشاہ حلیم عطا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۱)

عزیز محترم وفقہ اللہ مما یحب و یرضاہ وجعل آخرتہ خیر من الاولیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مدت مدید کے بعد آپ کا محبت نامہ موصول ہو کر موجب امتنان و تشکر ہوا۔ آپ کی مفید عام تصنیف "اسلام کا نظام مساجد" میرے عدم موجودگی میں جبکہ میں بسلسلہ علالت دارالعلوم (ندوہ) میں موجود نہ تھا موصول ہوئی تھی۔ کتاب اپنی نوعیت کے اعتبار سے ماشاء اللہ غیر مسبوق اور ایک فتح باب جدید ہے۔ جزاک اللہ وجعل سعیک مشکورا۔

ریاض الصالحین (للنووی) اپنے مدرسہ میں داخل کر کے اپنے کو عند اللہ بہت مثاب اور ماجور کیا۔ اخلاقیات میں یہ کتاب بے نظیر واقع ہوئی ہے اور بچوں کے لوح سادہ سادہ پر اگر یہ نقوش ابتداءً مرتسم ہو گئے تو مسلمان بچوں کے قلوب پر اس کتاب کے ہدایات کا انشاء اللہ غیر فانی اثر قائم ہو جائے گا۔ والسلام

محمد حلیم عطا بقلم محمد رابع

۱۸ / اپریل ۵۲ء

لہ حضرت مولانا خاکسار کے استاد ہیں۔ قیام ندوہ کے زمانہ میں ان سے مسلم شریف اور تفسیر کشاف کا کچھ حصہ سبقاً سبقاً پڑھا۔ حافظ الحدیث کی حیثیت رکھتے تھے۔ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم کی کتابیں نوک زبان پر تھیں۔

(۲)

۹ مارچ ۱۹۴۸ء

عزیزی مولوی ظفیر الدین زادت مودتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بتوسط محمد یحییٰ[1] متعلم درجہ ششم آپ کا خط موصول ہوا۔ یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ کو نظام المساجد کی تالیف سے فراغت ہوگئی۔ ماشاء اللہ بارک اللہ۔ میرے نزدیک اردو میں مساجد پر اتنا کسی نے تفصیل سے نہیں لکھا۔

قیام اللیل کے متعلق جو کام آپ نے تجویز کیا ہے یہ ایک حد تک مکمل آپ کو کتاب مندرجہ ذیل میں دستیاب ہو جائے گا۔ مجموعہ ثلاث رسائل، قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر، یہ مجموعہ ملتان میں زیر ادارت مولانا عبدالتواب مرحوم شائع ہوا تھا۔ اگر کتب خانوں میں آپ کو بالفرض یہ کتاب نہ مل سکے تو مولوی محمد یعقوب صاحب پنجابی جو گذشتہ سال فارغ ہوئے ہیں، ان کو آپ لکھئے۔ وہ اس کتاب کو بآسانی فراہم کریں گے۔ کتاب کی قیمت غالباً ۴ہ ہے۔ اس کتاب میں آپ کو قیام اللیل کے متعلق کافی مواد اور ذخیرہ مل جائے گا۔ اس کے مصنف حافظ محمد بن نصر المروزی معاصر امام بخاری و مسلم ہیں۔ قیام اللیل کے مضامین کے علاوہ سلف صالحین کے بہت سے اقوال و حالات بھی ضمناً اس میں آگئے ہیں۔ آئندہ بھی جو کام میرے لائق ہو اس سے مطلع کرتے رہیں۔

محمد حلیم عطا ندوہ

---

[1] مولانا محمد یحییٰ ندوی ساکن ضلع مونگیر۔

مکتوب گرامی حضرت العلامہ مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم ھند و صدر المدرسین مدرسہ امینیہ دھلی

(۱)

مکرمی دام مجدہم سلام مسنون

جناب کا شغل مبارک ہو۔ میں آج کل بہت مصروف ہوں۔ اور دماغی کمزوری کی وجہ سے تقریباً ناکارہ ہوں۔ کتابیں جو آپ کے پیش نظر ہیں کافی ہیں۔ ان کے علاوہ بعض کتابیں اور بھی ہیں مگر وہ ان کی طرح معتبر نہیں ہیں۔ بحر الرائق بھی مہیا فرمالیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

دہلی

(وصول ۱۱ر جنوری ۱۹۴۷ء)

مکتوب گرامی حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاری

ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند و رکن ندوۃ المصنفین

(۱)

برادر محترم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

مزاج شریف۔ امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ آپ کا عنایت نامہ عرصہ ہوا موصول ہوا تھا۔ آپ کے پاک جذبات اور بلند تاثرات سے میں خود بھی بے حد متاثر ہوا۔

برادرم! اس کو کیا کیجئے کہ ایسے طلبۂ کرام یا علماء کرام کے لئے ابھی تک کسی مناسب حال علمی تربیت و ریسرچ کا سامان نہیں ہے اور یہ ہمارے لئے بہت ہی شرمساری کا باعث ہے۔ عربی طلبہ میں اگر اس قسم کا شوق پیدا ہوتا ہے تو جگہ میسر نہیں آتی۔ مواقع مہیا نہیں ہوتے۔

ندوۃ المصنفین کے مقاصد نیک میں سے اگرچہ یہ بھی اہم مقصد پیش نظر ہے مگر ابھی تک اس شعبہ کے قیام کے لئے حالات سازگار نہیں ہوئے۔ اس لئے جرأت نہیں ہوتی کہ اس بے سروسامانی میں آپ کو دعوت دے کر پریشان کیا جائے۔ باقی کتب خانہ میں مطالعہ اور طریق تالیف و تصنیف کی رہنمائی، تو جس حد تک ہم سے ممکن ہے ہم حاضر ہیں۔ لیکن قیام و طعام کی مطلق کوئی صورت نہیں ہے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

آپ کا مخلص

محمد حفظ الرحمن کان اللہ لہ

۸ / اپریل ۴۵ء

(۲)

مولانا المحترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج سامی۔ عنایت نامہ موصول ہوا۔ باعث مسرت ہوا۔ یادآوری کے لئے ممنون ہوں۔ مولوی محمد اسحاق صاحب اور ایک ایم اے صاحب تشریف لائے تھے۔ میں نے عرض کر دیا ہے کہ کانگریس سیشن کے بعد اگر تاریخیں مقرر فرمائیں گے تو حاضر ہو سکوں گا۔ اس سے قبل حاضری سے معذور رہوں۔ بہت مشغول ہوں۔

کتاب[1] کی ترتیب پر مبارکباد قبول فرمایئے۔ مگر میں اصلاح کیا دے سکتا ہوں، اور کیا مشورہ پیش کر سکتا ہوں۔ جن کتابوں کی طرف آپ نے رجوع فرمایا ہے حصول مقصد کے لئے کافی ووافی ہیں۔ خدا کرے آپ کی سعی مشکور ہو۔ آمین

محتاج دعا

محمد حفظ الرحمٰن کان اللہ لہ

۲ر نومبر ۴۶ء

---

[1] کتاب سے مراد اسلام کا نظام مساجد ہے جو اس وقت زیر تالیف تھی۔ ظفیر

مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد اویس نگرامی

شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو

(۱)

نگرام ضلع لکھنؤ

۲۴ر رمضان المبارک

برادرم زادمجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا۔ بے حد مسرت ہوئی۔ اس لئے میں آپ کے مضامین برابر رسائل میں دیکھتا تھا مگر پتہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے مبارک باد دینے سے معذور رہتا تھا۔ ماشاءاللہ آپ نے بڑی ترقی کی۔ آپ کی کتاب "نظام عفت" مفتی صاحب نے میرے پاس میرے رسالہ صبح صادق میں ریویو کے لئے بھیجا ہے۔ انشاءاللہ ریویو جلد اور عمدہ نکلے گا۔ البتہ نظام مساجد[1] اب تک میں نے نہیں دیکھا ہے حالانکہ اس کے دیکھنے کی بڑی خواہش ہے۔

جناب والد صاحب[2] رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کو دوسرا سال ہے۔ چچی مکرمہ کا انتقال بھی ان سے چھ ماہ پیشتر ہو چکا تھا۔ اللہ کی مرضی ہے۔ میں بالکل تنہا ہو گیا۔ آپ نے اپنے جذبات کا اظہار فرمایا ہے اس کے لئے سراپا سپاس ہوں۔ میرا قیام مع اہل وعیال کے ندوہ میں رہتا

---

[1] نظام مساجد مولانا انیس صاحب کے حکم سے لکھی گئی تھی۔ نظام مساجد نامی کتاب بھیج دی گئی تھی۔

[2] یعنی حضرت مولانا محمد انیس صاحب نگرامی، والد محترم مولانا محمد اویس شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

ہے۔ آج کل بوجہ تعطیل نگرام[1] میں قیام ہے۔ ان شاء اللہ ۱۴ر شوال کو دارالعلوم کھلے گا۔

یہاں سب لوگ آپ کو یاد کرتے ہیں اور سلام لکھاتے ہیں۔

آپ نے جس تحریر کے لئے لکھا ہے اس کے متعلق کیا عذر ہو سکتا ہے مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نگرام کی مدتِ قیام معلوم ہو جائے۔ مجھ کو یاد نہیں ہے برائے کرم آپ کو اگر یاد ہو تو اس سے مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ تحریر حسب منشا پہونچے گی۔ خیریت مزاج سے سرفراز فرمائیں۔

والسلام

اویس

---

[1] نگرام ضلع لکھنؤ کے مدرسہ معدن العلوم میں خاکسار بحیثیت صدر مدرس نومبر ۱۹۴۵ء سے دسمبر ۱۹۴۷ء تک تدریس کی خدمت انجام دیتا رہا۔ مشکوٰۃ، ہدایہ اخیرین اور دوسری کتابوں کے اسباق مجھ سے متعلق رہے۔ ظفیر

نگرام ضلع لکھنؤ مولانا موصوف کا وطن اصلی تھا۔ آباء و اجداد یہیں آباد تھے۔ مولانا اویس ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم ندوہ میں مکمل کی۔ ۲۷ر اگست ۱۹۷۶ء میں وفات ہوئی۔

مکاتیب مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ

بسم اللہ

(۱)

ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۲ ستمبر ۶۲ء

محترمی و مکرمی زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

یکم ستمبر ۶۲ء کو ندوۃ العلماء میں نئے حالات اور جدید تمدنی مسائل پر شریعت کی روشنی میں غور و فکر اور ملت کی رہنمائی کے لئے مجلس تحقیقات[1] شرعیہ کا قیام عمل میں آیا ہے جس کی کارروائی اخبارات کے ذریعہ معلوم ہوگئی ہوگی۔

مجلس نے رکنیت کے لئے جناب کے اسم گرامی کو بھی تجویز کیا ہے امید ہے کہ اس کی رکنیت قبول فرما کر اس اہم کام میں مدد فرمائیں گے۔ والسلام

آپ کا مخلص محمد تقی امینی[2]

کنوینر مجلس تحقیقات شرعیہ

---

[1] حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے یہ ادارہ قائم فرمایا تھا اور از راہ محبت خاکسار کو بھی اس کا رکن بنایا۔ ظفیر

[2] اس زمانہ میں مولانا تقی امینی ندوہ میں اسی شعبہ کے نگراں کی حیثیت سے ملازم تھے۔ بہت بعد میں علی گڑھ میں ناظم دینیات کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ اور وہیں انتقال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲)

ندوۃ العلماء لکھنؤ

مکرمی ومحترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ مجلس تحقیقات شرعیہ کے قیام کو ایک سال ہوگیا ہے۔ لیکن بعض موانع اور مصروفیتوں کی وجہ سے اس دوران میں ارکان کی کوئی نشست نہیں ہوسکی۔ اب حالات کا تقاضہ ہے کہ آپ کو زحمت دی جائے تاکہ کام کی مشکلات اور تفصیلات پر دوبارہ غور کرلیا جائے، اور اس کا کوئی ایسا نہج مشورے سے طے کرلیا جائے جو اس کو زیادہ مفید اور جلد نتیجہ خیز بنا سکے۔ اس اجتماع کے لئے ۵/ستمبر کی تاریخ اور ۹/بجے دن کا وقت مناسب ہے۔ آپ سے پرزور استدعا ہے کہ آپ اس مجلس میں شرکت فرمائیں اور اپنی گراں قدر رائے سے مستفیض فرمائیں۔ سکنڈ کلاس کا آمد ورفت کا کرایہ مجلس کی طرف سے پیش کیا جائے گا۔ فقط

ابوالحسن علی ندوی

۳۱/۸/۶۴ء

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء
بادشاہ باغ لکھنؤ

باسمہ سبحانہٗ

(۳)

۱۷/۸/۱۹۶۵ء

محترم المقام زیدت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجلس تحقیقات شرعیہ کا جلسہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۶۵ء کو بوقت ۹ر بجے دن منعقد ہوگا۔ آنجناب سے تشریف آوری کی درخواست ہے۔

ایجنڈا:۔ بیمہ پالیسی کے مسئلہ پر سوالنامہ متعلقہ کے جوابات کی روشنی میں غور کرنا۔

مجلس کی جانب سے سکنڈ کلاس کے مصارف آمدورفت پیش کئے جائیں گے۔ میزبانی کا شرف بھی مجلس ہی کو حاصل ہوگا۔

خط وجواب سے مطلع فرمائیں۔

محمد اسحاق[1]

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء

بادشاہ باغ لکھنؤ

---

[1] حضرت مولانا محمد اسحاق سندیلوی دارالعلوم ندوہ میں استاد تھے۔ خاکسار نے بھی مدتمین ماہ معاشیات کا درس لیا تھا۔ حضرت تھانوی سے بیعت تھے بعد میں پاکستان مولانا محمد یوسف بنوری کے مدرسہ میں منتقل ہو گئے تھے۔

باسمہ تعالیٰ

(۴)

محترم المقام زیدت مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مجلس تحقیقات شرعیہ کا اجلاس مجوزہ ۱۵ ستمبر ۶۵ء جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے ملتوی کرنا پڑا۔ اس لئے کہ سفر کی دشواریوں کی وجہ سے اکثر ارکانِ مجلس نے تشریف آوری سے انکار کر دیا تھا۔

کام میں عجلت کے خیال سے حضرات ارکان سے ذریعہ عریضہ درخواست کی گئی کہ مسئلہ انشورنس کے متعلق مختلف علماء کے خیالات پر غور فرما کر اپنی رائے سے ذریعہ ڈاک مطلع فرمادیں۔ خیال یہ تھا کہ انھیں آراء کو شائع کر دیا جائے۔ لیکن اکثر حضرات کی طرف سے اس عریضہ کا جواب نہیں موصول ہوا۔ صرف چند حضرات نے مطلع فرمایا ہے۔ بعض حضرات نے ارشاد فرمایا کہ اجتماع ہونا چاہیئے۔

(۱) براہ کرم اپنی رائے سے مطلع فرمائیں کہ اجتماع کیا جائے یا نہیں؟

(۲) اور اگر اجتماع ہو تو کیا شعبان کا مہینہ اس کے لئے موزوں ہوگا؟

(۳) آنجناب کو سہولت کن تاریخوں میں ہوگی۔ براہِ کرم جواب سے جلد مشرف فرمائیں۔ تاکہ اجتماع کی اطلاع کم از کم پندرہ یوم پیشتر دی جاسکے۔

والسلام

محمد اسحاق

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء

بادشاہ باغ لکھنؤ

۱-۱۱-۱۹۶۵ء

۷۸۶

(۵)

محترم المقام زیدت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اکثر حضرات ارکان کی رائے ہے کہ انشورنس کے مسئلہ کے متعلق علمار کرام کے جوابات پر غور کرنے کے لئے مجلس تحقیقات شرعیہ کا اجتماع ضرور ہونا چاہیئے اور شعبان ہی میں ہونا چاہیئے۔ اس لئے اس اجتماع کے لئے اکثر حضرات کی مرضی سے ۱۴ر۱۵ر دسمبر ۱۹۶۵ء مقرر ہوگئی ہے۔ اجتماع بتاریخ ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۵ء بوقت ۹ بجے دن دارالعلوم ندوۃ العلمار میں شروع ہوگا۔

آنجناب سے درخواست ہے کہ براہ کرم اجتماع میں ضرور شرکت فرمائیں۔ سکنڈ کلاس کے مصارف آمدورفت مجلس کی جانب سے حاضر کئے جائیں گے۔ اور میزبانی کا شرف بھی مجلس ہی کو حاصل ہوگا۔ براہ مہربانی رسید عریضہ نیز تاریخ ووقت تشریف سے مطلع فرمائیں۔

والسلام

محمد اسحاق عفی اللہ عنہ

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلمار

بادشاہ باغ لکھنؤ

۲۲ر۱۱ر۱۹۶۵ء

مکتوب مولانا نسیم احمد فریدیؒ

باسمہٖ

امروہہ ۱۲ جولائی ۷۷ء

نسیم احمد فریدی غفرلہٗ

مکرمی مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی سلام مسنون کے بعد مطالعہ فرمائیں۔

تقریباً دو ماہ سے زائد ہوا کہ میں نے آپ کی خدمت میں ایک جوابی عریضہ بھیجا تھا۔ اس کا جواب ابھی تک موصول نہیں ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ عریضہ آپ کو نہیں ملا۔ اگر مل گیا تھا اور جواب دینے میں قصداً اتنی غیر معمولی تاخیر اور تعویق کی گئی تو بہت تعجب کی بات ہے اور آپ کے اخلاقِ کریمانہ سے بعید بھی ہے۔

میں نے اپنے عریضہ میں یہ دریافت کیا تھا کہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری مرحوم کا کتب خانہ ترتیب سے الماریوں میں لگا دیا گیا یا نہیں؟ نیز مکتوبات شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو ان کتابوں کے انبار سے نکال لیا گیا یا نہیں؟ کتابت یا طباعت کے مرحلوں میں شاید اس کی ضرورت ہو جہاں خانے میں رہ کر اس کتاب سے مطابقت کر لی جائے۔ مولانا

---

[1] حضرت چاندپوری کی کتابیں کتب خانہ دارالعلوم دیوبند کے آخری کمرہ میں مرتب طور پر لگائی جا چکی تھیں، مولانا کو اس کی اطلاع کر دی گئی۔

[2] مکتوبات شاہ ولی اللہ بھی مخطوطات میں ــــــ آ گئی تھی۔ مولانا فریدی کو اس کی اطلاع کر دی۔ ظفیر

حکیم محمد انور زید مجدہم نے تو مہتمم صاحب کو یہ لکھ دیا تھا کہ وہ مکتوبات امروہہ لے جانے کی اجازت دے دیں۔ مولانا محمد انور صاحب کے پاس مہتمم صاحب کا خط بھی پہونچا تھا جس کا ذکر انہوں نے ۳ر جولائی ؁ء کو مجھ سے کیا۔ آپ مہربانی فرما کر مجھے مطلع فرمائیں کہ رمضان سے قبل یا رمضان میں مکتوبات سے مقابلہ کرنا ہو تو کیا آپ میرے لئے سہولت بہم پہونچا دیں گے۔ مجبوری کے درجہ میں سہولت میسر نہ آنے کی وجہ سے بغیر مقابلہ کتاب کو شائع کرنا ہوگا۔ زیادہ تاخیر کی گنجائش نہیں۔ خود میں نے نقل کرتے وقت اچھی طرح سوچ سمجھ کر مکتوبات نقل کئے ہیں۔ اگر کوئی غلطی رہ گئی تو بعد کو غلط نامہ لگا دیا جائے گا۔

والسلام

نسیم احمد فریدی

مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد یوسف بنوری

(۱)

برادر گرامی! زیدت معالیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ نے نوازا۔ بہت خوشی ہوئی کہ آپ مع الخیر وطن مالوف پہونچ گئے اور طبیعت بھی اچھی ہوگئی۔[1] اس کا افسوس رہا کہ آپ کی علمی رفاقت سے ہم محظوظ نہ ہوسکے "بغیۃ الاریب" کل بذریعہ پارسل ارسال کیا جائے گا۔ محاریب کے مسائل جن کا تعلق انحراف سمت سے تھا۔ اس کی بحث تو آگئی ہے۔ البتہ نفس تاسیس محاریب کا مسئلہ میرے موضوع بحث سے خارج تھا۔ اس کی تفصیل نہیں کی، صرف اس کی ایجاد کب ہوئی اور کس نے کی ضمناً ذکر آگیا ہے۔ مجلس علمی کے مطبوعات کی فہرست بھی ارسال کی جائے گی۔ آج کل مجلس علمی کے تعطل کا وقفہ ہے۔ سابق مدیر مستعفی ہوچکے ہیں۔ جدید کا انتخاب وتقرر عمل میں نہیں آیا۔ میں تو تبرعاً کبھی کچھ خدمت کرلیتا ہوں۔ صاحب مجلس کا حکم یہ ہے کہ خمس کمیشن سے زیادہ کسی کو نہ دیا جائے۔ اگر کتابیں طلب کریں تو کوشش کروں گا کہ ربع کمیشن مخصوص رعایت کی جائے۔ امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔

والسلام

محمد یوسف البنوری عفا اللہ عنہ

ڈابھیل ضلع سورت ۱۲ صفر ۱۳۶۸ھ

---

[1] حضرت الاستاذ مولانا اعظمی کے حکم سے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل بحیثیت مدرس حاضر ہوا تھا۔ ایک دو ماہ تدریس کا فریضہ بھی ادا کیا مگر بیمار ہوکر واپس ہونا پڑا۔ اس کی اطلاع مولانا کو دی۔ یہ اس وقت وہاں کے شیخ الحدیث تھے۔

مکتوبِ گرامی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنو

(۱)

لکھنؤ ۲/۲/۸۱ء

برادرِ مکرم مولانا محمد ظفیرالدین صاحب ! زید مجدکم سلام ورحمت

خدا کرے آپ بعافیت ہوں۔ کسی نے ذکر کیا کہ " دارالعلوم " کے کسی شمارہ کے افتتاحیہ میں آپ نے لکھا ہے کہ مرحوم ڈاکٹر مصطفےٰ صاحب علوی کو آپ نے سب سے پہلے اس وقت دیکھا جبکہ ۱۹۴۶ء کے جمعیۃ العلماء کے اجلاس لکھنؤ میں صدر استقبالیہ کی حیثیت سے انہوں نے خطبۂ استقبالیہ پڑھا تھا۔ اگر واقعی آپ نے ایسا لکھا ہے تو اس وجہ سے زیادہ موجب حیرت ہے کہ آپ نے کسی اخباری یا سماعی اطلاع کی بنا پر نہیں بلکہ عینی مشاہدہ کی بنیاد پر لکھا ہے۔ مشاہدہ میں ایسا مغالطہ ہو۔

میرا خیال ہے کہ ہمارے مولانا منت اللہ رحمانی صاحب نے یا کسی اور صاحب نے بھی آپ کو لکھا ہوگا کہ اس اجلاس کے استقبالیہ کے صدر مولانا علی میاں ندوی کے بڑے بھائی مولانا ڈاکٹر عبدالعلی علیہ الرحمۃ تھے۔ ان کا خطبۂ استقبالیہ بہت مختصر تھا۔ اور مغز ہی مغز تھا۔ چھوٹے سائز کے بس چند ورق تھے۔ مجھے مضمون بھی کچھ یاد ہیں۔

یہ لطیفہ بھی یاد رہ گیا ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مرحوم نے حضرت مدنی سے (جو صدر اجلاس تھے اور حضرت کا خطبہ اچھا خاصا طویل تھا) میرے سامنے ہی فرمایا تھا کہ مرید کا خطبہ پیر کے خطبہ سے بڑھ گیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا حضرت مدنی سے بیعت کا تعلق تھا۔ دعاگو اور دعا کا محتاج ہوں۔

والسلام
محمد منظور نعمانی

---

[1] صحیح وہی ہے جو خاکسار نے لکھا تھا خطبۂ استقبالیہ مطبوعہ کا میں نے مولانا کو حوالہ لکھ کر بھیج دیا تھا جس پر وہ خاموش ہو گئے یہ خطبۂ استقبالیہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں موجود ہے۔ حضرت مولانا خاکسار کے استاذ بھائی ہوتے ہیں کیونکہ آپ نے بھی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی اور حضرت مولانا عبداللطیف نعمانی سے دارالعلوم مئو میں پڑھا تھا۔ مولانا کا یہ جملہ کانوں میں گونج رہا ہے۔ "مولوی ظفیر! میں منفاجی تو نہیں ہوں مگر جیبی ضرور ہوں"!

مکتوبِ گرامی حضرت مولانا قاضی زین العابدین سجّاد میرٹھیؒ

سابق رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند

(۱)

باسمہ تعالیٰ

برادر مکرم مولانا ظفیرالدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج عالی!

عرصے سے نہ گرامی نامہ موصول ہوا۔ اور نہ مضمون سے نوازا گیا۔ ہرچند کہ گلشن دیوبند کے نئے نئے پودے پھوٹ رہے ہیں مگر پرانے درختوں کی جڑوں کو بھی سیراب کرنا ضروری ہے۔ کاش! دیوبند کے جدید مدیران جرائد کی برادری مل جل کر علمی خدمت کا کوئی نظام بنائی تا اور ڈیڑھ اینٹ کی الگ الگ مسجدوں کے بجائے کوئی ایک کعبۂ مقصود ہوتا۔

افسوس ہے کہ باطل قوتیں بنیان مرصوص بن کے صف آرا ہو رہی ہیں اور اہل حق کہلانے والے "قلوبہم شتیٰ" کے مہلک مرض کا شکار ہیں۔ یرحمنا اللہ تعالیٰ۔ میاں ساجدین سلمہٗ ابھی تک یہیں ہیں۔ غالباً کل دیوبند جائیں گے۔ ان کی ذرا سرپرستی اور رہنمائی فرماتے رہا کریں گے۔ آپ کے مضمون کا سخت منتظر رہوں گا۔ اس ہفتہ میں میرٹھ ہی کے پتہ پر بھجوائیں۔ کالج یکم اگست سے کھلے گا۔ اس وقت تک قیام میرٹھ ہی رہے گا۔ مفتی صاحب مدظلہٗ غالباً اب بخیر ہوں گے۔ میرا سلام عرض کر دیں گے۔ والسلام نیازمند زین العابدین

؎ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی ایک ماہنامہ "الحرم" کے نام سے نکالا کرتے تھے اس کے لئے خاکسار کبھی کبھی مضمون لکھا کرتا تھا۔

(۲)

باسمہ تعالیٰ

مخلصی و مکرمی   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

توجہ سامی کا طالب ہوں۔ اب تو کافی عرصہ ہو گیا کہ الحرم محروم ہے۔ اب نگاہِ کرم کی ضرورت ہے۔ ایک مختصر ہی سہی۔ تاریخی یا اصلاحی مضمون جلد ارسال فرمادیں۔ تاکہ جون کے پرچے میں آجائے۔

۱۵؍۵؍۵۶ء

مکتوبِ گرامی حضرت الاستاذ سیّد محمد قادری صاحب[1]

(۱)

گیا۔ مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۵۵ء

عزیز محترم مولانا ظفیر الدین سلمہٗ دعا و سلام قبول باد۔

معلوم نہیں میرا قیام صحیح یا نادرست، مگر بقول مولانا عبدالرحمٰن صاحب اس معاملہ میں یکا حنفی ہوں۔ بہرحال اگر آپ وہی ظفیر الدین صاحب وسلمہٗ ہیں تو میری دعا قبول کرو حق انتخاب و قبول آپ یا تمہارے ذمہ ہے۔ اب آپ یا تم قبول کریں یا قبول کرو۔

چھپرہ میں سب خیریت ہے۔ رسالہ دارالعلوم دیوبند میں آپ کے یا تمہارے مضامین نظر سے گذرتے رہتے ہیں۔ اکثر خیال آیا کہ خط لکھ کر دریافت کروں۔ پھر غیر معمولی مشغولیتوں کی وجہ سے برابر بھولتا رہا۔ اس بار بھی ہفتہ عشرہ سے ارادہ کر رہا تھا۔ آج موقع مل گیا، اور لکھنے بیٹھ گیا۔ اگر تم واقعی وہی ظفیر ہو، جو میں سمجھ رہا ہوں، تو اپنی موجودہ مشغولیتوں کی تفصیلی اطلاع دو اور کوشش کرتے رہو کہ سلسلہ خط و کتابت برابر جاری رہے۔ میں یہاں ایک ماہ سے آیا ہوا ہوں۔ بسبب وہی درس و تدریس۔ وہی وعظ و پند، خواہ عمل سے تہی دست ہی سہی۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر تو اپنا

---

[1] سید محمد قادری صاحب میرے بچپن کے شفیق استاذ ہیں۔ جب میں چھپرہ مدرسہ وارث العلوم میں پڑھتا تھا اردو میں بانگ درا اور بال جبریل پڑھائی۔ میرے اقلیدس اور حساب کے استاذ تھے۔ جغرافیہ بھی آپ نے ہی پڑھائی۔ مطالعہ کا ذوق اور تقریر کا شوق پیدا کرنے میں استاذ محترم کا بڑا حصہ رہا۔ ۱۹۴۰ء میں چھپرہ میں نے چھوڑ دیا تھا۔ اب پندرہ سال بعد حضرت الاستاذ نے یاد فرمایا تھا۔ اس کے بعد دوسرے خط میں لکھا تھا کہ تمہاری دو کتابیں نظام مساجد اور نظام عفت و عصمت پڑھی، دل خوش ہوا۔

بُرا مشغلہ ٹھہرا۔ تمہارا مضمون بچیوں کو پڑھنے کے لئے دیا اور جو کچھ زبانی سمجھا سکا، سمجھا بھی دیا۔ خدا توفیق عمل عنایت فرمائیں۔ بچیاں میٹرک کا امتحان دے رہی ہیں، دعا کرو خدا کامیاب کریں۔ آمین۔ بحمد اللہ سارا گھر غیر معمولی طور پر خدا پرست اور راسخ العقیدہ ہے۔ صوم و صلوٰۃ کا شدت سے پابند ہے ـــ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

جیبہ[۲] و ساجدہ ماشاء اللہ اولادوالی ہیں۔ جیبہ کے چار اور ساجدہ کے تین بچے بہ قیدِ حیات ہیں۔ کچھ ضائع بھی ہوئے۔ سب لوگ چھپرہ میں ہی ہیں۔ صابرہ کی شادی ابھی انجام نہیں پا سکی ہے۔ باتیں ہو رہی ہیں۔ معلوم نہیں میرا آب و دانہ کب تک یہاں ہے، خط کا جواب لکھو اور مفصل لکھو، جواب کی کوشش کروں گا۔

یہ کارڈ تو محض اندازہ پر لکھ رہا ہوں۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب بھی بفضلہٖ تعالیٰ بخیر ہی ہوں گے۔ میں یہاں ۵ فروری سے ہوں۔ ۳۱ مارچ تک امتحان ہوتا رہے گا۔ پھر بھی مجھے چھٹکارا نظر نہیں آتا۔ سارے گھر کی شفقت مجھے حاصل ہے۔ بڑا کرم میرے شامل حال ہے۔ سبھی اخلاق کے پتلے ہیں۔ میری نازک مزاجی سے تم خوب ہی واقف ہو، پھر بھی میرا گھر بار، بال بچوں کو چھوڑ کر چلا آنا کیا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اتنی صلاحیتوں کے لوگ اس زمانہ میں نایاب نہیں تو کمیاب یقینی ہیں۔ جتنی پاکیزہ اور لطیف زندگی میری اِن دنوں گذر رہی ہے، اس کو خدا کا فضل سمجھو۔ مکمل سکون و اطمینان کی زندگی تصور کر لو۔ رحمت ہی رحمت ہے۔ زحمت کا کہیں نام و نشان نہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

خاتمہ سخن پر دعا کرتا ہوں خدا تمہیں سعادت دارین سے شادکام فرمائیں۔ آمین۔

فقط والدعاء۔

سید محمد قادری

بمکان احسان اختر صاحب اگزیکیوٹیو انجینئر۔ پی ڈبلو ڈی۔ گیا۔

---

[۱] مولانا عبدالرحمٰن موجودہ امیر شریعت بہار و اڑیسہ، میرے مربّی و استاذ۔ ظفیر

[۲] جیبہ، ساجدہ اور صابرہ یہ تینوں استاذ محترم کی صاحبزادیاں ہیں۔